۱۴۵واں باب

غزوہ اُحد

بدر میں قریش کی ذلت آمیز شکست کے بعد ایک جنگ جس کا انتظار تھا

ذیلی ابواب

صفحہ	شمار اور عنوان ذیلی باب
۷۸	۱: انتقام
۸۸	۲-۱: نٹیلیجنس
۹۷	۳: وادی کوہ اُحد
۱۰۶	۴: مقدمات جنگ
۱۱۳	۵: مارو یا مر جاؤ
۱۲۲	۶: اور پانسہ پلٹ گیا
۱۲۹	۷: جاں نثاری
۱۴۳	۸: جڑ کو کاٹ دو
۱۴۸	۹-: دم توڑتی جنگ کی آخری سانسیں
۱۵۶	۱۰: شہدا کی تدفین اور مدینے کو واپسی
۱۷۰	۱۱: جشنِ فتح

فہرستِ موضوعات

باب# ۱۴۵ ۱: انتقام

۷۸ جنگ ناگزیر تھی
۷۹ مدینے کی حکومت کے ساتھ جنگ کا فیصلہ
۸۱ غزوہ سویق
۸۱ سریہ زید بن حارثہ
۸۲ معرکہ بدر کے یہود اور منافقین پر اثرات
۸۴ جنگ میں شاعری اور موسیقی
۸۴ جبیر بن مطعم
۸۵ جبیر بن مطعم کا حبشی غلام، وحشی
۸۶ عظیم قومی منصوبہ، انتقام بدر
۸۷ مکی لشکر کی روانگی:

باب# ۱۴۵ ۲-: انٹیلیجنس

۸۸ عباسؓ کا خط، لشکر قریش کی روانگی کی اطلاع
۸۹ مدینے میں حالتِ جنگ
۹۰ مشرکین، یہود اور منافقین کا مشترکہ منصوبہ
۹۱ جنگ کے لیے جگہ کا انتخاب
۹۴ خثیمہ رضی اللہ عنہ کا خواب
۹۴ شادی اور جنگ میں شرکت وشہادت
۹۵ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، ابو جابر کا خواب
۹۶ مشورے کا حاصل؛ باہر نکل کر جنگ کی جائے

باب# ۱۴۵ ۳: وادی کوہِ اُحد

۹۷ اسلامی لشکر کی میدانِ جنگ کے لیے روانگی
۹۸ نوجوان لڑکوں کا شوقِ شرکتِ جہاد
۹۹ مسلم سپاہ کا اُحد پہنچنے سے پہلے رات کا پڑاؤ
۱۰۰ سازش کے مطابق عبداللہ بن ابی کا جنگ سے پیچھے ہٹنا
۱۰۱ عبداللہ بن ابی کی علیحدگی کا مقصد
۱۰۲ مسلم سپاہ علی الصبح مشرکین کے لشکر کے سامنے
۱۰۳ نبی ملاحم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمازِ فجر کے بعد خطبہ
۱۰۴ مکی لشکر کی تنظیم وعلم برداری

باب# ۱۴۵ ۴: مقدماتِ جنگ

۱۰۶ میدانِ اُحد میں کیمپ کی جگہ کا انتخاب
۱۰۷ حملے کو روکنے کی پیش بندی
۱۰۸ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ کی تلوار لے کر اندازِ فخر سے جھومنا
۱۰۹ قریش کی آخری کوشش کہ اہلِ یثرب

محمد [ﷺ] کو چھوڑ دیں
ابو سفیان کا جنگ سے قبل مسلمانوں سے خطاب ۱۱۰
راہب ابو عامر کا قبیلہ اوس کے انصار سے خطاب: ۱۱۱
قریشی عورتوں کی جنگ میں شرکت ۱۱۲

باب# ۱۴۵ ۵: مارو یا مر جاؤ

قریش کا علم بردار دستہ ۱۱۳
قریش کی جانب سے مبارزت طلبی سے آغازِ جنگ ۱۱۳
گھمسان کی جنگ ۱۱۴
قبیلہ عبدالدار کے تمام مردان جنگی ہلاک ۱۱۵
مشرکین کا علم گر گیا ۱۱۶
فلک شگاف جنگی نعرے ۱۱۶
میدانِ جنگ میں مسلم سپاہ کی دو خواتین ۱۱۷
دو (۲) نو مسلم میدانِ جنگ میں ۱۱۸
رسول اللہ ﷺ کی تلوار کا حق ادا کرتے ہوئے ابو دجانہ رضی اللہ عنہ : ۱۱۸
تیر اندازوں کا گھڑ سوار دستوں کو ناکام بنانا ۱۱۹
ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کی تلوار کے نیچے آنجہانی عتبہ کی بیٹی؛ ہند ۱۲۰
حنظلہ رضی اللہ عنہ کی تلوار کے نیچے آنجہانی عتبہ کا داماد؛ ابو سفیان ۱۲۰
غسیل الملائکہ ۱۲۱

باب# ۱۴۵ ۶: اور پانسہ پلٹ گیا

جُبیر بن مُطعم بن عدی کا انتقام ۱۲۲
سیّد الشہداء حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی شہادت ۱۲۳
حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے قریش پر اثرات ۱۲۴
حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے مسلمانوں پر اثرات اور قریش کی شکست کا آغاز ۱۲۴
دشمن کے ہتھیاروں اور اسباب پر چھینا جھپٹی کا آغاز ۱۲۵
حُبِّ مال کا فتنہ ۱۲۵
بے کار کھڑے گھڑ سوار دستوں کو اپنے جوہر دکھانے کا موقع مل گیا ۱۲۶
بے ہنگم شور میں میدانِ جنگ ڈوب گیا ۱۲۷
جنگ کا اصل مقصد قریش کو پورا ہوتا نظر آ رہا تھا ۱۲۷
انصار نے بیعت عقبہ کو وفا کر دکھایا ۱۲۸

باب# ۱۴۵ ۷: جاں نثاری

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت ۱۲۹
مصعب رضی اللہ عنہ سے جھنڈا ایک فرشتے نے لے لیا ۱۳۰
رسول للہ کے قتل کی افواہ عام ہونا اور اُس کے اثرات ۱۳۱

۱۳۲ اللہ کے نبیؐ کی جان لینے کے لیے طاقت ور ترین حملے اپنی انتہاؤں پر
۱۳۳ مایوسی اور دل شکستگی میں ہمت نہ ہارنے والے
۱۳۴ اونگھ کا طاری ہونا
۱۳۵ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت
۱۳۵ دو عورتوں کی تیر اندازی
۱۳۵ مزنیہ کے وہبؓ اور حارثؓ کی تیر اندازی
۱۳۷ سات انصاری صحابہؓ آپؐ پر قربان ہو گئے:
۱۳۷ زخم پر زخم کھانے والا نبی ملاحمؐ
۱۳۸ طلحہ اور سعد رضی اللہ عنہما کی تیر اندازی
۱۳۹ افواہ کا جھوٹا ہونا معلوم ہو گیا اور ایک مضبوط مرکز بن گیا
۱۴۰ میدان جنگ سے جنت کی خوشبو کیا آئی کہ آج تک آرہی ہے
۱۴۱ پہاڑی کیمپ کی طرف رجعت

باب# ۱۴۵ ۸: جڑ کو کاٹ دو

۱۴۳ کیا محمد [ﷺ] قتل ہو گئے؟
۱۴۴ وہ اصحابؓ جن کے خون میں اللہ کے رسول کا خون شامل ہو گیا:
۱۴۵ ابی بن خلف کا قتل
۱۴۶ اللہ کے رسول کے قتل کی خبر غلط ہے!
۱۴۶ مشرکین کا آخری حملہ

باب# ۱۴۵ ۹: دم توڑتی جنگ کی آخری سانسیں

۱۴۸ دم توڑتی جنگ کے آخری مناظر
۱۴۹ رسول اللہ ﷺ واپس اپنے کیمپ میں
۱۴۹ قریش کی سراسیمگی اور فرار کی تیاری
۱۵۱ شہداء کی لاشوں کا مُثلہ اور فتح کا نغمہ
۱۵۱ کفار کا مالِ غنیمت کا سمیٹنا اور اپنے مقتولوں کو دفنانا
۱۵۲ مشرکین کی طرف سے لڑنے والا یثربی فاسق اپنے بیٹے کی لاش پر
۱۵۳ فرار سے قبل مشرکین کے سپہ سالار کا مسلم فوج سے مکالمہ

باب# ۱۴۵ ۱۰: شہداء کی تدفین اور واپسی

۱۵۶ شہداء کا معائنہ
۱۵۸ جنت میں پہنچنے والا ایک شہید، جس نے کبھی نماز نہیں پڑھی!
۱۵۹ مدینے سے خواتین کا میدانِ جنگ میں اپنے عزیزوں کو دیکھنے آنا
۱۶۱ شہداء کی تدفین
۱۶۲ فہرست شہدائے غزوہ اُحد
۱۶۴ ایک مسلم یہودی کی شہادت
۱۶۵ کفار کو موت کے گھاٹ اتارنے والا موت کے گھاٹ پر

۱۶۵ ستّر مبارک لاشوں کی تدفین
۱۶۶ آتش فشانی پہاڑوں کے قریب اُحد کی الوداعی دعا
۱۶۷ مدینے میں لشکر کی واپسی
۱۶۷ صلوۃ العشاء اور زخموں کی مرہم پٹّی

باب #۱۴۵ جشنِ فتح

۱۷۰ مشرکین کا جاسوس مدینے میں
۱۷۰ مشرکین کہیں واپس آکر مدینے پر حملہ نہ کر دیں!
۱۷۱ مسلم سپاہ کفار کے تعاقب میں
۱۷۲ ایمان کی قوّت جسمانی معذوریوں پر غالب آ گئی
۱۷۲ مسلم سپاہ دور حمراء الاسد میں خیمہ زن
۱۷۳ مفرور قریشیوں کا مدینے کی جانب واپسی کا منصوبہ
۱۷۴ مشعلوں والی جنگ یا جشنِ فتح
۱۷۴ خزاعہ اور بنو ہاشم کے درمیان تعاون کا حلف
۱۷۵ حرم پر ناجائز قابضین کے محمد ﷺ سے ڈر کر بھاگنے کا حجاز میں شہرہ
۱۷۶ جسم کے زخم اور جنگ کے زخم دونوں ہی بھر گئے
۱۷۷ مشرکوں کا گوّیا پکڑا گیا اور مارا گیا
۱۷۷ شماس رضی اللہ عنہ کی قبر کشائی اور میدان اُحد میں تدفینِ ثانی
۱۷۸ قریش کا جاسوس قتل کر دیا گیا
۱۷۸ منافقین کی بدزبانی پر اُن کو قتل کرنے کی تجویز رد کر دی گئی
۱۷۹ رئیس المنافقین کی اپنے دوستوں کے ہاتھوں "عزت افزائی"
۱۸۰ کون جیتا، کون ہارا؟ حقائق کا تجزیہ
۱۸۲ ضمیمہ: اُحد میں شریک سردارانِ مشرکین کا قبولِ اسلام

مدینے میں اسلامی ریاست کے استحکام اور فروغ کا صاف مطلب یہ تھا کہ یہود اور منافقین دونوں مدینے کی قیادت سے ہمیشہ کے لیے فارغ کر دیے جائیں گے اور اُنھیں مدینے میں اگر رہنے کا موقع ملے گا بھی تو دب کر اور سر جھکا کر اسلام کی بالادستی کو قبول کرتے ہوئے اور اُس کی عائد کردہ حدود و قیود کی پابندی کرتے ہوئے رہنا ہو گا، آج بھی دنیا کی تمام بالادست طاقتوں کو اُبھرتے ہوئے اسلام سے یہی خطرہ ہے۔

باب# ۱۴۵

غزوہ اُحد -ا: انتقام

بدر میں قریش کی ذلت آمیز شکست کے بعد انتقامی جنگ ناگزیر تھی

جنگ ناگزیر تھی: آپ کو یاد ہو گا کہ بدر کی جنگ میں، جب دم توڑتے ہوئے کفار کے سپہ سالار عمرو بن ہشام [ابو جہل] کے سینے پر اُس کا سر کاٹنے کے لیے عبد اللہ بن مسعودؓ نے اپنا پیر رکھا تھا تو اُس نے کہا تھا کہ جنگ میں ہار جیت تو ہوتی رہتی ہے۔ اُس کا یہ کہنا کوئی دھمکی نہیں تھا، وہ اپنی قوم کا ایک وفادار اور مزاج شناس فرد تھا۔ اُس وقت عربوں کا جو مزاج تھا اُس میں اپنے کسی خون کا انتقام نہ لینے کی کوئی گنجایش نہیں تھی، چہ جائے کہ اتنی بڑی اور ذلت آمیز شکست کو قریش خاموشی سے پی جاتے، یہ ممکن ہی نہیں تھا۔ قریش کا اپنی شکست پر شدید ردِّ عمل تو بہت فطری تھا مگر مسلمانوں کی بدر میں کامیابی نے یہود اور منافقین کو بھی قریش کی مانند غم و غصّے سے بھر دیا تھا۔ اسلام کی یثرب میں آمد کو وہ لوگ محض ایک وقتی ہنگامہ سمجھ رہے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ اہلِ مکہ اِس سے نمٹ لیں گے۔ اسلام کے فروغ کا صاف مطلب یہ تھا کہ یہ دونوں گروہ مدینے کی قیادت سے ہمیشہ کے لیے فارغ کر دیے جائیں گے اور اُنھیں مدینے میں اگر رہنے کا موقع ملے گا بھی تو دب کر اور سر جھکا کر اسلام کی بالادستی کو قبول کرتے ہوئے اور اُس کی عائد کردہ حدود و قیود کی پابندی کرتے ہوئے رہنا ہو گا۔ آنے والی سطور میں ہم پہلے قریش کی انتقامی جنگ کی تیاریوں پر گفتگو کریں گے جو جنگِ اُحد پر منتج ہوئیں پھر اس دوران منافقین اور یہود کے کردار اور کاروائیوں کو بھی دیکھیں گے، جن سے مسلمانوں کو سابقہ تھا۔

مشرکینِ قریش کی ساکھ کو بدر کے میدان میں اپنی پوری صف اوّل کی قیادت کے بے گور و کفن ایک اندھے کنویں میں پھینکے جانے اور عددی اور سلاحی اعتبار سے انتہائی کم تر فوج کے مقابلے میں شکست کھا جانے سے شدید نقصان پہنچا تھا اور عربوں کی روایات کے بالکل بر خلاف ساڑھے آٹھ سو[۱۰] مردانِ جنگی کے گدھوں کی مانند بھاگنے سے کہ، جو شیر کی دھاڑ پر دولتیاں جھاڑ رہے ہوں، قریش سارے حجاز میں منہ

۱۰ کل تیرہ سو مکے سے چلے تھے، قافلے کے خطرے سے نکل جانے پر تین سو اخنش بن شریق واپس لے گیا تھا، بدر میں کم و بیش ۱۵۰ مارے گئے اور قید ہوئے، باقی 'سورما'، عربوں کی اُس عزت و روایات پر لات مار کر بھاگ رہے تھے، جس کی بقا کی خاطر ایمان سے منہ موڑا تھا۔

دکھانے کے قابل نہیں رہے تھے۔ "بیش بہا" ذلت و ہزیمت جو حصے میں آئی تھی اور اکابرین قبائل کے ذلت آمیز قتل کا جو صدمہ برداشت کرنا پڑا تھا اس کے بعد ممکن نہ تھا کہ حرم کعبہ پر چودھری بن کر قابض رہ سکیں اور مدینے میں مسلمانوں کے اقتدار میں ہوتے ہوئے اپنی شامی تجارت کو جاری رکھ سکیں۔ پس وہ بجا طور پر مسلمانوں کے خلاف غیظ و غضب سے کھول رہے تھے۔ اُن کی ذلت کو چھپانے کی کوششوں کی انتہا یہ تھی کہ انہوں نے اپنے مقتولین پر قدیم رسم کے مطابق سینہ کوبی اور ماتم کرنے اور رونے رلانے کی مجالس پر بھی پابندی لگادی تھی تاکہ دنیا ان کے رنج و غم کی شدت پر ترس نہ کھائے۔

مدینے کی حکومت کے ساتھ جنگ کا فیصلہ

بدر کی وادی میں شکست کھا کر لشکر کے مکہ پہنچنے پر دارالندوہ میں جو رئیسانِ قریش کی مجلس [پارلیمنٹ کا اجلاس] منعقد ہوئی اُس میں طے کر لیا گیا تھا کہ مناسب موقع پر جلد از جلد پوری قوت سے مدینے پر حملہ کر کے نہ صرف اِس شکست کا بدلہ لیا جائے گا بلکہ اسلام کو جڑ بنیاد سے اُکھاڑنے کی کوشش کی جائے گی۔ جب وہ جڑ بنیاد سے اسلام کو مٹانے اور ختم کرنے کی بات کرتے تھے تو اُن کا ذہن اس باب میں بالکل صاف تھا اور وہ یہ کہ کسی طور محمد [ﷺ] کو قتل کر دیں، بس! کفار کی نبی اکرم ﷺ سے یہ دشمنی تاریخ کے تسلسل میں آج تک تمام دشمنانِ اسلام میں منتقل ہوتی رہی ہے"۔

---

۱۱ چوں کہ کسی طور دنیا سے گئے ہوئے فرد کو دوبارہ موت سے ہم کنار نہیں کیا جا سکتا، آپؐ کی وفات کے بعد دشمنانِ دین اب آپؐ کو قتل تو نہیں کر سکتے ہیں مگر سینوں میں لگی آگ کی تسکین کے لیے اُن کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کی محبت کو قتل کر دیں، یا مٹا دیں، اِس کے لیے وہ تحقیق کے نام پر تاریخ کو مسخ کر کے اور اخلاق و صداقت پر دو حرف بھیج کر توہینِ رسالت کا ارتکاب کرتے ہیں تو اُنھیں مسلمانوں کی جانب سے سخت مزاحمت کا سامنا کرنا ہوتا ہے یہاں تک کہ مسلمانوں کے درمیان انگریزوں سے سر کا خطاب پانے والا اُن کا پروردہ [سیّد احمد] تک انگریز مصنف کے خلاف کھڑا ہو جاتا ہے۔
دشمنانِ دینِ اسلام توہین رسالت کے لیے کارٹون بنائیں یا فلمیں، اُنھیں مسلمانوں کی جانب سے بڑی ہی سخت مزاحمت کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔ جب وہ جان جاتے ہیں کہ یہ ممکن نہیں تو پھر وہ آپؐ کی سنت کو آپ کے طریقے اور مشن کو غلبہ اسلام کے لیے آپ کی چھوڑی ہوئی روایاتِ جنگ و جہاد کو مٹانے کے درپے ہو جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسلام محض چند نمازوں، چلّوں، مراقبوں اور رسومات کا ایک مائنس وَن پرائیویٹ معاملہ رہ جائے [Islam minus Muhammad ﷺ]۔

مشرکین نے جنگِ بدر کے بعد یہ متفقہ فیصلہ کیا کہ مسلمانوں سے ایک بھرپور جنگ لڑ کر انتقام لیں تاکہ سارے عرب کے سامنے اُن کی جو بے عزتی ہوئی ہے وہ دُھل سکے اور تجارتی شاہ راہوں پر اسلامی حکومت کی جانب سے جو شدید معاشی ناکہ بندی ہے وہ ختم ہو سکے اور سب سے اہم یہ کہ محمد [ﷺ] کو قتل کر کے اسلام کو ہمیشہ کے لیے ختم کیا جا سکے۔ اِن واضح اور گنے جا سکنے والے مقاصد کے لیے اُنھوں نے معرکہ آرائی کی تیاری بھی شروع کر دی۔ اِن مقاصد کی وضاحت کے لیے انھیں یوں گنا جا سکتا ہے:

❶ محمد [ﷺ] کو قتل کرنا،
❷ جنگ بدر کی شکست کا انتقام لینا
❸ نئے دین [اسلام] کے جھنجھٹ سے نجات پانا
❹ تجارتی شاہ راہوں کی بحالی اور
❺ مدینے کی اینٹ سے اینٹ بجا کر اپنے نقصانات کا ازالہ کرنا

جنگ کے معاملے میں قتل ہو جانے والے سردارانِ قریش میں سے ابو جہل کا بیٹا عِکرمہ، امیہ کا بیٹا صفوان، ربیعہ کا بیٹا عبداللہ اور عتبہ کا داماد ابوسفیان بن حرب بہت پُر جوش اور آگے آگے تھے، اِن کا پہلا کام یہ تھا کہ جنگ کے اخراجات کے لیے فنڈ جمع کریں۔

قریش نے مصارفِ جنگ جمع کرنے کے لیے یہ فیصلہ کیا کہ وہ تجارتی قافلہ جو جنگِ بدر کا پیش خیمہ بنا تھا اُس کے شرکاء سے اپیل کی جائے کہ اے قریشیو! تمھیں محمد [ﷺ] نے سخت نقصان پہنچایا ہے اور تمھارے چنیدہ و محبوب سرداروں کو قتل کر ڈالا ہے۔ لہٰذا ان سے بدلہ لینے کے لیے اِس تجارتی قافلے سے حاصل ہونے والے مال کے ذریعے مدد کرو، ممکن ہے کہ ہم انتقام لے سکیں۔ قریش نے اِس پکار کو بلا تامل قبول کر لیا۔ اُس کا سارا نفع جنگی اخراجات کی فنڈنگ کے لیے وقف کر دیا گیا چناں چہ ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار، جنگ کی تیاری کی مہم کے پہلے ہی مرحلے میں میسر آ گئے۔

بدر کے بعد رب العالمین کی جانب سے جو جنگ پر تبصرہ سورۃ الانفال کی شکل میں نازل ہوا تھا اُس میں بتایا گیا تھا کہ تم اِن گرفتار شدگان سے جو بھاری فدیہ طلب کرو گے تو ناچار یہ ادا کریں گے اور تا قبولِ حق یہ اِن پر مسلط کی گئی بد قسمتی ہے کہ یہ اللہ کی راہ سے روکنے کے لیے اسی طرح اپنا مال لٹاتے رہیں گے، یہ پیشن گوئی پوری ہوتی سارے عرب کے سامنے آ گئی۔ [إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ (۸: ۳۶)؛ ترجمہ: "جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے اموال اللہ کی راہ سے روکنے کے لیے خرچ کریں گے۔ تو یہ خرچ تو کریں گے لیکن پھر یہ ان کے لیے باعث حسرت ہو گا، پھر مغلوب کیے جائیں گے۔"]

غزوہ سویق

قریش کے سرداروں کی اس نئی ٹیم کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ بدر میں قتل ہو جانے والے اُن کے باپوں نے مدینے کے مسلمانوں کی قوت کا غلط اندازہ لگایا تھا، اُن سے جنگ کوئی کھیل نہیں ہے۔ لہٰذا بھرپوری منصوبہ بندی اور ممکنہ وسائل سے مقابلہ ہونا چاہیے۔ اس پالیسی پر صبر سے کام ہو رہا تھا۔ کھانے کو تو ابوسفیان نے قسم کھالی تھی کہ جب تک محمد ﷺ سے غزوہ بدر کے مقتولوں کا بدلہ نہ لے گا نہ غسل جنابت کرے گا اور نہ ہی سر میں تیل ڈالے گا لیکن سردارِ مشرکین کتنی دیر برداشت کرتا، ایک فیصلہ کن جنگ سے قبل ہی اُس نے اونگے بونگے حملے سے مسلمانوں کو کچھ نقصان پہنچا کر بغیر مقابلے کے بھاگ کر واپس آنے کا ڈرامہ کر کے اپنی قسم کو پوری کر لینے کا عزم کر لیا چناں چہ جنگِ بدر کے دو ماہ بعد ذوالحجہ میں ابوسفیان دو سو شتر سواروں کا لشکر لے کر مدینہ کی طرف بڑھا۔ مدینے کے مضافات میں عریض نامی مقام پر چھاپہ مار کر مسلمانوں کے کھجور کے کچھ درخت کاٹے اور دو آدمیوں کو بھی قتل کیا اور بھاگ نکلا۔ رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں اِن کا پیچھا کیا گیا، لٹیروں کا قافلہ بھاگتے ہوئے اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ستو [سویق] کے بورے پھینکتا چلا گیا۔ مسلمانوں نے ان کا مناسب فاصلے تک پیچھا کیا مگر وہ ہاتھ نہ لگ سکے، یوں اُس نے قسم پوری کر کے رات کے مزے لوٹنے اور جنبی ہو کر غسل جنابت کے اہل بننے کا جواز تو پیدا کر لیا مگر اہلِ مکہ کی اس ڈرامے سے آتشِ انتقام سرد نہ ہو سکی۔ لوگ اُس کی مجبوری سے واقف تھے اور وہ قابلِ معافی تھا مگر مدینے سے ایک فیصلہ کن جنگ کی آرزو تو اُن کے سینوں میں مزید گہری ہو گئی۔

سریہ زید بن حارثہ

آرزوئے انتقام کی سینوں میں گہرائی نے ایک اور حادثے سے مہمیز پائی، ہوا یوں کہ جمادی الثانی ۳ ہجری [دسمبر ۶۲۴ء] میں ملک شام کو قریش کا ایک تجارتی قافلہ مدینے کے نواح سے گزرنے والے معروف، مختصر اور آسان راستے کو مسلمانوں کے قبضے میں بند پا کر، طویل اور غیر معروف راستے پر بڑی رازداری اور خاموشی سے صفوان بن امیہ کی قیادت میں بہت قیمتی سامان لے کر جا رہا تھا- آنے والے دنوں میں غزوہ خندق میں فتح کے ہیرو بننے والے جناب نعیم بن مسعود جو اُس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے، مشرکین مکہ اور یہود دونوں ہی طبقوں میں بڑی قدر و منزلت اور معتمد شخصیت جانے جاتے تھے، اس قافلے کی اس راستے سے رازدارانہ روانگی سے واقف تھے، گپ شپ کی ایک محفل میں اِس کی تفصیلات اُن کے منہ سے زبان پر آ گئیں، ایک انصاری سلیطؓ نے سب کچھ سن لیا اور نبی ﷺ کو اطلاع پہنچا دی۔ اس راز کے فاش

ہو جانے کا قریش کو وہم و گمان بھی نہ تھا۔

کم ظرف اور ظالم دشمن کے تجارتی مال کو ضبط کرنے اور تاجروں کو گرفتار کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے زیدؓ بن حارثہ کی قیادت میں ایک دستہ روانہ کیا، جس نے کمالِ مہارت سے اُس کو جالیا اور سارا سامان ضبط کر لیا۔ معاشی اعتبار سے قریش کی کمر ٹوٹ کے رہ گئی، اُن کے لیے یہ بہت ہی اندوہ ناک حادثہ تھا، معاشی اور اقتصادی نظام کی کامل بربادی کا اعلان تھا۔ وہ جان گئے کہ زندگی کی دو ہی صورتیں ہیں، پہلی یہ کہ بدر کی ذلت کو بھلا کر محمد [ﷺ] پر ایمان لایا جائے یا اُس کی بالادستی قبول کر کے اُس کی شرائط پر اُس کے ساتھ کوئی معاہدہ امن کیا جائے۔ دوسری صورت یہ کہ اُس کے ساتھ جنگ ہو اور شدید خوں ریزی کر کے، مدینے کی اینٹ سے اینٹ بجا کر اُسے قتل کیا جائے۔ یہ آخری راستہ ہی اُن "دانش وروں" کا انتخاب تھا۔

سارے کام کاج چھوڑ کر اپنے سارے وسائل کے ساتھ مسلمانوں سے ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لیے قریش نے بھرپور تیاری کی رفتار تیز کر دی۔ بڑے بڑے انعامات کے وعدوں پر انہوں نے رضاکارانہ جنگی خدمات حاصل کرنے کا اعلان کیا تاکہ مکہ کے نواح میں آباد اَحابیش، کنانہ اور اہلِ تہامہ کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف شریکِ جنگ کیا جا سکے اور وہ اپنی ساری سابق رقابتیں اور دشمنیاں بھلا کر قریش کے جھنڈے تلے مدینے پر حملے کے لیے جمع ہو جائیں؛ مدینے کا اسلام تو محض عقائد و نظریات ہی کو چیلنج نہیں کر رہا تھا وہ تو اُن کے سارے تمدن اور اقتصادی نظام کی بربادی کا پیش خیمہ بن گیا تھا۔

معرکہ بدر کے یہود اور منافقین پر اثرات

معرکہ بدر میں مسلمانوں کی فتح نے یہود کو مدینے میں اپنے مستقبل کے بارے میں بجا طور پر بہت زیادہ ہراساں اور اندیشہ ہائے دور دراز میں مبتلا کر دیا تھا، جس کی تفصیل ہم جلد نہم [باب ۱۴۰ میں] بیان کر چکے ہیں۔ یہود کے شدید ردِّ عمل کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ جونہی بدر میں قریش کی صفِ اوّل کے کٹ جانے کی خبر مدینہ پہنچی اور ابھی مدینے کی سپاہ واپس اپنے شہر نہیں آئی تھی کعب بن اشرف یہ کہتا ہوا کہ 'زمین کی پیٹھ سے اب زمین کا پیٹ بہتر ہے' مکہ کی جانب چلا گیا تاکہ اہلِ مکہ کو انتقام پر ابھار سکے۔ مکے میں اُس نے اپنی شاعری کے جوہر دکھائے اور نوحے اور مرثیے کہہ کر قریش کو مسلمانوں سے جنگ پر اُبھارا۔ نہ صرف نوحے اور مرثیے نظم کیے بلکہ مسلمانوں کے اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف بھی اپنی شاعری کو استعمال کیا۔ اور کچھ عرصے وہاں قیام کر کے واپس مدینے آیا۔ مؤلِّف کو یقین کی حد تک گمان ہے کہ اُس نے یہود کی جانب سے

آنے والے دنوں میں قریش کے شہرِ مدینہ پر مجوزہ حملے کے دوران تعاون کے طریقوں اور ہونے والی جنگ میں دونوں جانبین کی ذمہ داریوں اور حقوق کے تعین پر بھی بات کی ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک یہودی کے منہ سے نکل جانے والے ایک جملے سے ایک انصاری مسلمان نے یہ خبر قبل از وقت پا لی تھی۔ عین ممکن تھا کہ آنے والی جنگ جو اُحد کے میدان میں لڑی گئی بڑی مختلف اور زیادہ اذیت ناک ہوتی اور قلبِ مدینہ پر قریش اور یہود کا مشترکہ حملے ہوتا اور جنگ گلیوں میں ایک ایک انصاری اور مہاجر مسلمان کے گھر کے سامنے لڑی جاتی اگر...... بدر کے چند ہی دنوں بعد مسلمانوں نے بنو قینقاع کو شہر بدر اور کعب بن اشرف کو نبی ﷺ کے حکم پر قتل نہ کر دیا ہوتا!

معرکہ بدر سے قبل یہود اور منافقین کے 'دانش ور اور روشن خیال' اکابرین مسلمانوں کو بے وقوف، جذباتی اور مذہبی جنونی جان رہے تھے اور سمجھتے تھے کہ چار دن کی چاندنی ہے اور پھر گھپ اندھیری رات! جلد ہی قریش حملہ کر کے اہلِ مدینہ کے نجات دہندہ بن کر غیر ملکیوں سے ان کی جان چھڑا دیں گے۔ لیکن بدر میں محمد ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کی ناقابلِ یقین کارکردگی اور فتح نے سردارِ منافقین، عبداللہ بن ابی کو مجبور کر دیا کہ وہ کم از کم ظاہری طور پر ہی سہی باقی خزرجیوں کی مانند اپنے مسلمان ہو جانے کا تو اعلان کرے، کرنے کو تو اُس نے اسلام قبول کر لیا اور ہر جمعے کو رسول اللہ ﷺ کی تقریر سے قبل وہ لوگوں کو ہدایت کرتا کہ 'اللہ کے رسولؐ کی بات توجہ سے سنو!' لیکن اندر سے اُس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، جس کا واضح اظہار اُس وقت ہوا جب اُس نے بنو قینقاع کی جان بخشی کرانے کے لیے رسول اللہ ﷺ سے گستاخی کی حد تک تکرار کی [دیکھیے جلد نہم، باب ۱۴۰ صفحہ ۳۵۲]۔

مُؤلِّف کا غالب گمان ہے کہ دوسری جنگ کے لیے جو کوہِ اُحد کے دامن میں لڑی گئی، مشاورت کے موقع پر عبداللہ بن ابی کا یہ اصرار کہ جنگ مدینے میں رہ کر ہی لڑی جائے اور پھر اپنے ساتھ یہود کا ایک دستہ بھی میدان جنگ کی طرف لے کر جانا اور پھر جنگ سے قبل اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر میدان سے واپس آجانا کوئی سرسری یا حادثاتی معاملات نہیں بلکہ سوچی سمجھی سازش کے تحت نپے تُلے اقدامات تھے۔ اللہ نے جنگ کو مدینے کے اندر نہیں ہونے دیا اور اللہ کے رسولؐ نے مشرکوں سے جنگ میں یہود کے تعاون کو ٹھکرا کر یہود و منافقین کی مشرکینِ مکہ کے ساتھ ساز باز اور سازشوں کو ناکام بنا دیا اور مدینہ اللہ کی حفاظت کی ایک مضبوط زرہ میں ایسے محفوظ رہا جیسے چوزے اپنی ماں کے پروں میں رہتے ہیں۔

جنگ میں شاعری اور موسیقی

عرب کے اُس وقت کے کلچر میں ایک شاعر جو دلوں میں آگ لگا سکتا اور مقصد کی جوت جگا سکتا تھا وہ نتیجہ سینکڑوں آدمی بھی طویل کوششوں اور دلیل و مباحثہ سے نہیں حاصل کر سکتے تھے۔ اسی طرح موسیقی کی دھنوں پر یہ شاعری اپنا عجب رنگ دکھاتی اور فوجی بینڈ باجے فوجیوں کو جان قربان کرنے کے لیے اپنا ایک الگ انداز و مقام رکھتے تھے۔ قریش کو شاعروں کی مدد چاہیے تھی۔ کچھ کام تو کعب بن اشرف نے کر دیا تھا لیکن وہ تو مدینہ واپس چلا گیا تھا اور اُس کی مذموم حرکتوں کے سبب رسولِ اکرم ﷺ نے اُسے قتل بھی کروا دیا تھا۔ قریش کا ایک بڑا شاعر، ابو عزہ، جو یہ کام بہت عمدگی سے کر سکتا تھا بدر کی جنگ میں گرفتار ہوا تھا اور وہاں وہ مسلمانوں کے سامنے اپنی غربت اور اپنی لڑکیوں کے بے آسرا ہونے کا واسطہ دے کر بغیر فدیہ دیے رہائی کی بھیک مانگ رہا تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے صرف اس بنا پر کہ اس کی لڑکیاں اس کی منتظر ہوں گی اس وعدے پر کہ آئندہ کسی اسلام دشمن سرگرمی میں حصہ نہیں لے گا، اُس کو ازراہِ احسان بغیر معاوضے کے رہا کر دیا تھا۔ جنگ کی تنظیم میں مصروف سرداران قریش میں سے صفوان بن امیہ نے اُسے آمادہ کر لیا کہ وہ اہلِ مکہ ہی کو نہیں ارد گرد کے تمام قبائل کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کا کام کرے اور اُس سے یہ وعدہ کیا کہ اگر وہ لڑائی سے بچ کر زندہ و سلامت واپس آ گیا تو اسے دولت کے انباروں سے نوازا جائے گا اور اُس کی غربت ایک افسانہ بن جائے گی اور وہ رئیسانِ مکہ میں شمار ہو گا، اور اگر کام آ گیا تو وہ [صفوان] اُس کی لڑکیوں کی کفالت کرے گا۔ چناں چہ احسان فراموش، مشرک نامراد ابو عزہ نے رسول اللہ ﷺ سے کیے ہوئے وعدے کو بھلا کر انتقامی جذباتِ غیرت اور قومی حمیت کو سینوں میں بھر دینے والے اشعار کے ذریعے قبائل کو بھڑکانا شروع کر دیا۔ جس طرح کے دولت اور کفالت کے وعدے ابو عزہ سے کیے اُسی طرح قریش نے ایک اور مفلس شاعر مسافع بن عبد مناف جُمحی کو بھی اس مہم کے لیے تیار کیا، یوں اُسے اپنے زمانے کے کرائے کہ میڈیا مین مل گئے۔

جبیر بن مطعم

مطعم کے بیٹے جبیر کے دل میں رسول اللہ کی بڑی عزت تھی، اسلام قبول نہیں کیا تھا مگر اُس کے دل میں ایمان کا پودا اُگ چکا تھا، اُس نے اپنے باپ کے کہنے پر رسول اللہ کو طائف سے واپسی پر دشمنوں سے حفاظت کی خاطر برہنہ شمشیر کے سائے میں طواف کرایا تھا۔ اِس سب کے باوجود اُسے اپنے چچا کا حمزہؓ کے ہاتھوں مارے جانے کا شدید غم و غصہ تھا۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے بارے میں پچھلی جلد سے اس اقتباس کو دوبارہ پڑھ لیجیے۔

جبیر بن مطعم اپنے چچازاد بھائی اور دو حلیفوں کو چھڑانے مدینے آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بڑی عزت سے اس کو خوش آمدید کہا۔ آپؐ نے اُس سے کہا کہ اگر آج [تیرا باپ] مطعم زندہ ہوتا اور قیدیوں کی رہائی کے لیے آتا تو اِن تمام قیدیوں کو بغیر کسی فدیہ کے ان کے حوالے کر دیتا۔ رسول اللہ ﷺ ایسا کیوں نہ کرتے، اللہ کے رسولؐ بڑے احسان شناس تھے۔ جبیر کے باپ مطعم بن عدی نے آپؐ کو طائف سے واپسی پر اُس وقت جوار دیا تھا جب کوئی دوسرا سردار قبیلہ جوار دینے کے لیے تیّار نہ تھا۔ اِس جوار کے بغیر آپؐ مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے تھے، خود بنو ہاشم کے سردار ابو لہب نے آپؐ کو قبیلے سے خارج کر دیا تھا۔ مطعم بن عدی اپنے جوان بیٹوں کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں لے کر آیا تھا جن کے حصار میں آپؐ شہر میں داخل ہوئے تھے اور آپؐ نے طواف کیا تھا اور..... آپؐ کی حفاظت کے لیے تلوار اُٹھانے والوں میں یہ جبیر بن مطعم بھی شامل تھے۔ جبیر نے جو کچھ بھی مدینہ میں رہ کر مشاہدہ کیا وہ اُس کے لیے بہت متاثر کن تھا۔ قیامِ مدینہ میں ایک شام غروب آفتاب کے بعد اُس کے لیے مسجد کے باہر کا نظارہ، نمازیوں کا جمع ہونا بڑا روح پرور تھا اور نماز میں جو کچھ پڑھا گیا اُس نے متاعِ دل چھین لی تھی۔ اللہ کے رسولؐ کی زبان سے اُس نے سُوْرَۃُ الطُّوْر کو آخری آیات تک سنا:

وَ اصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾ وَ مِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾ (اے نبیؐ، اپنے رب کا فیصلہ آنے تک صبر کرو، تم ہماری نگاہ میں ہو۔ تم جب اٹھو تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو، رات کو بھی اور ستارے جب پلٹتے ہیں اس وقت بھی۔)

جیسا کہ جبیر نے ایک زمانے بعد بتایا کہ یہ تلاوت سن کر اُس کے دل میں ایمان کا پودا اُگ آیا تھا، لیکن اس وقت وہ انتقام کے جذبات سے انتہائی مغلوب تھا اور اُسے بدر میں اپنے چچا طعیم بن عدی کے قتل ہو جانے کا شدید غم تھا، اُس کا دماغ جلد از جلد حمزہؓ بن عبدالمطلب سے اپنے چچا کے قتل کے انتقام کے علاوہ اور کسی بات پر ذہن کو مجتمع ہی نہیں کر پارہا تھا، اس لیے وہ فدیہ ادا کر کے فوراً ہی مکہ کو واپس ہو گیا۔

جبیر بن مطعم کا حبشی غلام، وحشی

بدر کی مانند آنے والی کسی بھی جنگ میں جبیر بن معطم کا رسولؐ اللہ سے جنگ میں شرکت کا کوئی ارادہ نہیں تھا مگر عرب روایات کے تحت اُس کے خون میں یہ بات رچی بسی تھی کہ انتقام کے بغیر زندگی بے غیرتی کی زندگی ہوتی ہے۔ اپنے چچا طعیم بن عدی کے انتقام کے لیے وہ مسلمانوں کے ساتھ آنے والی کسی بھی جنگ میں سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو اپنے حبشی غلام 'وحشی' سے قتل کروانا چاہتا تھا جو نیزہ پھینکنے میں ماہر تھا اور حبشیوں کی قومی

خصوصیت کے تحت اس کا نشانہ بڑا زبردست اور نہ خطا ہونے والا تھا۔ جبیر نے اس کو یہ پیش کش کی کہ اگر وہ آنے والی کسی جنگ میں محمد ﷺ کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کو اُس کی طرف سے اپنے نیزے سے قتل کر کے اُس کی آتشِ انتقام کو ٹھنڈا کر دے تو اُسے آزاد کر دیا جائے گا۔ ابوسفیان کی بیوی بھی اپنے باپ اور چچا کے انتقام میں حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کروانا چاہتی تھی، اُس نے بھی وحشی سے اس کام کی تکمیل پر مزید مال و دولت دینے کا وعدہ کر لیا۔

عظیم قومی منصوبہ، انتقام بدر

اِن ساری تیاریوں کے نتیجے میں ایک برس کے اندر فوج تیار ہوگئی شاید ابھی وہ ایک برس اور لگاتے کیوں کہ اُن کی ہمتیں پست تھیں، مسلمانوں کا زبردست رعب اور اوپر سے رسول اللہ ﷺ کی بین القبائل زبردست سیاسی فتوحات نے اُن کا مورال ڈاؤن کیا ہوا تھا۔ میدانِ بدر سے گدھوں کی طرح بھاگ کر واپس آئے ہوئے مردوں کا تو خوف سے حال ہی بُرا تھا اور فدیہ دے کر رہائی پانے والے قیدیوں نے رہائی کے بعد مسلمانوں کی بہادری، اعلیٰ ظرفی، تنظیم اور مہمان نوازی کے جو گن گائے تھے، اُنھوں نے نفسیاتی طور پر اہلِ مکہ کے اذہان کو مسلمانوں سے جنگ کے لیے ڈانوں ڈول کر دیا تھا۔ تاہم اُس وقت کے عربوں [۱۲] کے خون میں رچی بسی انتقام کی روایت اور شوہروں، بھائیوں اور باپوں سے محروم ہو جانے والی عورتوں کی غیرت دلانے والی باتوں نے اُن کو جنگ پر کچھ نہ کچھ آمادہ کر ہی لیا تھا، پھر بھی مادی تیاری اگرچہ مکمل تھی مگر ذہنی تیاری کچی پکی تھی، ابھی کامل تیاری کے لیے ایک برس کم سے کم اور درکار تھا۔ مگر مکے والوں کی کمر ٹوٹ گئی اور ضبط کے بندھن بھی جب صفوان بن امیہ کی قیادت میں غیر معروف تجارتی راستے پر انتہائی رازداری سے لاکھوں دینار کی چاندی کی سلاخوں والے قافلے کو زید بن حارثہؓ نے اس طرح تخت و تاراج کر دیا جیسے کسی نے ساحل پر بچوں کے بنائے ریت کے گھروندں کو لات مار کر توڑ دیا ہو۔ سارا سامان ضبط کر لیا اور کچھ جواں مردوں کو گرفتار بھی کر لیا۔ یہ قافلہ تو اُس قافلے سے بھی گراں قدر تھا جس کے لٹنے کی خبر سن کر قریش لڑنے کے لیے بدر پہنچے تھے۔ اب تو بس تین راستے ہیں؛ محمد [ﷺ] کے سامنے سر جھکا کر ایمان لے آنا ہے، عرب کی قیادت اور حرم کی پاسبانی سے دست بردار ہو کر پہاڑوں اور جنگلوں میں فاقوں مرنے کے لیے نکل جانا ہے یا نبوت کے مدعی محمد [ﷺ] کو قتل کرنا اور مدینے کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لیے نکلنا ہے۔ آخری آپشن کے لیے سال بھر سے تیاری کی تھی پس اُسی پر فیصلہ ہو گیا۔ قریشِ مکہ کو اپنے افراد کے علاوہ احابیش، کنانہ اور دیگر حلیف

۱۲ وہ عرب جو انجام کار سارے مسلمان ہو گئے، امّ کلثوم کے گانوں سے عیاشی اور زنا کے رسیا نہیں بنے تھے۔

قبیلوں سے آئے ہوئے افراد کو ملا کر مجموعی طور پر تین ہزار کی فوج تیار کرنے میں کامیابی ہوگئی۔ سردارانِ قریش کی رائے ہوئی کہ اپنے ساتھ اپنی بیویوں کو بھی لے چلیں تاکہ اگر پیٹھ دکھائیں تو اُن کے سامنے شرم و غیرت آئے۔ چناں چہ گانے والی لونڈیوں سے ماسوا اس لشکر میں ان سرداران قریش کی پندرہ عدد بیویاں بھی شامل ہو گئیں۔ سالارِ لشکر ابو سفیان اپنی بیوی ہند کے علاوہ ایک دوسری بیوی کو بھی لا یا تھا اسی طرح سیکنڈ اِن کمان صفوان بن امیہ بھی دو بیویوں کے ساتھ تھا دیگر سردار ایک ایک بیوی لائے تھے۔

سواری، بار برداری اور کھانے کے لیے تین ہزار اونٹ تھے اور دو گھڑ سوار دستوں [ایک خالد بن ولید کا اور دوسرا عکرمہ بن ابی جہل کا] کے لیے دو سو گھوڑے۔ ان گھوڑوں کو تھکان سے بچانے کے لیے ان پر سواری نہیں کی گئی۔ لاتعداد تلواروں اور کمانوں کے علاوہ سات سو زِرہیں تھیں۔ فوج کے لیے اسلحہ، سواریاں، خورد و نوش کا سامان، گانا گانے والی لڑکیاں، دعوتوں کے اہتمام اور فاتح فوج کے لیے تمغے نشانات اور اعزازات کا بھی انتظام ہو گیا؛ مرہم پٹی اور کفن دفن کا انتظام مدینے کے حلیفوں [یہود اور منافقین] کے ذمے رہا ہو گا۔ تاریخ ٹھہر گئی اور وہ چل نکلنے کو تیار ہو گئے۔ اگلے باب میں آپ یہ دیکھیں گے کہ یہ وہ موقع تھا جب مکہ میں مقیم مدینے کی انٹیلیجنس نے مشرکین کے سارے فوجی راز اور کوائف ایک تیز رفتار قاصد کے ہمراہ مدینے روانہ کر دیے۔

مکی لشکر کی روانگی: قریش کا لشکر مستیاں کرتا گاتا بجاتا روانہ ہو گیا۔ ابو سفیان کو لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا گیا تھا۔ گھڑ سوار رسالے کی کمان خالد بن ولید کے پاس تھی اور عکرمہ بن ابی جہل اُس کا معاون تھا۔ علم برداری قریش کے مختلف قبیلوں میں تقسیم ذمے داریوں کے مطابق قبیلہ بنو عبد الدّار کے پاس تھی۔ اِس بھرپور تیاری کے ساتھ مکی لشکر نے اس طور مدینے کا رُخ کیا کہ قریش کی وہ عورتیں جن کے باپ، بھائی اور بیٹے بدر میں مارے گئے تھے لشکر کے جوشِ انتقام کو اپنے مرثیوں اور جنگی نغموں سے بھڑکا رہی تھیں۔

دریں اثنا جنگی تیاریوں اور منصوبوں کی پوری تفصیل ایک سربمہر لفافہ میں تیز رو قاصد کے ذریعے مدینے کی قیادت تک صرف تین دن میں پہنچ گئ۔ جس کے چار روز بعد قریش کا لشکر مدینے کے سامنے دامنِ کوہِ اُحد میں پہنچ پایا۔

باب# ۱۴۵

غزوہ اُحد - ۲: انٹیلیجنس

رسول اللہ ﷺ کو مکے کی لشکر کشی کی اطلاع اور دشمن کی سرکوبی کی تیاریاں

عباسؓ کا خط، لشکر قریش کی روانگی کی اطلاع

رسول اللہ ﷺ کو مکے سے آنے والے ایک قاصد نے رازدارانہ انداز سے سیّدنا عباسؓ کا ایک اہم خط پہنچایا۔ سیّدنا عباسؓ بدر میں قریش کے ہم راہ مسلمانوں سے جنگ کے لیے آئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کو بتادیا تھا کہ وہ نہ چاہتے ہوئے زبردستی لائے گئے ہیں۔ بدر میں وہ مسلمانوں کے ہاتھوں قید بھی ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اپنا فدیہ ادا کریں اور اپنے دونوں بھتیجوں عقیل اور نوفل کا بھی اور اپنے حلیف عتبہ کا بھی کیوں کہ تم ایک امیر آدمی ہو۔ جب انھوں نے فدیہ ادا کرنے کے لیے معذرت کی اور کہا کہ اُن کی اتنی مقدرت نہیں تو رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ پھر وہ رقم کہاں گئی جو تم نے اُمّ الفضل کی تحویل میں چھوڑی تھی تم دونوں تنہا ہی تھے جب تم نے ان سے کہا تھا اگر میں قتل کردیا جاؤں تو اس میں سے اتنا فضل اور عبداللہ کے لیے ہے، یہ سننا تھا کہ اسلام حقیتاً عباسؓ کے دل میں اتر گیا۔ عباسؓ نے کہا کہ میں اُس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا کہ اس گفتگو سے کوئی واقف نہیں سوائے میرے اور میری بیوی کے، میں جان گیا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ انہوں نے اپنا، اپنے دونوں بھتیجوں اور اپنے حلیف عتبہ کا فدیہ ادا کرنے پر رضامندی کا اظہار کردیا۔

جب قریش مکے میں انتقامی جنگ کی تیاریاں کررہے تھے سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ اُن کی ساری نقل و حرکت اور جنگی تیاریوں کا بڑے انہماک سے جائزہ لیتے رہے۔ جب لشکر تیار ہوگیا اور چلنے لگا تو سیّدنا عباسؓ نے اس کی ساری تفصیلات پر مشتمل ایک نوٹ تیز رفتار قاصد کے ذریعے فوراً ہی نبی ﷺ کی خدمت میں بھجوادیا۔ اس نے مکے سے مدینے تک کا کم و بیش پانچ سو کلومیٹر کا سفر تین دن میں طے کرلیا اور عباسؓ کا خط نبی ﷺ کے حوالے کیا۔ اس وقت آپؐ مسجد قباء میں تشریف فرما تھے۔ یہ خط سیّدنا اُبی بن کعبؓ نے نبی ﷺ کو پڑھ کر سنایا۔ آپؐ نے انھیں تاکید کی کہ رازداری کا اہتمام کرنا، یہ بات تمھارے ذریعے کسی اور کو معلوم نہ ہو۔ اور بلاتاخیر مدینہ تشریف لے گئے تاکہ اکابرین انصار و مہاجرین سے صلاح و مشورہ کیا جاسکے۔

مدینے میں حالتِ جنگ

ابتدائی مشاورت کے بعد تمام انصار و مہاجرین کو آگاہ کر دیا گیا کہ مکہ سے ایک لشکر مدینے پر حملے کے لیے روانہ ہو چکا ہے اور جلد ہی وارد ہونے والا ہے۔ تمام جاں نثار اس انتظار میں تھے کہ کیا حکم ملتا ہے۔ بدر کی فتح نے سب کو اپنے اللہ پر بہت ہی پر اعتماد کر دیا تھا، خاص طور پر وہ پیر و جوان جو بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے یا شریک ہوئے تھے اور شہادت نہ پا سکے تھے جنگ میں شرکت اور شہادت کی سعادت کے لیے بے تاب تھے۔ راقم کے لیے یہ بات لکھنا اور قارئین کے لیے اس بات کو پڑھنا بہت آسان ہے مگر واللہ ! یہ ایک ایسی کیفیت ہے کہ جسے ایمان میں فراوانی نہ ملی ہو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ مدینے میں حالتِ جنگ طاری ہو گئی اور عامۃ المسلمین کسی بھی طرح کے حملے سے نبٹنے اور جوابی وار کے متوقع اور سرخوشی کے ساتھ جانبازی کے لیے تیار ہو گئے۔ کسی بھی نوع کی صورتِ حال سے نبرد آزما ہونے کے لیے ہر وقت ہتھیاروں سے مسلح رہنے لگے۔ حتیٰ کہ نماز میں بھی ہتھیار اپنے جسم سے جدا نہیں کر رہے تھے۔

انصار نے بیعت عقبہ میں آپؐ پر اپنی جانیں نثار کر کے آپؐ کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا۔ اُس عہد کی پاس داری تھی کہ انصار کے دونوں قبیلوں، اوس اور خزرج کے سرداروں جو دونوں ہی سعد تھے یعنی سعد ابن معاذ اور سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کا کام کسی کو نہیں سونپا بلکہ بااصرار بہ نفسِ نفیس خود سنبھال لیا۔ یہ دونوں مسلح ہو کر اِن ایّام میں ساری ساری رات رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر کھڑے یا بیٹھے رہتے۔ جنگ سے ایک روز قبل جس شب اطلاع کے مطابق امکان تھا کہ لشکر لازمی مدینے کی سرحد پر پہنچ جائے گا رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے لیے اِن دونوں سعد کے ہمراہ انصار کے بڑے سربر آوردہ لوگوں میں سے اُسید بن حُضیر بھی انصار کے ایک مضبوط دستے کے ہم راہ پہرہ دینے میں شاملِ سعادت رہے۔

اِس رات اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو آنے والے دن کی اجمالی تفصیلات ایک خواب میں تمثیلاً دکھلائیں؛ آپؐ ایک مینڈھے پر سوار ہیں اس حال میں کہ ایک انتہائی مضبوط ایسی زرہ پہنے ہوئے ہیں جس میں سے نہ تیر پار ہو سکتا ہے اور نہ ہی جسے تلوار کاٹ سکتی ہے۔ آپؐ کی تلوار آپؐ کے ہاتھ میں ہے لیکن اس میں ایک دندانہ ہے آپؐ نے ایسی گائیں بھی دیکھیں جو آپؐ کی ملکیت تھیں جنھیں آپؐ کی آنکھوں کے سامنے قربان کر دیا گیا۔

جس طرح مسلمان نبی ﷺ کی جان کی حفاظت کر رہے تھے اُسی طرح شہر کی حفاظت کے لیے مدینے میں داخلے کے ممکنہ راستوں پر مسلح دستے گشت و حفاظت پر تعینات ہو گئے۔ [مؤلف کے گمان میں خاص طور پر اُن راستوں پر جہاں سے منافقین اور یہود، حملہ آوروں کی رہ نمائی اور مدد کر سکتے ہوں] اسی طرح کچھ دستوں نے

مدینے سے باہر نکل کر دشمن کی نقل و حرکت کا پتا لگانے کے لیے ان راستوں پر نقل و حرکت کی اطلاعات کی بہم رسانی کا کام شروع کر دیا جہاں سے مدینے پر حملہ کرنے کے لیے گزرنا لازمی تھا۔ موثر انٹیلیجنس کا نظام مکّی لشکر کی پیش رفت کی اطلاعات مدینے کو دے رہا تھا۔ عباسؓ کی جانب سے اطلاع ملنے کے چوتھے دن [یعنی روانگی کے ساتویں دن] مکّی لشکر، مدینے کے دامن میں پہنچ گیا تھا۔

مشرکین کا لشکر مکے کے مغرب سے نکلا پھر اُس کا رخ مشرق یعنی مدینہ کی جانب ہو گیا اور کاروانوں کے معروف راستے پر محوِ سفر رہا۔ جب اُس مقام پر پہنچا جہاں نبی اکرم ﷺ کی والدہ کا انتقال ہوا تھا، یعنی اَبْوَاء کے مقام پر پہنچا تو روایت ہے کہ کسی تجویز دینے والے نے ایک بڑی ہی کریہہ تجویز پیش کی کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ کی قبر کو اکھاڑ دیا جائے۔ لیکن سردارانِ قریش انتقام در انتقام کے چکر سے بخوبی واقف تھے، ایسی حرکت کے جو عواقب و نتائج نکل سکتے تھے اس کے خوف سے قائدین لشکر نے یہ تجویز ٹھکرا دی۔ لشکر پہلے وادیٔ عقیق سے گزرا، پھر مدینے کے مغرب میں مدینہ سے تقریباً پانچ میل [۸ کلومیٹر] دور کوہ اُحد کے قریب عینین نامی ایک مقام پر جو مدینہ کے شمال میں وادیٔ قناۃ کے کنارے پڑاؤ ڈالا۔ یہ جمعہ ۷ شوال ۳ھ کا واقع ہے۔

یہاں انہوں نے مختصر قیام کیا اس کے بعد وہ چند میل تک مدینہ کے مشرق میں آگے بڑھے اور آخر کار اُحد کے پہاڑ کے نیچے دور دور تک لہلہاتی فصلوں کے پھیلے ہوئے کھیتوں سے ملحق اُن میدانوں میں پڑاؤ ڈالا جہاں کھیتی باڑی تھی، یہ جگہ مدینہ کے شمالی جانب تھوڑی بلندی پر واقع ہے۔ رسولؐ اللہ نے جو جاسوس بھیجے تھے، وہ دوسری صبح کو واپس یہ خبر لائے کہ دشمن کی تعداد وہی ہے جیسی کہ مکے کے مخبروں نے اطلاع دی تھی۔ قریش کے ساتھ ثقیف کے ایک سو آدمی اور کنانہ اور دوسرے اتحادیوں کے دستے بھی فوج میں شامل ہیں۔ تھکے ماندے تین ہزار سے زائد اونٹ اور دو سو گھوڑے شہر کے شمالی علاقے میں موجود ہریالی پر ٹوٹ پڑے ہیں اور فصلوں کا ستیاناس کر رہے ہیں، اگر چند روز یہی سلسلہ جاری رہا تو ہریالی کا نشان مٹ جائے گا۔ مخبروں نے اس خیال کا بھی اظہار کیا کہ دشمن کسی جلدی کاروائی کے موڈ میں نہیں ہے، [نہ جانے کس انتظار میں ہیں؟ کیا منافقین اور یہود کے درمیان اپنے اتحادیوں سے کسی مناسب وقت کے اشارے کے منتظر ہیں]۔

مشرکین، یہود اور منافقین کا مشترکہ منصوبہ

مؤلِّف کا خیال ہے کہ دشمن اس بات سے بے خبر تھا کہ محمد ﷺ اور اُن کے ساتھی اُن کی حرکتوں اور

آمد و شُد سے باخبر اور جنگ کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔ مشرکین اس انتظار میں رہے ہوں گے کہ منافقین اور یہود کی جانب سے گرین سگنل ملے اور وہ اچانک شب خون ماریں، مسجدِ نبوی اور اُس سے ملحق تمام محلوں سے لے کر قبا تک گھر گھر کو اجاڑ دیں، مردوں کو قتل کریں اور اپنے حرم آباد کریں اور اپنے اصل ٹارگٹ یعنی اللہ کی پیغامبری کا دعویٰ کرنے والے اپنے ہاشمی بھائی محمد [ﷺ] کو قتل کر دیں۔ اُنھیں کیا خبر تھی کہ وہ نبی ملاحمؐ، رسولِ برحق بذاتِ خود سر تا پا لوہے میں غرق اِن کے علم برداروں کی کھوپڑیاں توڑنے کے لیے بس چند گھنٹوں کے فاصلے پر چلا آرہا ہے۔ اُس کے رب نے مدینے کی گلیوں میں جنگ کا کوئی موقع نہیں چھوڑا ہے۔ تاریخ منتظر ہے کہ دیکھیے قریش اپنے ارادوں میں کتنی کامیابیاں لے کر واپس جا سکیں گے؟

جب رسول اللہ ﷺ کو کفار کے لشکر کے پڑاؤ کی بابت خبر مل گئی تو فوری طور پر رسول اللہ ﷺ نے فوجی ہائی کمان کی مجلسِ شوریٰ منعقد فرمائی جس میں مناسب حکمتِ عملی اختیار کرنے کے لیے صلاح مشورہ کرنا تھا۔ آپؐ نے انھیں گزشتہ شب اپنا دیکھا ہوا خواب بتلایا۔ پھر آپؐ نے خود ہی اس کی تعبیر بیان فرمائی کہ مینڈھے پر سواری کا مطلب یہ ہے کہ ایک بڑا دشمن ہلاک ہو گا۔ تلوار میں دندانے / شکستگی کی یہ تعبیر بتلائی کہ آپؐ کے گھر کا کوئی آدمی شہید ہو گا اور محفوظ زِرہ کی یہ تعبیر بتلائی کہ اس سے مراد شہر مدینہ ہے، جس پر تیر و تلوار کار گر نہیں ہوں گے۔ گائے کی قربانی کی یہ تعبیر بتلائی کہ صحابہؓ کی ایک جماعت اس معرکے میں شہید ہو جائے گی۔ مشرکین کے لشکر کے دامنِ اُحد میں پڑاؤ کی اور فوری طور پر حملہ نہ کرنے کے موڈ کی اطلاعات اغلباً زوالِ آفتاب سے قبل [دس، گیارہ بجے صبح کے آس پاس] پہنچی ہیں۔ جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے کہ اللہ نے اپنی حکمت و مشیّت سے صلوٰۃ الجمعہ سے قبل ہی مسلمانوں کے اجتماع سے یہ فیصلہ کرا دیا کہ حملہ آوروں سے مقابلہ مدینے سے باہر نکل کر ہی ہو گا۔

جنگ کے لیے جگہ کا انتخاب

مسلمان چوں کہ اپنے شہر میں تھے، حملہ آور تعداد میں شہر کی قابلِ جنگ آبادی سے کہیں زیادہ تھے اس لیے ایک خیال یہ تھا شہر سے باہر نکلنے کی بجائے محصور ہو کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے، یعنی شہر کے اندر ہی قلعہ بند ہو جائیں۔ اب اگر مشرکین اپنے کیمپ میں پڑے رہتے ہیں تو بے مقصد اور بے فائدہ رہیں گے اور اگر مدینے میں داخل ہوتے ہیں تو مسلمان گلی کوچوں میں ان سے جنگ کریں گے اور عورتیں چھتوں کے اُوپر سے ان پر پتھر ماریں گی۔ تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کا رجحان بھی اسی رائے کی جانب تھا، راقم کا خیال

ہے کہ آپؐ خالی الذہن تھے اور اصحاب رضی اللہ عنہم، خصوصاً انصار کے مشورے سے کوئی فیصلہ کرنا چاہتے تھے اور پُرامید تھے کہ اللہ صحیح رہ نمائی اس مشورے ہی میں کرے گا۔ گزشتہ جنگ کی مانند اس مرتبہ براہِ راست اشارہ نہیں ملا تھا کہ کدھر جانا ہے [یاد رہے کہ پچھلی مرتبہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپؐ کو قافلے کے بجائے لشکرِ قریش سے ٹکرانے کا اشارہ دیا تھا] ممکن ہے کہ آپؐ کی ہائی کمان بھی اسی خیال سے ہم آہنگ ہو، تاہم آپؐ نے چاہا کہ اس فیصلہ پر عملدرآمد سے قبل ایک عام مشاورت ہو۔ چناں چہ آپؐ نے لوگوں سے مشورہ چاہا کہ شہر کے اندر رہتے ہوئے دشمن کا انتظار کیا جائے اور اُس کے داخل ہونے کی کوشش کے موقع پر مدافعت اور مقابلہ کیا جائے یا مدینے سے سے باہر نکل کر جنگ کی جائے؟ سب سے پہلے رئیس المنافقین نے زبان کھولی وہ اس مجلس میں خزرج کے ایک معروف و معتبر آدمی کی حیثیت سے شریک تھا اور کہا کہ ہمارا شہر ایسی دوشیزہ کی مانند ہے جس کو آج تک کسی نے تاراج نہیں کیا، ہم نے جب بھی شہر سے باہر نکل کر دشمن سے مقابلہ کیا تو ہمیں ہمیشہ نقصان ہی ہوا، جب کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ہم پر برے ارادے سے کوئی اس شہر میں داخل ہوا ہو اور بغیر نقصان اُٹھائے واپس جا سکا ہو، پس اے اللہ کے رسولؐ! قریش کو وہیں پڑا رہنے دیں کہ جہاں وہ ہیں جب تک وہ وہاں رہیں گے اندر آنے کے بارے میں امید اور خوف کی کشمکش میں مبتلا رہیں گے اور جب واپس جائیں گے تو خالی ہاتھ واپس جائیں گے اور انھیں کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

عبداللہ بن ابی کی یہ گفتگو بظاہر بڑی مدلل اور معقول تھی لیکن بدنیتی پر مبنی تھی اُس کا مقصد یہ تھا کہ وہ گھر میں بیٹھا رہے اور جنگ میں شامل سمجھا جائے، دشمنوں سے ساز باز رکھے، جنگ سے دور بھی رہے اور کسی کو اس کا احساس بھی نہ ہو۔ لیکن اللہ کی مشیّت کچھ اور تھی۔ اللہ نے چاہا کہ کچھ ہی عرصہ قبل بدر کے بعد مصلحتاً اپنے فوائد کے تحفظ کے لیے ایمان کا جھوٹا اعلان کرنے والے اس خزرجی کو جس کا مقصدِ زندگی یثرب کی بادشاہت ہے تمام مسلمانوں کے سامنے ایک دشمنِ دین و ایمان، منافق کی حیثیت سے بے نقاب کر دیا جائے۔ اہلِ ایمان کچھ اس سے ناواقف تھے اور اکثر پردہ پوشی سے کام لے رہے تھے، اللہ تو دلوں کا حال جاننے والا تھا اور اُس نے طے فرما لیا تھا کہ نفاق کا پردہ چاک ہو تا کہ تاقیامت اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جاں نثاروں کی جدوجہد میں روڑے اٹکانے والے کلمہ گو منافقین کا رول ماڈل سامنے رہے کہ وہ کس قسم کی باتیں اور حرکتیں کرتے ہیں اُن کے کفر و نفاق پر جو اُن کی رسومات اور ریاکاریاں پردہ ڈالتی ہیں وہ ہٹ جائے۔ عبداللہ بن ابی کی تجویز کیوں کر تسلیم نہ کی جا سکی؟ باوجودیکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُس کے کہنے اور تجویز

دینے سے پہلے اِسی انداز پر سوچ رہے تھے! مشاورت میں مباحثہ آگے بڑھتا ہے اور محمد ﷺ کا رب مجلس کو اُس نتیجے تک لے جاتا ہے جس کے نتیجے میں عبداللہ بن ابی کی تجویز کے برخلاف مدینے سے باہر نکل کر لڑنے کی بات طے ہوتی ہے اور نتیجتاً منافق کا نفاق طشت از بام ہوتا ہے۔

عبداللہ بن ابی نے اپنی گفتگو مکمل کی تو صحابہ کرامؓ میں سے مہاجرین اور انصار کے جہاں دیدہ بزرگ لوگوں کے چہروں پر عبداللہ ابن ابی کی تجویز کی حمایت کے آثار پائے گئے۔ چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے مدینہ ہی میں ٹھہرا جائے، عورتوں اور بچوں کو گڑھیوں میں بھیج دیا جائے۔ آپؐ کے اس اعلان پر فوراً صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک تعداد خصوصاً نوجوانوں کی اکثریت نے مدینے سے باہر نکل کر دشمن پر حملہ کرنے کی ادب کے ساتھ دبی زبان میں درخواست کی۔ ایک نوجوان نے کہا کہ ہمیں اپنی رہ نمائی میں دشمن سے مقابلے کے لیے لے چلیے، انھیں یہ کہنے کا موقع نہ دیجیے کہ ہم ان سے ڈر گئے ہیں یا یہ کہ لوگ گمان کریں کہ ہم ان کے مقابلہ میں کمزور ہیں۔ مجلس میں چہار جانب سے ادب کا لحاظ کرتی ہوئی باہر نکل کر مقابلہ کرنے کی آہستہ آہستہ تائید پائی گئی اور ایسا محسوس ہوا کہ اکثریت کی رائے وہی ہے جس کو نوجوان نے اپنے الفاظ میں ادا کیا ہے۔ کہنے والوں نے کہا کہ قریش نے ہماری کھڑی فصلوں کو تباہ و برباد کیا ہے اگر ہم دبکے بیٹھے رہے اور انھیں اس کی سزا نہ دی اور وہ یونہی واپس بغیر مار کھائے چلے گئے تو قریش کی ہی نہیں نجد کے تمام قبائل کی جسارتیں بڑھ جائیں گی۔ شہادت کے لیے بے قرار ایک صحابیؓ نے کہا کہ بدر میں تو ہم صرف تین سو تھے اور اللہ نے آپؐ کو ان پر غلبہ عطا کیا، اب تو ہم لوگ تعداد میں پہلے سے کافی زیادہ ہیں اور [شہادت پانے اور دشمنوں کو ڈھیر کرنے کے سال بھر سے] جس موقع کے منتظر تھے وہ چیز اللہ نے ہمارے دروازے پر بھیج دی ہے [کہ دروازہ سے باہر نکلیں اور اُسے دبوچ لیں]۔

باہر نکل کر جنگ کرنے کی بابت فضا کچھ اس طرح بن گئی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک خاصی قابل ذکر تعداد نے خصوصاً جو بدر میں شرکت سے رہ گئے تھے، بڑھ کر نبی ﷺ کو اصرار سے مشورہ دینے لگی کہ میدان میں تشریف لے چلیں اور انہوں نے اپنی اس رائے پر بڑے پیار سے، اسلام پر اپنی جانیں نچھاور کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ بعض صحابہؓ نے کہا: یارسول اللہ! ہم تو اس دن کی تمنا کیا کرتے تھے اور اللہ سے اس کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اب اللہ نے یہ موقع فراہم کر دیا ہے اور میدان میں نکلنے کا وقت آ گیا ہے تو پھر آپؐ ہمیں دشمن کے روبرو لے چلیں، کہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ مسلمان ڈر گئے ہیں۔ اس رائے کے پرجوش حامیوں میں سیّدنا

حمزہؓ بن عبد المطلب جیسی شخصیت بھی شامل تھی، جو معرکہ بدر میں اپنی تلوار کے بے نظیر جوہر دکھا چکے تھے۔ ماحول کچھ ایسا بن گیا کہ شہر سے باہر نکلنے کے لیے سعد ابن عبادہؓ اور دیگر اصحاب الرائے بھی اس تجویز کے ہم نوا ہو گئے۔ مسلمانوں کے سربراہ کے سامنے شہر سے باہر نکل کر لڑنے اور اندر رہ کر مدافعت کرنے، دونوں آراء کے حق اور مخالفت میں دلائل پوری شرح و بسط سے سامنے آ گئے، اُس کے سامنے اس جنگ کے اسباب و مقاصد بہت واضح تھے، اب اُسے فیصلہ کرنا تھا کہ کس رائے پر عمل کرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تمام دلائل کا جائزہ لیا اور غور فرما کر آخری فیصلہ یہ کیا کہ مدینے سے باہر نکل کر کھلے میدان میں دشمن سے نبٹا جائے اور یقیناً یہی اللہ کی مرضی تھی، اسی میں مسلمانوں کا فایدہ تھا۔

خثیمہ رضی اللہ عنہ کا خواب

اس کے بعد اجتماع میں سب سے سن رسیدہ صحابیؓ بولنے کے لیے اٹھے، یہ قبیلہ اوس کے خثیمہؓ تھے آپ نے ان دلائل کا اعادہ کرتے ہوئے جو اس سے قبل قلعہ بند ہو کر مدافعت کے خلاف کہے تھے ایسی بات کہی کہ جس کا تعلق ان کی اپنی ذات سے تھا۔ ان کے فرزند سعدؓ ان چند مسلمانوں میں سے تھے جو بدر میں شہید ہوئے تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ گزشتہ رات میں نے خواب میں اپنے بیٹے کو دیکھا انتہائی خوبصورت چہرہ تھا، اور میں نے دیکھا کہ کس طرح اس کی تمام تمناؤں کو پورا کیا گیا تھا کہ باغ میں ہر طرح کے میوے تھے۔ جن کا اللہ نے وعدہ فرمایا تھا، سب کچھ سچ پایا۔ میں ضعیف ہوں اور اپنے مالک سے ملنے کی تمنا ہے پس اے اللہ کے رسولؐ! میرے حق میں دعا فرمائیں کہ وہ مجھے شہادت عطا کرے اور مجھے اپنے بیٹے سعدؓ کے ساتھ جنت میں پہنچا دے رسولؐ اللہ نے ان کے حق میں دعا فرمائی آپؐ کی یہ دعا زیر لب ہی تھی کیوں کہ ان کی دعا لفظوں میں روایت نہیں ہوئی بعد میں ایک انصاری صحابیؓ بولنے کے لیے اٹھے یہ قبیلہ خزرج کے مالک ابن سنانؓ تھے اے اللہ کے رسولؐ ہمارے سامنے اب دو بھلائیاں ہیں یا تو اللہ ہم کو ان پر غلبہ عطا فرمائے گا اور ہم ان پر غالب آ جائیں گے و گرنہ ہمیں شہادت نصیب ہو گی مجھے اس کی کوئی فکر نہیں کہ ان دونوں میں سے کیا ہو گا کیوں کہ دونوں صورتوں میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔

شادی اور جنگ میں شرکت و شہادت

نماز کی ادائیگی کے بعد دو صحابیؓ رسول اللہ سے بات کرنے کے لیے ٹھہر گئے، ان دونوں کو ایک فوری اور اہم فیصلہ درپیش تھا۔ اُن میں ایک تو حنظلہؓ تھے جو ابو عامر کے بیٹے تھے وہی ابو عامر جس نے ابراہیمی لقب

اختیار کیا ہوا تھا اور جس کے بارے میں حنظلہؓ کو معلوم نہ تھا کہ وہ اس وقت اُحد کے نیچے دشمن کے لشکر میں موجود ہے یہ دن حنظلہؓ کی شادی کا دن تھا، شادی کی تاریخ کئی ہفتے پہلے طے پاچکی تھی۔ اُن کا رشتہ چچازاد بہن جمیلہ سے طے ہوا تھے جو عبداللہ بن ابن ابی کی بیٹی تھیں۔ حنظلہؓ شادی ملتوی کرنے پر بھی آمادہ نہ تھے اور جنگ میں بھی حصہ لینا چاہتے تھے، رسولؐ اللہ نے انھیں مشورہ دیا کہ شادی کرلیں اور رات مدینہ میں گزاریں کیوں کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے تو لڑائی شروع نہیں ہوگی اس لیے حنظلہؓ کے پاس کافی وقت ہوگا کہ وہ صبح ہونے کے بعد لڑائی سے پہلے پیدل میدان جنگ میں پہنچ جائیں ان کے لیے جنگ کا میدان ڈھونڈنا کوئی مشکل نہیں ہوگا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، ابو جابر کا خواب

دوسرے صحابی عبداللہ بن عمرؓ تھے خزرج کی شاخ بنی سلیمہ سے تعلق رکھتے تھے یہ وہی تھے جنھوں نے منیٰ کی وادی میں عقبہ ثانی کے موقع پر رسول اللہ کے دست مبارک پر بیعت فرما کر داخل اسلام ہوئے تھے۔ اب سے دو تین رات قبل عبداللہؓ نے ایک خواب دیکھا، جو خیثمہ کے اس خواب سے مختلف نہ تھا جو انہوں نے مشاورتی اجتماع میں بیان کیا تھا۔ اُن کے خواب میں ایک آدمی ظاہر ہوا عبداللہؓ نے انھیں پہچان لیا کہ وہ انصاری صحابی مبشرؓ ہیں۔ انہوں نے عبداللہؓ سے کہا کہ اب صرف کچھ ہی دن رہتے ہیں کہ تم ہمارے پاس آجاؤ گے۔ عبداللہؓ نے پوچھا کہ تم کہاں ہو؟ مبشرؓ نے جواب دیا جنت میں، ہم یہاں جو چاہیں کرنے کو آزاد ہیں۔ عبداللہؓ نے ان سے پوچھا کہ کیا تم بدر میں شہید نہیں ہوگئے تھے جواب ملا کہ ہاں ایسا ہی ہوا تھا لیکن مجھے دوبارہ زندگی عطا ہوئی ہے۔ عبداللہؓ جب رسولؐ اللہ کو اپنا خواب بتا چکے تو آپؐ نے فرمایا ابو جابرؓ یہی تو شہادت ہے۔ عبداللہؓ اس بات کو جانتے تھے لیکن دل میں یہ خواہش تھی کہ رسولؐ اللہ بھی اس کی تصدیق فرمادیں۔ اس کے بعد وہ اپنے گھر گئے تاکہ جنگ کی تیاری کریں اور بچوں سے رخصت لے لیں۔ اُن کی زوجہ کا انتقال عرصہ قبل ہو چکا تھا اور ان سے ایک بیٹا جابرؓ تھا جو ابھی سن رشد کو پہنچا تھا اور اس کے علاوہ سات بیٹیاں تھیں جو اپنے بھائی سے عمر میں بہت چھوٹی تھیں۔ جابرؓ مسجد سے پہلے ہی واپس آچکے تھے اور اپنے ہتھیار درست کر رہے تھے، وہ بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہوسکے تھے اس لیے اس بار رسول اللہ کی ہمراہی میں جنگ میں شرکت کے لیے بہت زیادہ مشتاق تھے لیکن ان کے والد کے دل میں کچھ اور ہی خیال تھا۔ انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا یہ مناسب نہیں کہ ہم بغیر کسی مرد کے انھیں اتنہا چھوڑ دیں، اُن کی مراد اپنی بیٹیوں سے تھی یہ جوان اور بے سہارا ہیں میں ان کے بارے

میں فکر مند ہوں لیکن اس کے باوجود میں رسول اللہ کے ساتھ ضرور جاؤں گا اور اللہ میری دعا قبول کرلے تو عین ممکن ہے کہ شہادت میرے نصیب میں ہو اس لیے میں ان کو تمھاری سرپرستی میں چھوڑ جاؤں گا۔

مشورے کا حاصل: باہر نکل کر جنگ کی جائے

اس مباحثے سے ایک بات صاف ہو گئی کہ ساری دلیلیں اور اُن کا وزن ایک طرف، لوگوں کی اکثریت دین سے اور شہادت سے محبت کی خاطر باہر نکل کر لڑنا چاہتی ہے اور شہر کی فصیل کے اندر محصور ہونے کو بزدلانہ محسوس کر رہی تھی، پس نبی ملاحم ﷺ نے فیصلہ کیا کہ باہر نکل کر دشمنوں پر حملہ کیا جائے گا۔ بعد میں سب لوگ نماز جمعہ کے لیے جمع ہوئے، نماز جمعہ کے خطبہ میں بھی دین اسلام کی سربلندی اور اُس کے لیے سرفروشی کی نصیحت تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فتح تمھاری ہی ہو گی اگر تم ثابت قدم رہے پھر آپؐ نے دشمن کے مقابلے کے لیے تیار ہونے کا حکم فرمادیا، یہ سن کر اہلِ ایمان کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، وہ جانتے تھے اگر شہادت مل گئی تو منزلِ مراد، فتح پائی تو غلبہ دین واسلام، بصورتِ دیگر جہاں اللہ لے جانا چاہے گا خوشی خوشی جائیں گے، اُس کے احکامات کے مطابق اُس کے رسول کی اطاعت میں زندگی کا سودا اللہ کی رضا اور جنتوں کے عوض طے ہو چکا تھا، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رسولؐ کے مخلص ساتھی ایمان کے اُس بلند ترین معیار پر تھے جس پر مقرب ملائکہ ہوتے ہیں۔ قریش جن مقاصد کے لیے جنگ کرنے آرہے تھے اُن کے مقابلے میں مسلمانوں کے جوابی مقاصد ہم ذیل میں اس نشان ⇔ کے ساتھ تحریر کر رہے ہیں:

قریش کے جنگی مقاصد ⇔		مسلمانوں کے جوابی اہداف
❶ محمد [ﷺ] کو قتل کرنا	⇔	رسول اللہ ﷺ کی جان کی حفاظت کرنا
❷ جنگ بدر کی شکست کا انتقام لینا	⇔	اِس بار جنگ بدر سے بڑھ کر اتنی مار لگانا کہ شکست تسلیم کرلیں
❸ نئے دین [اسلام] کے جھنجھٹ سے نجات پانا	⇔	مشرکانہ جاہلیت کو ختم کرنا[۱۳]
❹ تجارتی شاہراہوں کی بحالی	⇔	مکے اور حرم کعبہ کے دروازے مسلمانوں پر کھلوانا
❺ مدینے کی اینٹ سے اینٹ بجانا	⇔	ہر زندہ قوم کی طرح اپنے شہر یعنی مدینہ کی حفاظت کرنا

۱۳ ایک خالق ومالک کو چھوڑ کر غیر اللہ کو معبود جاننا اور وحی الٰہی کے بغیر انسانی عقل اور تجربے کی بنیاد پر نظامِ زندگی کو بنانا۔

باب# ۱۴۵

غزوہ اُحد - ۳: وادی کوہ اُحد

میدانِ اُحد جنگ کے لیے گرم ہو گیا

اسلامی لشکر کی ترتیب اور میدانِ جنگ کے لیے روانگی

قِتال کے لیے روانگی بعد عصر ہو گی، جمع ہونے کے لیے عصر تک کا وقت کافی تھا۔ چناں چہ جب آپؐ نے عصر کی نماز پڑھی تو اس وقت تک لوگ جمع ہو چکے تھے۔ بالائی مدینہ اور مدینے کے قرب و جوار کے باشندے بھی آ چکے تھے۔ نماز کے بعد آپؐ اپنے حجرے کے اندر تشریف لے گئے۔ نماز کے بعد رسولؐ اللہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو اپنے ساتھ لے کر اپنے مکان میں تشریف لے گئے، انہوں نے جنگ کے لیے زرہ زیب تن کرنے اور تیار ہونے میں آپؐ کی مدد کی اور خود کے اوپر عمامہ باندھا۔ آپؐ نے نیچے اوپر دو زِرہیں پہنیں، کمر پر تلوار لٹکانے والا چمڑے کا کمر بند تک باندھا ہوا تھا اور آپؐ کی میان میں تلوار اور پشت پر ڈھال لٹکی ہوئی تھی۔ ہتھیار سے آراستہ ہو کر نبی ملاحم صلی اللہ علیہ وسلم لوہے میں غرق اپنی زندگی کے سنگین ترین معرکہ قِتال پر اپنے ساتھیوں کو لے جانے کے لیے آ گئے۔

مسجد میں لوگ آپؐ کے حجرے سے باہر تشریف لانے کے منتظر تھے۔ انصار کے بزرگوں نے یہ خیال کیا کہ آپؐ نے لوگوں کے اصرار پر اپنی رائے ترک کر دی ہے۔ اس انتظار کے دوران سیّدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے خاندان والوں کی سرزنش کرتے ہوئے کہا تم لوگوں نے سوائے اس سے کہ آسمان سے کوئی حکم آئے رسول اللہؐ کو ان کی مرضی کے خلاف باہر جانے پر مجبور کیا، پس معذرت کرو اور معاملہ اُن پر چھوڑ دو، اسی طرح اُسَید بن حُضیر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا کہ آپ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کی ایک رائے کے برخلاف میدان میں نکلنے پر زیادہ اصرار کے ساتھ آمادہ کیا ہے، لہٰذا معاملہ آپؐ ہی کے حوالے کر دیجیے کہ جیسا چاہیں ویسا ہی فیصلہ کر لیں۔ یہ سن کر سب لوگوں نے ندامت محسوس کی اور جب آپؐ باہر تشریف لائے تو لوگوں نے دست بستہ عرض کی کہ یارسول اللہ! ہمیں اپنی تجویز پر اصرار نہیں کرنا چاہیے، آپؐ کو جو راہ پسند ہو وہی اختیار فرمائیے۔ اگر آپؐ کو یہ پسند ہے کہ مدینے میں رہیں تو اللہ کے نبیؐ ایسا ہی کیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: "کوئی نبی جب اپنی زرہ پہن لے تو مناسب نہیں کہ وہ اُسے اتار دے تا آں کہ اللہ اس کے اور اس کے دشمن کے درمیان فیصلہ فرمادے۔" پس، اب اس کی فکر کرو جو میں نے تمھیں حکم دیا ہے اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو، اگر تم نے ثابت قدمی دکھائی تو فتح یقینی ہے۔ جو کچھ روایات سے ہمیں معلومات مہیا ہوئی ہیں اور پھر جو کچھ نتائج سامنے آئے، وہ گواہی دیتے ہیں کہ باہر نکل کر مقابلہ کرنے پر آپ ﷺ کا دل کامل طور پر مطمئن ہو گیا تھا، ایسا نہیں تھا کہ مسلمانوں کا مفاد کسی چیز میں ہو اور اللہ کا رسولؐ صرف لوگوں کے اصرار پر کوئی دوسرا فیصلہ کرے۔ پھر غزوہ اُحد کے سارے معاملے پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی اللہ تعالیٰ کی مرضی تھی تاکہ منافقین کے نفاق کا پردہ چاک ہو جائے اور آنے والے دنوں میں اُن سے خبردار رہ کر غلبہ دین کے مشن کو آگے بڑھایا جا سکے۔

اس کے بعد نبی ﷺ نے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا اور تین نیزے طلب کیے اور ان نیزوں پر پرچم باندھے۔ آپؐ نے اوس کا علم اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو اور خزرج کا حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو دیا۔ حبابؓ کو پرچم دیا جانا اُن کی اُس جنگی مہارت کا اعتراف تھا جس کا اظہار اُنھوں نے میدانِ بدر میں اگلے چشموں تک جا کر پانی پر قبضہ کرنے کی تجویز کے ذریعے دیا تھا اور واقعی وہ تدبیر جنگ بدر جیتنے میں ایک مقام رکھتی ہے۔ مہاجرین کے علم بردار سیّدنا مُصعب بن عُمیر عبدری رضی اللہ عنہ ٹھہرے۔ پوری سپاہ کے وہی علم بردارِ اوّل تھے، وہ مہاجر ضرور تھے لیکن یثرب کو مدینۃ النبی میں تبدیل کرنے والوں میں اسد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے بعد اُن ہی کا نام آتا ہے۔ یہی وہ مہاجر اوّل تھے جن پر کوئی انصاری سب سے زیادہ اعتماد کر سکتا تھا اور محبت کرتا تھا، بدر کا علم بردار، رسول عربیؐ کا ہم شکل، حسین و جمیل، دو ہجرتیں کرنے والا آج اپنی جاں نذر کرنے اور اپنے مرحوم دوست اسد بن زرارہ رضی اللہ عنہ سے ملنے جا رہا تھا۔ مسجد سے میدانِ جنگ کی طرف نکلتے ہوئے مسجد میں امامت کے فرائض کی ادائیگی کے لیے عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کو مامور کیا۔ اس کے بعد آپؐ اپنے گھوڑے 'سکب' پر سوار ہوئے اور اپنی کمان طلب کر کے اسے اپنے کاندھے پر ڈال کر ہاتھ میں نیزہ تھام لیا۔ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ دوسرا کوئی بھی مجاہد سواری پر نہ تھا اگرچہ ابو بردہؓ کے پاس بھی ایک گھوڑا تھا۔ دونوں سعد رضی اللہ عنہما [بن معاذ اور بن عبادہ] آپؐ کے آگے آگے دوڑ رہے تھے، آپؐ کے دائیں بائیں اور پیچھے چلنے والوں کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی۔

نوجوان لڑکوں کا شوقِ شرکتِ جہاد

مدینہ اور اُحد کے درمیان ایک مقام 'شیخین' ہے، مجاہدین یہاں پہنچے تو سورج غروب ہوا چاہتا تھا، قافلہ

ٹھہر گیا، سیّدنا بلالؓ نے اذان دی اور سپہ سالارِ اعلیٰ کی امامت میں جو اللہ کا رسول ؐ بھی تھا سب نے یہیں صلوٰۃ المغرب ادا کی اور عشاء کی نماز پڑھی۔ جس کے بعد سالارؐ نے فوج کی صفوں کا معائنہ کیا، اِس معائنے کے دوران آپؐ نے آٹھ (۸) کم عمر لڑکوں کو مجاہدین کی صفوں سے علیحدہ کیا، یہ اپنی ماؤں کے دل و جگر کے ٹکڑے تھے، جو شوقِ شہادت میں اپنی ماؤں سے اجازت لے کر قتالِ دشمنانِ دین کے لیے آئے تھے، اِن کی ماؤں نے اس امید پر اِن کو بھیجا تھا کہ شہید کی بیوہ کے ساتھ شہید کی ماں کا اعزاز بھی مل جائے تو کیا کہنے اور اگر دونوں ہی غازی بن کر آئیں تو پھر تو کیا ہی کہنے۔ اپنی کم سنی کے باوجود جہاد میں شرکت کی توقع پر لشکر کے ساتھ آگئے تھے ان آٹھ لڑکوں میں سے زیدؓ کا بیٹا اسامہؓ اور چچا کا بیٹا عبداللہؓ دونوں محض تیرہ تیرہ برس کے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں اور ان کے چھ دوستوں کو فوراً مدینہ واپس جانے کی ہدایت کی۔ رافع اور سمرہ دو لڑکوں [رضی اللہ عنہما] نے چاہا کہ فیصلے پر نظر ثانی ہو، انصار میں سے ایک صحابیؓ نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ اوس کے قبیلے حارث کا پندرہ سالہ رافع بڑے، بڑوں سے کہیں بہتر تیر انداز ہے پس رافع کو ساتھ چلنے کی اجازت دے دی گئی اس پر نجدی قبائل سے تعلق رکھنے والے یتیم نوجوان سمرہ نے دعوی کیا کہ وہ کُشتی میں رافع کو زیر کر سکتا ہے، رسول اللہ نے فرمایا کہ تم دونوں اپنے دعووں کو ثابت کر کے دکھاو۔ رافعؓ نے اپنی کارگردگی کا مظاہرہ کیا اور سمرہؓ نے بھی رافع کو کشتی میں پچھاڑ کر دکھادیا، ان دونوں کو جنگ پر جانے کی اجازت مل گئی اور دوسرے بچوں کو [شاباشی اور پیار سے اور آیندہ بہت مواقع ملنے کی امید دلا کر] ان کے گھر والوں کے پاس واپس بھیج دیا [گیا ہوگا]۔

مسلم سپاہ کا اُحد پہنچنے سے پہلے رات کا پڑاؤ

اب اندھیرا پھیلنا شروع ہو گیا ہے یہ مناسب جانا گیا کہ رات یہیں شیخین میں گزاری جائے۔ سالارؐ کی ہدایت تھی کہ لشکر صبح منہ اندھیرے ہی شیخین سے کوچ کر جائے۔ رات میں دشمن کی جانب سے یا یہود اور منافقین کی جانب سے کسی کاروائی کا مقابلہ کرنے کے لیے پچاس مجاہدین منتخب فرمائے جن کا کام پڑاؤ کے چہار جانب نظر رکھنا تھا۔ اس گروپ کی قیادت گستاخِ رسول اور دشمنِ دین و ایماں کعب بن اشرف یہودی کا سر اُتار کر لانے والے محمد بن مسلمہ انصاریؓ کو دی گئی۔ ذکوانؓ بن عبداللہ بن قیس، سالارِ اعلیٰ، رسول اللہ ﷺ کی خصوصی حفاظت پر مامور تھے۔ عبداللہ ابن ابی رات گئے تک اپنے قریبی ساتھیوں سے کھسر پھسر کرتا رہا تھا۔ آخر شب طلوع فجر سے کچھ پہلے خیمے اکھاڑے گئے اور لشکر چل پڑا۔ اُحد کے دامن تک پہنچنے کے لیے متعدد پر پیچ پہاڑی راستے تھے۔

قریش مکہ توقع کر رہے تھے کہ اگر حالات سازگار ہوئے اور یہود و منافقین نے گرین سگنل دیا تو اپنے حلیفوں کے ساتھ مل کر مدینے کی ایک ایک گلی میں جنگ ہوگی اور اندرونی امداد سے وہ مدینے کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے اور اگر ایسا نہ ہوا اور مسلمان شہر سے باہر نکل کر ان کے مقابلہ پر آئے تو انھیں اپنی عددی برتری اور زبردست گھڑسوار دستوں کی مدد سے ذرا سی دیر میں ایک چھوٹی سی فوج کو شکست دینے میں کوئی مشکل نہیں ہوگی، جس کے بعد مدینے میں داخل ہونا، جائیدادوں پر قبضہ کرنا اور حرم آباد کرنا کیا مشکل تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو اس صورتِ حال کا بخوبی اندازہ تھا اور آپؐ نے شہر سے باہر نکل کر مقابلے کے فیصلہ کے باوجود قریش کی جنگی اسٹریٹیجی کو ناکام بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔ یہ علاقہ بنو حارثہ کا تھا چناں چہ قبیلہ بنو حارثہ کے ہی کسی ایسے شخص کی آپؐ کو تلاش تھی جو ان پہاڑی راستوں، وادیوں اور گھاٹیوں کو اچھی طرح جانتا ہو اور جو اس علاقے کی اونچ نیچ سے ماہرانہ واقفیت رکھتا ہو۔

سازش کے مطابق عبداللہ بن ابی کا جنگ سے پیچھے ہٹنا

یہ وہ مبارک ساعت تھی جب منافقوں کا نفاق طشت از بام ہوا اور ایک ایک منافق پہچان لیا گیا۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی نے خاموشی سے اعلانِ بغاوت کر دیا! تین سو منافقین پر مشتمل کم و بیش ایک تہائی لشکر کو لے کر مدینہ کو لوٹ گیا، اِن میں کچھ بہکائے میں آئے ہوئے شک کے مارے بھی تھے۔ بن ابی نے رسول اللہ ﷺ سے نہ کوئی شکایت کی اور نہ ہی اپنے تحفظات کا کوئی اظہار کیا۔ تین سو افراد کے نکل جانے کے بعد اب مسلمان لشکر کی تعداد صرف سات سو رہ گئی تھی۔ اس بغاوت کے بعد [خس کم جہاں پاک] رسول اللہ ﷺ نے باقی ماندہ لشکر کو لے کر دشمن کی جانب پیش قدمی کو جاری رکھا۔ جب بعض انصاری صحابہؓ نے اُس کو اِس غدّاری پر ٹوکا اور اللہ کا خوف دلایا تو اس نے جواب دیا کہ رسولؐ اللہ نے میری بات نہ مانی اور نوجوان لڑکوں اور دو ٹکے کے لوگوں کی باتوں میں آگئے! میری عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ ہم ایسے مقام پر اپنی جانیں ضائع کریں جو عسکری اعتبار سے انتہائی غیر محفوظ ہے۔ سیّدنا جابرؓ کے والد عبداللہ بن حرامؓ لَوٹنے والے گروہِ منافقین کے پیچھے گئے اور غدّاروں پر حجت تمام کرنے کے لیے اُن سے کہا کہ میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اپنی قوم اور اپنے رسولؐ کو دشمن کے سامنے چھوڑ کر مت جاؤ، لیکن جانے والوں نے بے پرواہی سے جواب دیا کہ اگر ہمیں یقین ہوتا کہ کوئی جنگ ہوگی تو ہم تمھارا ساتھ نہ چھوڑتے لیکن ہمیں معلوم ہے کہ جنگ وَنگ نہیں ہو رہی۔ یہ جواب سن کر عبداللہ بن حرامؓ یہ کہتے ہوئے واپس آگئے کہ او، اللہ کے دشمنو! تم پر اللہ

کی مار۔ خبردار! اللہ اپنے نبیؐ کو تم سے مستغنی کردے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے منافقین کے اس روّیے پر نہ کوئی توجہ دی اور نہ ہی بن ابی کو منانے کے لیے کسی کو اشارہ کیا، خس کم جہاں پاک!

عبداللہ بن ابی کی علیحدگی کا مقصد

مبارکپوریؒ، اس کی علیحدگی کے سبب کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: "یقیناً اس علیحدگی کا سبب وہ نہیں تھا جو اس منافق نے ظاہر کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی بات نہیں مانی، کیوں کہ اس صورت میں جیشِ نبوی ﷺ کے ساتھ یہاں تک اس کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اسے لشکر کی روانگی کے پہلے ہی قدم پر الگ ہو جانا چاہیے تھا۔ اس لیے حقیقت وہ نہیں جو اس نے ظاہر کی تھی بلکہ حقیقت یہ تھی کہ وہ اس نازک موڑ پر الگ ہو کر اسلامی لشکر میں ایسے وقت اضطراب اور کھلبلی مچانا چاہتا تھا جب دشمن اس کی ایک ایک نقل و حرکت دیکھ رہا ہو، تاکہ ایک طرف تو عام فوجی نبی ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیں اور جو باقی رہ جائیں ان کے حوصلے ٹوٹ جائیں اور دوسری طرف اس منظر کو دیکھ کر دشمن کی ہمت بندھے اور اس کے حوصلے بلند ہوں۔ لہٰذا یہ کارروائی نبی ﷺ اور ان کے مخلص ساتھیوں کے خاتمے کی ایک مؤثر تدبیر تھی جس کے بعد اس منافق کو توقع تھی کہ اس کی اور اس کے رفقاء کی سرداری و سربراہی کے لیے میدان صاف ہو جائے گا۔ قریب تھا کہ یہ منافق اپنے بعض مقاصد کی برآوری میں کامیاب ہو جاتا، کیوں کہ مزید دو جماعتوں، یعنی قبیلہ اوس میں سے بنو حارثہ اور قبیلہ خزرج میں سے بنو سلمہ کے قدم بھی اکھڑ چکے تھے اور وہ واپسی کا سوچ رہے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی دستگیری کی اور یہ دونوں جماعتیں اضطراب اور ارادۂ واپسی کے بعد جم گئیں۔" [مبارکپوریؒ، الرحیق المختوم، صفحہ: ۲۴۵-۲۴۶ مطبوعہ ۱۹۹۹، لاہور]

مُؤلّف کو عبداللہ بن ابی کی اس حرکت کے پیچھے، اوپر مذکورہ توجیہ سے بڑھ کر کسی سازش کے عنصر کی بو محسوس ہوتی ہے۔ مشرکین نے یقیناً مدینے پر حملے سے قبل یہود و منافقین کے ساتھ کوئی معاہدۂ تعاون کیا ہو گا، جس پر عمل درآمد کی صورت دو اسباب سے ممکن نہ ہو سکا ہو گا، اوّلین یہ کہ طے ہوا ہو گا کہ میثاقِ مدینہ کی آڑ لیتے ہوئے یہود مدینے کے دفاع کے نام پر قریشِ مکہ کے خلاف جنگ میں نبی ﷺ کا ساتھ دینے کا اعلان کریں گے۔ جیسا کہ عبداللہ بن ابی ظاہراً اپنے ایمان کا اعلان کر چکا ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کو مدینے میں رہ کر دفاع کرنے پر آمادہ و مجبور کرے گا۔ ہر فرد اپنے گھر میں رہتے ہوئے در آنے والی فوج کا دروازے پر گوریلا طرز سے مقابلہ کرے گا۔ چوں کہ کوئی مرکزی کمانڈ نگرانی نہیں کر سکے گی، کوئی نہیں جان سکے گا کہ کس گھر پر مزاحمت

ہوئی ہے اور کس گھر میں حملہ آوروں کو خوش آمدید کہا گیا ہے اور کس گھر سے پڑوسیوں کو مارنے اور مدینہ کے اندرونی کم زور دفاعی پہلوؤں کو آشکار کرنے کی خدمت انجام دی گئی ہے۔ یہ سازش اُس وقت ناکام ہوگئی جب مخلصین نے عبداللہ بن ابی کے برخلاف مدینے سے باہر نکل کر مشرکین سے دو دو ہاتھ کرنے پر اصرار کیا، اور رسول اللہ ﷺ نے باہر نکل کر جنگ کرنے کا فیصلہ کر دیا، مدینے میں رُکنے کی درخواست پر صاف جواب دیا کہ یہ نبی کے شایانِ شان نہیں کہ ہتھیار بند ہو کر وہ فیصلے کے بغیر ہتھیار رکھ دے۔

کم نصیب، بن ابی نے پہلے ہی مرحلے پر منہ کی کھانے کے بعد جلد بازی میں یہود کے مشورے سے یہ طے کیا ہوگا کہ بن ابی یہود کے ایک دستے کو اپنے ساتھ جنگ کے لیے مسلمانوں کے ہم راہ لے کر چلے اور منافقین اور یہود عین میدانِ جنگ میں کسی طور افراتفری مچائیں، پیٹھ موڑ کر پسپا ہونے کا تاثر دیں، مالِ غنیمت پر جھگڑا کریں، موقع ملے تو پیچھے سے مسلمانوں کو مارنا شروع کر دیں، موقع پاکر رسول اللہ ﷺ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں اور آگے سے قریش اُن پر دباؤ تو ڈالے ہی ہوئے ہوں گے۔ سازش کا یہ عنصر بھی اس لیے کار آمد نہ ہوا کہ بن ابی کے لائے ہوئے یہود کے دستے کو دیکھ کر آپؐ نے اُن کو اپنے ساتھ لے جانے اوراِن سے دورانِ جنگ کسی نوع کا تعاون حاصل کرنے سے انکار کر دیا۔ اب جو کچھ زیادہ سے زیادہ بن ابی کر سکتا تھا وہی تھا جو اُس نے عین دشمن کی نگاہوں کے سامنے اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر علیحدگی اختیار کر کے مسلم فوج میں تفرقہ ڈالنے اور ہمتیں پست کرنے کے لیے کیا۔ [گمان کرنے کے لیے کافی موقع ہے کہ سازش کے مطابق جو منافق اُس کے ساتھ واپس نہیں گئے ہوں گے اُن کے ذمہ دوران جنگ بد نظمی مچانا اور غدّاری سے دشمن کی مدد کرنا رہ گیا ہوگا، واللّٰہُ اَعلم۔] اِس کا دشمنانِ دین کو کیا فائدہ پہنچا اور مسلمانوں کو کتنا نقصان، اس پر گفتگو غزوہ اُحد پر بات مکمل ہونے پر بتوفیقِ الٰہی ممکن و مناسب ہوگی۔ اتنی بات بہت واضح ہوگئی کہ تمام اہلِ ایمان پر بن ابی کا نہ صرف منافق ہونا کھل گیا بلکہ اُس کے تمام پوشیدہ ساتھیوں کی نام بنام فہرست دلوں پر نقش ہوگئی۔

مسلم سپاہ علی الصبح مشرکین کے لشکر کے سامنے

آپؐ نے دریافت کیا کہ کوئی [راستوں کو جاننے والا] آدمی ہے جو ہمیں دشمن کے پاس سے گزرے بغیر کسی قریبی راستے سے دامنِ کوہ اُحد تک لے چلے۔ ابو خَیْثَمہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اس خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ ابو خَیْثَمہؓ کی رہ نمائی میں انہوں نے ایک چھوٹا اور آسان راستا اختیار کیا جو مشرکین کے لشکر کو

مغرب کی جانب چھوڑتا ہوا بنو حارثہ کے حرہ اور کھیتوں سے گزرتا تھا۔ راستے میں مربع بن قیظی کا باغ آتا تھا، مربع منافق بھی تھا اور نابینا بھی۔ اُس نے لشکر کی آمد محسوس کی تو مسلمانوں کے چہروں پر خاک ڈالنے لگا اور کہا کہ اگر آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں تو یاد رکھیں کہ آپؐ کو میرے باغ میں آنے کی اجازت نہیں، جاں نثاروں نے چاہا کہ اُسے قتل کر دیں لیکن آپؐ نے فرمایا: اسے قتل نہ کرو۔ یہ دل اور آنکھ دونوں کا اندھا ہے۔

مسلم سپاہ تھوڑی دور تک دشمن کے کیمپ کی جانب اُس وقت تک بڑھتی رہی جب تک اندھیرے کا پردہ تھا۔ وہ ایک جانب ہو کر آتش فشانی چٹانوں کے پار ہوئے اور کوہ اُحد کی تنگ گھاٹی کے جنوب مشرقی سرے تک پہنچ گئے پھر مڑتے ہوئے انہوں نے گھاٹی کی شمال مغربی سمت میں پیش قدمی کی یہاں تک کہ سویرے کے دھندلکے میں قریش کا فوجی کیمپ نظر آ گیا وہ اس سے ذرا بائیں جانب اور تھوڑے سے نشیب سے چلتے رہے یہاں تک کہ وہ پورے طور پر کوہ اُحد کی گھاٹی اور دشمن کے درمیان آ گئے۔ اِس تنگ جگہ میں نہ اُن کی عددی برتری کام آئے گی اور نہ ہی گھڑ سوار دستے کوئی بڑا جوہری کارنامہ دکھا سکیں گے۔

مسلم سپاہ کوہِ اُحد کے قریب پہنچ گئی جس کی دوسری جانب مشرکین کا کیمپ تھا یوں دشمن کے کیمپ اور مسلمانوں کے درمیان اُحد کا پہاڑ حائل تھا۔ رسولؐ اللہ چاہتے تھے کہ ایسی ترتیب بن جائے کہ دشمن کے کیمپ پر سے گزرے بغیر اُحد کے دامن میں اس طرح پہنچ جائیں کہ مسلمان لشکر پہاڑ اور دشمن کے درمیان ہو جائے، پہاڑ پشت پر ہو اور دشمن سامنے ہو۔

رسولؐ اللہ کو پہاڑی ڈھلوانوں کی کچھ بلندی پر اپنا کیمپ قائم کرنے کے لیے مناسب جگہ کو منتخب کرنا تھا جوں ہی یہ مناسب جگہ مل گئی تو آپؐ نے حکم دیا کہ لشکر وہیں پر رک جائے اور مجاہدین اپنی سواریوں سے اتر آئیں۔ بلالؓ نے اذانِ فجر دی اور نمازی صفیں ترتیب دے کر اس طرح کھڑے ہو گئے کہ ان کی پشت پر اُحد کا پہاڑ تھا۔ جنگ کے لیے بھی ان کی یہی ترتیبِ صف آرائی تھی کیوں کہ مکہ کی جانب سے آیا ہوا دشمن سامنے تھا اور اُحد کے پیچھے نبیؐ کا شہرِ پناہ، مدینہ۔

نبی ملاحم ﷺ کا نمازِ فجر کے بعد خطبہ

نماز کی امامت فرمانے کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے مختصر تقریر فرمائی [خطبہ دیا] جس میں آپؐ نے اپنے رفقاء پر یہ بات واضح فرمائی کہ بلاشبہ آج کے دن ہر اس شخص کے لیے جو [اِس مقصد کا] شعور رکھتا ہے، جس بڑے کام کے لیے تم لوگ یہاں آئے ہو، [زمین پر کلمۃ اللہ کے غلبے کے لیے ہماری کوششوں سے دشمن جس طرح

سے عاجز ہو کر اور تلملا کر ہم سے نجات حاصل کرنے آیا ہے، اُس کو بے دریغ قِتال سے رُسوا کرنا اور مقصد میں ناکام کر دینا آج ہمارا اصلی کام ہے] اُس کی انجام دہی، دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی کی ضمانت ہے۔ [پس قابل مبارک ہے وہ کہ] جسے ادراک ہو کہ ہمیں کس صورت حال کا سامنا ہے اور اس نے اپنی پوری کوششوں اور دل و جان کو خلوص کے ساتھ حصولِ مقصد پر مرکوز کیا ہوا ہے۔ [قال او کما قال] جب آپؐ کا خطبہ ختم ہوا تو آپؐ نے دیکھا کہ دشمنِ دین و ایمان راہب (فاسق) ابو عامر کے بیٹے حنظلہؓ چلے آرہے ہیں، انھوں نے سلام کیا اور سپاہ جاں نثاران میں شامل ہو گئے، وہ میدانِ جنگ میں وقت پر پہنچ کر جان دینے کے لیے رئیس المنافقین کی مومنہ بیٹی جمیلہ کے ساتھ شب عروسی کو نامکمل چھوڑ کر مدینہ سے شب کی تاریکی میں نکلے اور سیدھے آپؐ کو ڈھونڈتے ڈھانڈتے پہنچے تھے، کل شام ہی اُن کی شادی ہوئی تھی!

مکی لشکر کی تنظیم و علم برداری

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین جو بدر میں ایک بھیڑ کی شکل میں صف آرا مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے، اپنی کم زوری جان گئے تھے، اِس مرتبہ وہ بھی صف بستہ اور منظم کیے گئے تھے۔ ابو سفیان ان کا سپہ سالار تھا۔ جس نے لشکر کے بالکل بیچ میں اپنی جگہ بنائی تھی۔ مَیمنہ پر خالد بن ولید تھے جو ابھی مشرک تھے، مَیْسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل تھا۔ پیدل فوج کی کمان صفوان بن امیہ کے پاس تھی اور تیر اندازوں پر عبد اللہ بن ربیعہ مقرر ہوئے۔

حسبِ روایت مشرک فوج کا جھنڈا [عَلَم] عبد الدّار کے پاس تھا[14]، اور وہ اس پر فخر کرتے تھے۔ پھر مکے میں نسلاً بعد نسلاً جو دستور چلا آرہا تھا اس کے مطابق کوئی شخص اس منصب کو چھیننا تو درکنار مانگ بھی نہیں سکتا تھا، جس طرح سے کوئی بادشاہ سے تخت و تاج نہیں مانگتا، تاہم اس منصب سے یہ توقع کی جاتی تھی کہ علم بردار سب سے زیادہ جاں نثار ہو گا اور کسی طور اس جھنڈے کو گرنے نہیں دے گا تا آں کہ مر نہ جائے اور وہ بھی بہادری کے بے مثال جوہر دکھا کر۔ پچھلی جنگ میں بنو عبد الدار کے مصعب بن عمیر اسلامی سپاہ کے علم

---

14 قریش کے بزرگ قصی [زید بن کلاب بن مرہ] نے بنو خزاعہ اور بنو بکر سے جنگ کر کے کعبہ کی تولیت حاصل کر لی تھی، بوقت مرگ اپنے بڑے بیٹے عبد الدّار کو کعبہ کی کنجیاں دیں اور کہا کہ تم حاجیوں کو کھلانے پلانے کے ذمہ دار ہو۔ قریش کوئی صلاح مشورہ کرنا چاہیں تو تمھارے گھر دار الندوہ میں کریں گے، جنگ کرنا ہوئی تو قریش کا پرچم بھی تم ہی اٹھاؤ گے۔ قصی کے انتقال کے بعد حج و کعبہ کے انتظامات اور تولیت کے تمام امور تو بنو عبد الدار بوجوہ اپنے پاس نہ رکھ سکے البتہ کعبہ کی دربانی، صلح و جنگ میں مشاورت اور پرچم برداری (حجابہ، لواء اور ندوہ) بنو عبد الدار ہی کے پاس رہی، باقی امور دوسرے بھائیوں نے سنبھال لیے۔

بردار تھے اور اُنھوں نے اس کا خوب خوب حق ادا کیا تھا، مگر قریش کی جانب سے پرچم بردار، عبد الدار کا نضر بن حارث تھا، پیشہ کے لحاظ سے تو ڈاکٹر تھا لیکن بڑا رنگین مزاج گانوں اور موسیقی کا رسیا تھا۔ بزدلی سے مسلمانوں کے سامنے علم کو جھکا کر اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کر دیا تھا۔ اس مرتبہ سپہ سالار ابوسفیان نے انھیں یاد دلایا کہ جنگِ بدر میں عَلم بردار کے گرفتار ہونے سے قریش کو کس رسوائی اور شکست سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ اُن کو غیرت دلانے کے لیے اُن کے غصہ کو بھڑکایا اور کہا: اے بنی عبد الدار! جنگِ بدر کے دن آپ لوگوں نے ہمارا علم اُٹھایا، تو ہمیں جن حالات سے دوچار ہونا پڑا وہ تم دیکھ چکے ہو۔ تم لوگ خوب جانتے ہو کہ دشمن کی فوج کا سارا زور جھنڈے کو گرانے ہی پر ہوتا ہے۔ جب جھنڈا گر پڑتا ہے تو فوج کے قدم اکھڑ جاتے ہیں، پس اب کی بار آپ لوگ یا تو ہمارا جھنڈا ٹھیک طور سے سنبھالیں یا ہمارے اور جھنڈے کے درمیان سے ہٹ جائیں۔ ہم اس کا انتظام خود کر لیں گے۔ اِس گفتگو سے ابوسفیان کا جو مقصد تھا اس میں وہ کامیاب رہا۔ اس کی بات سن کر بنی عبد الدار طیش میں آ گئے۔ انہوں نے [میدان چھوڑ کر واپس جانے اور بنو امیہ کو تہہ تیغ کرنے کی] دھمکیاں دیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ابوسفیان کو جان سے مار دیں گے۔ کہا کہ واہ، اپنی شکل دیکھو، ہم اپنا جھنڈا تمھیں دیں گے؟.......... کل جب ٹکر ہو گی تو دیکھنا کہ ہم کیا کرتے ہیں۔ اور واقعی جب جنگ شروع ہوئی تو انھوں نے انسانی جنگوں کی تاریخ میں بے جگری اور بے خوفی سے لڑنے کی ایسی داستان رقم کر دی جس کا ریکارڈ آج تک نہیں توڑا جا سکا ہے۔ ایک بڑی بات یہ ہے کہ مخالف سمت یعنی مسلمانوں کی جانب سے بھی بنو عبد الدار کے مصعب بن عمیر عبدری رضی اللہ عنہ نے عَلم اُٹھایا ہوا تھا اور اُنھوں نے بھی ناقابلِ یقین بہادری سے شہید ہو جانے تک اس علم کو بلند رکھا۔ دونوں جانب سے اپنے عَلم کی آبرو برداری کی تفصیل آگے جنگ کی تفصیل کے ساتھ آپ پڑھ سکیں گے۔

باب# ۱۴۵

غزوہ اُحد - ۴: مقدمات جنگ

جنگ شروع ہونے سے قبل اٹھکھیلیاں کرتی ہے

میدانِ اُحد میں کیمپ کی جگہ کا انتخاب

گزشتہ سیکشن میں مسلم سپاہ کی پیش قدمی کے بارے میں آپ نے پڑھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ آگے بڑھتے رہے اور وادی کے آخری کنارے پر اُحد پہاڑ کی گھاٹی پر رک گئے اور یہیں اپنے لشکر کا کیمپ لگوا دیا۔ سامنے وسیع و عریض بیابان تھا اور پیچھے اُحد کا بلند و بالا پہاڑ، اس طرح دشمن کا لشکر مسلمانوں اور مکے کے درمیان نحوست کا ایک نشان تھا۔اِن مشرک ظالموں کو جنھوں نے ایک اللہ والوں کو گھروں سے نکالا تھا، ابراہیمؑ کے تعمیر کردہ گھر پر ناجائز تسلط قایم کیا اور مسلمانوں پر اُس کے دروازے بند کیے تھے مٹانا اور دور بھگانا تھا تاکہ یہ آیندہ کبھی مدینے کے بارے میں کوئی برا خیال بھی دل میں نہ لا سکیں۔

پچھلی جنگ کے موقع پر وادی بدر میں مشرکین پہلے پہنچنے کے باوجود عسکری اعتبار سے اچھی جگہ کو منتخب نہ کر سکے تھے، اس مرتبہ بھی وادی اُحد میں ایک دن قبل آنے کے باوجود عسکری اعتبار سے کم زور مقام پر تھے۔رسول اللہ کا جگہ کا انتخاب آپؐ کی عسکری منصوبہ بندی، باریک بینی اور دانش و حکمت پر دلیل تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے پہاڑ کے ایک ایسے مقام یا گھاٹی کا انتخاب فرمایا تھا کہ جس کی بلندیاں مسلم سپاہ کی پشت اور دائیں بازو کی حفاظت کر رہی تھیں۔ بائیں جانب ایک درّہ [دو طرف پہاڑوں کی بلندیوں میں ایک راستا] تھا جہاں سے دشمن فوج داخل ہو کر پیچھے سے حملہ کر سکتی تھی۔اس رستے سے حملے سے بچاؤ کے لیے تیر اندازوں کا ایک دستہ متعین کر دیا تھا۔اور پڑاؤ کے لیے ایک اونچی جگہ منتخب فرمائی کہ اگر خدا نخواستہ شکست سے دوچار ہونا پڑے تو بھاگنے اور تعاقب کنندگان کی قید میں جانے کے بجائے بالائی کیمپ میں پناہ لی جائے اور تعاقب میں آنے والے دشمن کو سنگ باری سے قریب نہ آنے دیا جائے۔ دشمن کے لیے ایک ایسا نشیبی مقام چھوڑ دیا کہ اگر وہ غالب آ جائیں تو گرفتاریاں تک نہ کر سکیں۔اور اگر مسلمان غالب آ جائیں تو تعاقب کرنے والوں کی گرفت سے نہ بچ سکیں۔

حملے کو روکنے کی پیش بندی

جنگ شروع ہوا چاہتی ہے، بلاشبہ جذبہ اور ایمان بڑی چیز ہے، مگر جنگ پر جانے سے قبل جسم میں گلوکوز کی کمی نہیں ہونی چاہیے۔ اغلباً مومن سپاہی اپنے ساتھ گھروں سے توشے لائے تھے جس میں کھجور کے علاوہ بھی جو میسر تھا رہا ہوگا، کھا لیا ہوگا۔ قِتال سے قبل کچھ کھجوریں کھا لینا شاید دستور بھی تھا۔ سفر ہجرت میں نبی ﷺ کے لیے غار میں اور دورانِ سفر کھانے کی تفصیل ملتی ہے مگر بدر و اُحد میں یہ تفصیلات نہیں ملتی ہیں کم از کم فوج کے کھانے کے اجتماعی اہتمام کی۔ الغرض باقاعدہ ناشتے کی کوئی روایت نہیں ہے۔ صلوۃ الفجر کے فوراً بعد اللہ کے رسولؐ نے لشکر کی ترتیب و تنظیم قائم کی، اور جنگی نقطۂ نظر سے اسے کئی صفوں میں تقسیم فرمایا۔ ماہر تیر اندازوں کا ایک دستہ بھی منتخب کیا ان میں سے زیدؓ اور سعدؓ کو جو قبیلہ زہرہ کے حوالے سے آپؐ کے رشتہ دار تھے اور عثمانؓ بن مظعون کے صاحبزادے سائب کو اپنے حفاظتی دستے میں رکھنے کے علاوہ بقیہ پچاس تیر اندازوں کو فوج کے پڑاؤ کی بائیں جانب جنوبی کنارے پر واقع ایک چھوٹی سی پہاڑی، جبل رماۃ پر تعینات فرمایا، ان کی کمان عبداللہ بن جبیرؓ کو سونپی۔ یہ پہاڑی اسلامی لشکر کے کیمپ سے کوئی ڈیڑھ سو میٹر جنوب مشرق میں واقع ہے۔

آپؐ نے ان تیر اندازوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "گھڑ سوار دستے کو اپنے تیروں کی بارش سے ہم سے دور رکھنا کہیں وہ پیچھے سے ہم پر نہ چڑھ آئیں۔ جنگ کی موج ہمارے مخالف ہو یا موافق تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا۔ تمھاری طرف سے ہم پر حملہ نہ ہونے پائے۔ ہماری پشت کی حفاظت کرنا۔ اگر دیکھو کہ ہم مارے جا رہے ہیں تو ہماری مدد کو نہ آنا اور اگر دیکھو کہ ہم مال غنیمت سمیٹ رہے ہیں تو ہمارے ساتھ شریک نہ ہونا۔ اگر تم لوگ دیکھو کہ ہمیں پرندے اچک رہے ہیں یا تم لوگ دیکھو کہ ہم نے قوم کو شکست دے دی ہے اور انھیں کچل دیا ہے تو بھی اپنی جگہ نہ چھوڑنا یہاں تک کہ میں بلا بھیجوں"

پہاڑی کے دامن میں ہر اچھی بری صورتِ حال میں اپنی جگہ جم کر رہنے کی ایسی واضح ترین ہدایات کے بعد جن میں کوئی ابہام نہیں ہے، جیسا کہ آپ بعد میں دیکھیں گے سوائے دس افراد کے باقی چالیس کا اس محاذ کو چھوڑ دینا، سمجھ سے بالاتر ہے۔ دستے کو پہاڑی پر متعین فرما کر رسول اللہ ﷺ نے اُس ممکنہ خطرے کا سدِّباب کر دیا جس کے ذریعے مشرکین آگے سے جنگ کرتے ہوئے، پشت کو بھی مصروف کر کے دشمن کو سینڈوچ کرنے کی پوزیشن میں آ سکتے تھے یا یوں کہیے کہ ایک نوع کے محاصرے اور نرغے میں لے سکتے تھے۔

لڑائی کے لیے :

مَیمنہ پر منُذرؓ بن عمَرو

مَیسَرہ پر زُبیرؓ بن العوام ان کے معاون مقدادؓ بن اسود

زبیرؓ سے یہ بھی کہا گیا کہ وہ خالد بن ولید کے گھڑ سواروں پر بھی نظر رکھیں۔

صف کے اگلے حصے میں سیّدنا حمزہؓ، ابو دجانہؓ اور علیؓ بن ابی طالب جیسے منتخب جنگجو رکھے گئے۔ سب سے آگے مصعب بن عمیرؓ تھے جو رسول اللہ کے آگے اسلامی لشکر کا علم لیے کھڑے تھے۔

دوسری جانب ابو سفیان کے آگے آگے قبیلہ عبدالدار کا طلحہ قریش کا علم لیے چل رہا تھا طلحہ کے دائیں بائیں اس کے دو بھائی اور چار بیٹے چل رہے تھے تاکہ سینئر زمیں سے کوئی مارا جائے تو اپنے نمبر کے اعتبار سے جونیئر عَلَم سنبھال لے۔

دونوں لشکروں کے عَلَم بردار قبیلہ عبدالدار میں سے تھے مصعبؓ اور طلحہ دونوں نے اپنے مقابل اپنے ہی قبیلہ کے لوگوں کو پہچان لیا۔ سب کی قسمت میں آج دنیا کی زندگی کا خاتمہ تھا، کسی کو جنت میں ہمیشگی کی زندگی ملنی تھی اور کسی کو ہمیشگی کی آگ میں جلنا مقدر تھا۔

ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کا رسولؐ اللہ کی تلوار لے کر اندازِ فخر سے جھومنا

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جب تک آپؐ حکم نہ دیں جنگ شروع نہ کی جائے۔ رسولؐ اللہ نے اپنی پہلی زرہ پر ایک اور زرہ پہنی اور ایک تلوار کو ہوا میں لہراتے ہوئے فرمایا کہ کون اس تلوار کو اس شرط پر لے گا کہ وہ اس کا حق ادا کر دے؟ عمرؓ بن الخطاب اور علیؓ بن ابی طالب آگے بڑھے لیکن آپؐ نے اُنھیں نظر انداز کر دیا اور دوسروں کی طرف دیکھا، اور اپنی بات کو دہرایا کہ کون اس تلوار کو اس شرط پر لے گا کہ وہ اس کا حق ادا کر دے؟ آپؐ کے پھوپھی زاد بھائی زبیر بن العوامؓ آگے آئے اور کہا کہ اس کو وہ لیں گے لیکن رسول اللہ نے رخ موڑ لیا [آپ غالباً اس طرح دوسری صف کے کسی صحابیؓ کو صفِ اوّل میں جگہ دینا چاہتے تھے] اور وہی بات تیسری بار کہی، آپؐ سے قبیلہ خزرج کے ابو دُجانہؓ سماک بن نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسولؐ اس تلوار کا حق کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اس کا حق یہ ہے کہ تم اس سے دشمن پر اس وقت تک وار کرتے رہو جب تک اس کی دھار باقی ہے یا آپؐ نے یہ فرمایا کہ اس سے دشمن کے چہرے کو مارو یہاں تک کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے۔ ابو دجانہؓ نے کہا اسے میں لوں گا اور اس کا حق ادا کروں گا۔ رسول اللہ نے تلوار انھیں

دے دی ۔ابو دجانہؓ ایک بہادر انسان تھے اور میدان جنگ میں دشمنوں کے سر اُڑانے کی اُنھیں ایک خاص مہارت حاصل تھی۔ جنگ میں ان کا سرخ عمامہ بڑا مشہور تھا اور اُن کے قبیلے والے اسے دستارِ موت کہا کرتے تھے، جب وہ ایک خاص انداز سے اُسے باندھ لیتے جیسا کہ انہوں نے اب اُسے باندھ لیا تھا تو لوگ جان گئے کہ اب وہ دشمنوں کی صفیں اُلٹ دیں گے۔ ابو دجانہؓ نے سر پر دستارِ موت لپیٹی اور تلوار برہنہ سونتنے کے بعد انداز تفاخر سے جھوم جھوم کر صفوں کے سامنے سے گزرے تو مسلم سپاہ کا مورال بلند ہو گیا۔ اور لوگ جان گئے کہ ابو دجانہؓ کے ہاتھوں آج دشمن کی خیر نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ نے ان کی متکبّرانہ چال کو دیکھ کر فرمایا کہ اللہ کو چال کا یہ انداز ناپسند ہے سوائے دشمن کے سامنے قِتال کے موقع پر جیسا کہ یہ وقت اور موقع ہے۔ آپؐ نے اپنے مخلص جاں نثار ایمان لانے والوں کو جنگ کی ترغیب دیتے ہوئے تاکید فرمائی کہ جب دشمن سے ٹکراؤ ہو تو پامردی اور اولوالعزمی سے کام لینا[۱۵]۔

قریش کی آخری کوشش کہ اہلِ یثرب محمد [ﷺ] کو چھوڑ دیں

آج سے کم و بیش تین برس قبل حج کے بعد بیعتِ عقبہ ثانیہ کے دوسرے دن اہلِ یثرب نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر بیعت کی تھی کہ اگر آپؐ یثرب تشریف لے آئیں تو ہم آپؐ کی اپنی تلواروں سے حفاظت کریں گے۔ قریش نے اہلِ یثرب [قریش یثرب کو مدینہ ماننے پر تیار نہیں تھے] سے یہی شکوہ کیا تھا کہ آپ کے ساتھ ہماری کوئی مخالفت نہیں، ہم آپ سے لڑنا نہیں چاہتے۔ انھوں نے جو کچھ سوچا اور کہا تھا وہ آج بالکل سچ ہی نہیں ایک زندہ حقیقت بن کر سامنے تھا۔ مناسب ہے کہ جلد ہفتم (باب ۱۰۰) کے صفحہ ۳۷۷ سے ایک اقتباس دوبارہ پڑھ لیں۔

"صبح کو اس خبر کے بارے میں چہ مگوئیاں شروع ہوئیں، قریش حیران اور پریشان رہ گئے، اُن کے وہم و گمان سے یہ بات بہت بعید تھی، اس کے جو نتائج ان کی سیاست و معیشت پر مرتب ہو سکتے تھے اس کا اُنھیں اندازہ شروع ہو گیا تھا؛ صبح کو قریش کے ایک بڑے وفد نے اس معاہدے کے خلاف سخت احتجاج کے لیے اہل یثرب کے خیموں کا رخ کیا اور اہلِ یثرب سے کہا: خزرج کے لوگو! ہم نے سُنا ہے کہ آپ لوگ ہمارے اس صاحب کو [جس نے دعویٰ نبوت کیا ہے] ہمارے درمیان سے نکال لے جانے آئے ہیں اور ہم سے جنگ کرنے

---

۱۵ آپؐ نے کسی اور موقع پر یہ فرمایا کہ جب سینوں سے سینے ٹکرائیں تو کثرت سے اللہ کو یاد کرو [اللہ اکبر کہو]؛ اس کے برخلاف جنگ میں آج نعرہ لگتا ہے "یا علی"؛ کجا مانند مسلمانی!

کے لیے اس کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں حالاں کہ کوئی عرب قبیلہ ایسا نہیں جس سے جنگ کرنا ہمارے لیے اتنا ناگوار ہو جتنا آپ حضرات سے ہمیں ہوگا۔"

آپ کو یاد ہوگا کہ میدانِ بدر میں بھی آغازِ جنگ کے موقع پر عتبہ نے اپنے مقابلے پر انصاریوں کو پا کر یہ کہا تھا کہ

"آپ اچھے لوگ ہیں لیکن ہمیں آپ سے سروکار نہیں، ہم تو اپنے [ہی خاندان کے] چچیرے بھائیوں سے مقابلہ چاہتے ہیں، [جن کے سبب ساری یہ جنگ ہے]" اور قریش کے منادی نے آواز لگائی: "محمد [ﷺ]! ہمارے پاس اپنی قوم کے، ہماری جوڑ کے [قریشی مسلمان] لوگ بھیجو" [کاروانِ نبوت، جلد نہم صفحہ ۲۳۱]

مشرکینِ قریش کا سارا غصہ سارے مسلمانوں سے بڑھ کر مہاجرین قریشی مسلمانوں سے تھا اور سارے مہاجرین سے بڑھ کر بنو ہاشم کے مسلمانوں پر تھا اور اُن سب کو بھی معاف کیا جا سکتا تھا سوائے محمد ﷺ کے، وہ آپؐ کو مکے میں بارہا قتل کرنے کی کوششیں کر چکے تھے، اور آخری کوشش میں وہ اُن کے درمیان سے نکل کر مکہ کو چھوڑ گیا تھا۔ آج اُن کے یہاں آنے کا بنیادی مقصد ہی اُسؐ کو قتل کرنا تھا اور آج اہلِ یثرب کو اپنے حفاظت کے وعدے کو وفا کر کے دکھانا تھا۔

ابوسفیان کا جنگ سے قبل مسلمانوں سے خطاب

جوں ہی دونوں لشکر ایک دوسرے کے اتنے قریب آ گئے کہ ایک دوسرے سے گفتگو ہو سکے تو سردارِ مشرکین، ابوسفیان نے اپنی پیش قدمی روک دی اور اپنی فوج کے بیچ سے نکل کر اپنے علم بردار کے آگے کھڑے ہو کر چلایا اے اوس اور خزرج کے لوگو! ہمارے اور ہمارے چچیرے بھائی (محمد ﷺ) کے بیچ سے ہٹ جاؤ اور میرے رشتہ داروں کو میرے حوالے کر دو ہم یہاں سے چلے جائیں گے کیوں کہ تم سے ہمارا کوئی جھگڑا نہیں ہے لیکن انصار نے اُسے برا بھلا کہا اور منہ بھر کے جو سنا سکتے تھے سنائیں۔

ابوسفیان نے گمان کیا ہوگا کہ اوس اور خزرج کے لوگ اتنی بڑی فوج کو دیکھ کر ڈر جائیں گے، اپنی جانوں، اپنے گھر والوں اور اپنے شہر کو خطرے میں دیکھ کر ایک اجنبی کا ساتھ چھوڑ دیں گے اور ہم محمد [ﷺ] اور اُس کے ساتھ مکے سے نکلے ہوئے لوگوں سے نبٹ لیں گے۔ ابوسفیان نے بدر کا معرکہ نہیں دیکھا تھا، اگر اُس نے اُس معرکے میں رسول اللہؐ کے ساتھ انصار کی جاں نثاری کو دیکھا ہوتا تو وہ ہرگز ایسی باتیں نہ سوچتا۔ وہ تو قافلے کو اس لیے نکال کر لے جانے میں کامیاب ہو گیا تھا کہ مسلمانوں نے قافلے کا خیال دل سے نکال کر قافلے کو بچانے کے لیے آنے والے لشکرِ جرار سے دو دو ہاتھ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

راہب ابو عامر کا قبیلہ اوس کے انصار سے خطاب:

ابو عامر جس نے اپنے آپ کو راہب کے طور پر مشہور کیا تھا، رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا خالہ زاد بھائی تھا۔ ابو عامر اس امید پر آج قریش کے ہمراہ میدانِ اُحد میں آیا تھا کہ قبیلہ اوس کے لوگ اُس کی پکار پر محمد ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ ابو عامر کا تعارف اور نبی ﷺ سے اُس کے مکالمے کی تفصیل ہم ۱۷اویں باب [آٹھویں جلد] میں بیان کر چکے ہیں، دوبارہ دیکھ لیں:

ابو عامر بہت عرصہ تک دنیا کو ترک کر کے ایک کمبل پوش راہب کے روپ میں بھی رہ چکا تھا، اس لیے لوگ اسے راہب بھی کہتے تھے۔ اُس کا کہنا تھا کہ وہ دینِ ابراہیمی کا پیروکار ہے۔ رہبانیت سے مرعوب ہو کر یثرب کے بہت سے لوگ اس کی قدر و منزلت کرتے تھے کہ بڑے پہنچے ہوئے بزرگ معلوم ہوتے ہیں، کہیں بے ادبی ہو گئی تو ہمارا دانہ پانی نہ بند کر دیں۔ یوں وہ ایک طرح کا صوفی اور پیر بن کر لوگوں کی گردنیں اپنے آگے جھکواتا تھا اور نذرانے بھی کھاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ جیسے ہی مدینہ تشریف لائے اور اُس نے دیکھا کہ خلقت ایمان لانے کے لیے آپؐ کے پاس جا رہی ہے تو وہ جان گیا کہ اب اُس کا کاروبار نہیں چلے گا اگر کوئی بند باندھنا ہے تو وہ ابھی باندھ لے۔ ابو عامر اِن کے پاس نئے مذہب کے بارے میں معلومات حاصل کرنے آیا، اُسے قرآن سنایا گیا، قرآن کا بھی وہ حصہ جس میں اسلام کو دینِ ابراہیمی کہہ کر متعارف کرایا گیا تھا۔ سٹ پٹا گیا، کہنے لگا "لیکن میں تو اسی کا پیرو ہوں"۔ انکار کے ساتھ اپنے خود ساختہ دینِ ابراہیم کو فروخت کرنے کی ناکام کوشش پر اڑا رہا۔ پھر اُس نے رسول اللہ ﷺ پر اپنے جرم کا الزام لگایا کہ تم نے تو دینِ ابراہیمی میں افترا پردازی کی ہے، اس کو گدلا کر ڈالا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "میں نے ایسا نہیں کیا بلکہ میں تو اُسے صاف و شفاف لایا ہوں۔" ابو عامر نے حالات اور ماحول کو تاک کر کہا کہ اللہ کرے کہ جھوٹ بولنے والے کی موت تن تنہا غریب الوطنی میں ہو! بڑا زیرک و دانا تھا، کیا دَور تھا کہ ہر یہودی، ہر منافق بڑا ہی زیرک اور دنیا کا عقل مند ترین آدمی بن کر آپؐ کی شان و استقبال کو چار دن کی چاندنی دیکھ رہا تھا۔ بد نصیب کو کیا معلوم تھا کہ اللہ کے محبوب نبیؐ کے منہ آیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو جھوٹ اور افترا باندھے اللہ اُس کے ساتھ ایسا ہی کرے!

ہر گزرتے دن کے ساتھ ابو عامر کے چیلے اُس کے فریب سے آزاد ہونے لگے۔ اُس نے مشاہدہ کیا کہ اُس کی مقبولیت بڑی تیزی سے کم ہو رہی ہے۔ اُس کی بد مزاجی اور ٹینشن کی انتہا نہ رہی جب اُس نے دیکھا کہ اُس کا اپنا بیٹا حنظلہؓ بھی دربارِ رسالت ﷺ کی عقیدت میں اُس سے دور چلا گیا۔ زیادہ عرصہ وہ ذہنی اذیت پر صبر نہ کر سکا، اپنے بچے کھچے دس کے قریب مریدوں کو ساتھ لیا اور غریب الوطنی میں مرنے کے لیے رملہ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اپنی بد دعا پر رحمت للعالمین ﷺ سے آمین سُن کر نحوست کے مارے کو کاش توبہ کا خیال آتا مگر تکبّر کے

مارے حرام کا مال پیٹوں میں ڈالے لوگوں کو کبھی توبہ نصیب نہیں ہوتی۔اُس کو اتنا ہوش نہ تھا کہ یہ سوچ سکے کہ نبی کو دی گئی اپنی بد دعا کا مصداق بننے جارہا ہے۔"

جیسا پہلے بتایا گیا کہ آغازِ جنگ سے قبل ابو سفیان نے انصار سے خطاب کیا اور نامراد رہا، اُس کے بعد ابو عامر سامنے آیا، اُس نے قبیلہ اوس سے خطاب کیا کہ اے قبیلہ اوس کے لوگو! میرا نام ابو عامر ہے اُسے یہ گمان بھی نہیں تھا کہ اپنے قبیلے پر اس کا سابقہ اثر اور رُعب ودبدبہ ختم ہو چکا ہے۔اُس نے قریش کو یقین دلایا تھا کہ جوں ہی وہ میدان جنگ میں قریش کی جانب سے ظاہر ہو گا تو اوس قبیلے کے سارے مسلمان، اپنے کیمپ سے نکل کر اُس سے آملیں گے۔لیکن یہاں تو معاملہ ہی اُلٹا نکلا، اُس کے آواز لگاتے ہی اُس کے قبیلے کے لوگوں نے اس کا استقبال بد دعاؤں اور پتھروں سے کیا اور وہ مایوسی اور بد حواسی میں واپس ہو گیا۔

قریشی عورتوں کی جنگ میں شرکت

مکہ کی فوج کو ایک مرتبہ پھر آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا اگلی صفوں سے قریب ہی ہند [جسے عام طور پر آخر میں ایک 'ہ' بڑھا کر لوگ غلطی سے "ہندہ" پڑھتے اور لکھتے ہیں] کی سرکردگی میں موجود عورتیں دف اور ڈھولوں کی تھاپ پر گاتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھیں۔ان کی قیادت ابو سفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ کر رہی تھی۔ان عورتوں نے تمام صفوں میں ناز و انداز و ادا سے گھوم پھر کر اور دف بجا کر لوگوں کو جوش دلایا۔ لڑائی کے لیے ابھارا اور جذبات کو تیز کیا۔وہ قبیلہ عبدالدار کے علمبرداروں کو مخاطب کر کے یوں کہتیں :

ویھا بنی عبد الدار	دیکھو! عبدالدار کے علم دارو!
ویھا حماۃ الأدبار	دیکھو! پشت کے پاسدارو
ضربأ بکل بتار	اپنی تیز دھار سے دشمن کو کاٹ ڈالو

جب عورتوں نے محسوس کیا کہ وہ اگلی صفوں میں آتے آتے دشمن کے قریب پہنچ گئی ہیں تو وہ وہاں پر رک گئیں اور ڈھول کی تھاپ پر مردوں کو آگے بڑھنے کا موقع دیتے ہوئے ہند نے وہ نغمہ گانا شروع کر دیا جو اس سے پہلے کسی دوسری ہند نامی عورت نے ماضی کے کسی میدان جنگ میں گایا تھا:

إن تقبلوا نعانق	"اگر پیش قدمی کروگے تو ہم معانقہ کریں [گلے لگائیں] گی۔
ونفرش النمارق	اور استقبال کے لیے قالینیں بچھائیں گی۔
أو تدبروا نفارق	اور اگر دشمن کو پیٹھ دکھاؤگے تو روٹھ جائیں گی
فراق غیر وامق	اور الگ ہو جائیں گی۔"

باب# ۱۴۵

غزوہ اُحد - ۵: مارو یا مر جاؤ

امت امت کے نعروں کے ساتھ لڑائی کے آغاز ہی میں فتح کے آثار

قریش کا علم بردار دستہ

ہم ذرا مشرکین کے کیمپ کا جائزہ لیتے ہیں۔ سب سے آگے قبیلہ عبدالدار کے ابی طلحہ کے تین بیٹوں اور تین پوتوں پر مشتمل چھ افراد کا دستہ ہے جنھوں نے عہد کیا ہے کہ اپنے علم کو ہر قیمت پر بلند رکھیں گے، انھیں پچھلی جنگِ بدر میں اپنے رنگین مزاج موسیقی کے دلدادہ نضر بن حارث کی ناقص کارکردگی کا قرض بھی چکانا تھا۔ عبدالدار کے تین بیٹوں میں بڑا ❶ **طلحہ بن ابی طلحہ عبدری** سب سے آگے تھا۔ اِسے کبش الکتیبہ (لشکر کا مینڈھا) کہا جاتا تھا، کیوں بہت ہی بہادر اور زور آور تھا، دور دور اِس کی شہرت تھی۔ اس کے دو چھوٹے بھائیوں ❷ عثمان اور ❸ ابو سعد کے علاوہ اس کے اپنے تین بیٹے ❹ مسافع، ❺ کلاب ❺ اور ❻ جلاس اس دستے میں شامل تھے۔ طلحہ بن ابی طلحہ پر قریش کو بڑا اعتماد تھا اور اُسے خود بھی اپنے اوپر اور اپنے بھائیوں اور بیٹوں پر بڑا ناز تھا۔ ذیل میں تفہیم کی خاطر اس دستے کو ترتیب سے لکھا گیا ہے

۱. **طلحہ بن ابی طلحہ عبدری**

عبدالدار کے پوتے، اور ابی طلحہ کے دو بیٹے جو طلحہ کے بھائی تھے

۲. **عثمان بن ابی طلحہ**

۳. **ابو سعد بن ابی طلحہ**

طلحہ بن ابی طلحہ عبدری کے تین بیٹے

۴. مسافع بن طلحہ بن ابی طلحہ

۵. کلاب بن طلحہ بن ابی طلحہ

۶. جلاس بن طلحہ بن ابی طلحہ

قریش کی جانب سے مبارزت طلبی سے آغازِ جنگ

جب دونوں فوجیں بالکل مقابل آگئیں تو قریش کے علم بردار کبش الکتیبہ، طلحہ ابن ابی طلحہ اونٹ پر

سوار ہو کر نکلا اور عربوں میں جنگ کے دستور [SOP] کے مطابق اپنے مقابل کو چیلنج کیا کہ کوئی ہمت رکھتا ہو تو اُس سے مقابلے کے لیے آئے، اُس کا اتنا کہنا تھا کہ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اُس پر برق بن کر گرے اور کوئی مہلت دیے بغیر جست لگا کر اُس کے اونٹ پر جا چڑھے، دبوچ کر زمین پر کودے اور تلوار سے ذبح کر دیا۔ یہ سب کچھ اس طرح آناً فاناً ہوا کہ بدر میں دعوت مبارزت دینے والے قریش کے تین سرداروں کے حمزہ رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہونے کی یاد تازہ ہو گئی۔ رسول اللہ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سمجھ گئے کہ خواب میں آپؐ نے جو مینڈھے پر اپنے آپؐ کو سوار دیکھا تھا یہ علم بردارِ اعلیٰ كبش الكتيبه، طلحہ ابن ابی طلحہ کا قتل ہونا اُس کی تعبیر ہے۔ رسولؐ اللہ نے اللہ کی بزرگی کا اعلان 'اللہ اکبر' سے کیا، آپؐ کے نعرہ تکبیر کی صدا دشمن کی صفوں میں گونج گئی۔

یہ ناقابلِ یقین ولولہ انگیز منظر اور اپنے نبیؐ کو نعرہ زن دیکھا تو مسلمانوں کی صفوں سے بھی اللہ کی کبریائی کا ایک زبردست فلک شگاف نعرہ بلند ہوا۔ یہ نعرہ محض اللہ کی کبریائی کا ایک اعلان نہیں تھا، کبریائی کا اعلان ضرور تھا مگر ساتھ ہی یہ اعتراف بھی تھا کہ اے بارِ الٰہ تیری مدد و نصرت سے یہ کام ہو پایا ہے، ہمارا کیا زور، زور تو سارا تیرا ہے، بڑائی تو ساری تیری ہے اور یہ محض اعتراف بھی نہیں تھا شکریہ بھی تھا اور شکریے کے ساتھ یہ نعرہ دعائیہ بھی تھا کہ اے اللہ اپنے کرم اور فضل کو جاری رکھیو کہ ہم تیرے کلمے کو بلند اور تیرے دین کو غالب کر سکیں۔

جہاں مسلم فوج اللہ کی کبریائی بیان کر رہی تھی وہیں اللہ کے رسولؐ نے اپنے پھوپھی زاد جاں نثار بھائی، زبیر بن العوامؓ کی تحسین میں بے اختیار یہ فرمایا کہ ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیرؓ ہے۔

گھمسان کی جنگ

كبش الكتيبه، طلحہ ابن ابی طلحہ کے گرتے ہی دونوں فوجیں گتھم گتھا ہو گئیں اور زبردست گھمسان کا رن پڑ گیا۔ رسولؐ اللہ کے تیر اندازوں نے خالد بن ولید کے گھڑ سوار دستے [رسالے] پر تیروں کی بارش کر دی، گھوڑے درد سے یوں ہنہنائے کہ کفار کی جانب سے عورتوں کے زوردار بڑھاوے کے ترانوں اور ڈھول اور دف کی آوازیں دب گئیں۔ قریش کے دل ڈوبنے لگے اور اُنھوں نے جان لیا کہ بدر کا نقشہ دہرایا جا رہا ہے، لیکن اس مرتبہ قریش کی نوجوان قیادت [یاد رہے کہ قریش کی پوری بوڑھی قیادت میدانِ بدر میں ماری گئی تھی] نے اللہ کے رسولؐ کو قتل کرنے یا مر جانے کا عزم کیا ہوا تھا۔ وہ جانتے تھے محمد صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی جانب سے

شدید تجارتی ناکہ بندی کے دوران اُن کے ہاتھوں دوسری مرتبہ پھر ذلت آمیز شکست کے بعد وہ عرب کے چودھری نہیں رہ سکیں گے اور مکے میں رہنے کا کوئی جواز نہیں پائیں گے۔ چناں چہ وہ دشمنوں سے مقابلہ کرتے ہوئے بے جگری سے مر جانے کی عربوں کی روایت پر عمل پیرا ہو گئے۔

قبیلہ عبدالدار کے تمام مردان جنگی ہلاک

مسلمانوں کو مشرکین کی کم زوری کا اندازہ تھا، وہ جانتے تھے کہ اگر اُن کے پرچم کو گرادیا گیا تو پہلے ہی سے ڈری اور کم ہمت فوج میدان میں جم نہ سکے گی۔ حمزہ، زبیر اور علی رضی اللہ عنہم کا پورا زور علم کو گرانے پر تھا۔ بنو عبد الدار کے علم بردار دستے کے باقی پانچ افراد نے اپنے کمانڈر طلحہ بن ابی طلحہ کے قتل کے بعد یکے بعد دیگرے پرچم کو سنبھالا۔ لیکن ایک کے بعد ایک سب کے سب مارے گئے۔ سب سے پہلے طلحہ کے بھائی عثمان بن ابی طلحہ نے پرچم اٹھایا اور یہ کہتے ہوئے آگے بڑھا:

إن على أهل اللواء حقًا

أن تخضب الصعدة أو تندقا

"پرچم والوں کا فرض ہے کہ نیزہ (خون سے) رنگین ہو جائے یا ٹوٹ جائے۔"

عثمان پر حمزہ رضی اللہ عنہ نے وار کیا اور اس کے کندھے پر ایسی تلوار ماری کہ وہ ہاتھ سمیت کندھے کو کاٹتی اور جسم کو چیرتی ہوئی ناف تک جا پہنچی۔ عثمان کے بعد دوسرے بھائی ابو سعد نے جھنڈا اٹھایا جس پر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک تیر چلایا۔ اور وہ ٹھیک اس کے گلے میں پیوست ہو گیا اور اس کی زبان باہر نکل آئی اور اُس نے اُسی وقت دم دے دیا تینوں بھائیوں کے کام آجانے کے بعد بغیر ڈرے اور پیچھے ہٹے علمدار طلحہ کے پہلے بیٹے مسافع نے جھنڈا اٹھالیا، لیکن وہ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کے تیر سے مر گیا۔ اس کے بعد اس کے بھائی، طلحہ کے دوسرے بیٹے کلاب نے جھنڈا اٹھایا۔ جھنڈا اُٹھاتے ہی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بجلی بن کر گرے اور اِس کے باپ کی طرح اس کو بھی ڈھیر کر دیا۔ علمداروں کے دستے میں آخری آدمی طلحہ کا تیسرا بیٹا جلاس رہ گیا اُس نے جھنڈا اٹھایا۔ مگر اسے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے نیزہ مار کر ہلاک کر دیا۔

یہ مشرکین، خاندانی علمدار ایک ہی گھر کے چشم و چراغ تھے۔ جو اپنے جھنڈے کی حفاظت کرتے ہوئے مارے گئے۔ اس کے بعد قبیلہ بنی عبد الدار کے دیگر چار اور افراد نے جھنڈے کو اُٹھایا اور سب کے سب مارے گئے۔ اس طرح قبیلہ عبد الدار نے جھنڈے کی آبرو پر اپنے دس افراد کو قربان کر دیا چھ وہ تھے جن کی

ذمے داری تھی مگر چار وہ تھے جنھوں نے آگے بڑھ کر رضا کارانہ اپنی قوم کو رسوائی سے بچانے کی اپنی سی کوشش کی، یہ وہ لوگ تھے جنھیں آخرت میں کسی اجر کی امید نہیں تھی، مسلمانوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے یہ نصیحت کی گئی کہ دیکھو اگر تم کو زخم پہنچا ہے تو اُن کو بھی پہنچے ہیں اور وہ اُس اجر کی امید نہیں رکھتے جس کی تم امید رکھتے ہو۔اس تبصرے کو ان شاء اللہ ہم اگلے باب میں گفتگو کا موضوع بنائیں گے۔

مشرکین کا علم گر گیا

بنو عبد الدار کے اِن دس افراد کے مارے جانے کے بعد اِن کے قبیلے کا کوئی فرد زندہ نہ بچا، جو جھنڈا اٹھاتا۔تاہم اُن کے صواب نامی ایک حبشی غلام نے جھنڈا اٹھالیا اور شجاعت و بہادری کا اس طرح حق ادا کیا کہ اپنے آقاؤں کی لاج رکھ لی پیہم مسلمانوں سے لڑتا رہا، یہاں تک کہ اس کے دونوں ہاتھ یکے بعد دیگرے کاٹ دیے گئے لیکن اس کے بعد بھی اس نے کوشش کی کہ جھنڈا نہ گرے گھٹنے کے بل بیٹھ کر سینے اور گردن کی مدد سے کھڑا کرنے کی کوشش کر رہا تھا یہاں تک کہ قتل ہو گیا۔ قتل ہوتے وقت کہہ رہا تھا کہ یااللہ! اب تو میں نے کوئی عذر باقی نہ چھوڑا؟اس کے قتل ہونے کے بعد جھنڈا زمین پر گر گیا اور مشرکین میں کوئی جواں مرد نہ تھا جو اسے اُٹھاتا، قاعدے کے مطابق جھنڈا گر جانا اور کسی کی ہمت نہ ہو کہ اُٹھائے اور دشمن کا جھنڈا لہرا رہا ہو تو تسلیم کیا جاتا ہے کہ جس کا جھنڈا سرنگوں ہو گیا ہے وہ شکست کھا گیا ہے۔ لیکن مشرکین کو ابھی شکست نہیں ہوئی تھی، پامردی سے لڑتے لڑتے شکست کھانا ایک آبرومندانہ شکست ہوتی ہے مگر دشمن کو دھوکے سے مار کاٹ کر مزید جنگ سے خوف زدہ ہو کر بھاگ جانا ایک بے شرمی کی رسوائی والی فتح سمجھی جاتی ہے!

یہاں ایک اور قابلِ ذکر بات ہے وہ یہ کہ مسلمانوں کی فوج کے عَلم بردار مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا تعلق بھی قبیلہ عبدالدار سے تھا، کفار کی جانب سے جو خواتین اس میدانِ جنگ میں موجود تھیں اُن میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی والدہ بھی شامل تھیں اور اِس جنگ میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی مسلم فوج کے عَلم کی آبرو بچاتے ہوئے مردانہ وار شہید ہو گئے تھے، جس کی تفصیل آگے آئے گی،اِن شاء اللہ۔

فلک شگاف جنگی نعرے

دونوں فوجوں کے نعرہ جنگ عروج پر تھے۔کفار کی طرف جھوٹے خداؤں لات و منات سے مشکل کشائی کی فریاد تھی اور مسلمان اللہ کی کبریائی کا نعرہ لگا رہے تھے۔اِن دو نعروں کے علاوہ عرب روایات کے

مطابق انفرادی طور پر مبارزت طلبی [کسی کو مقابلے پر آنے کی دعوت دینا] کی للکاریں تھیں، نشانے پر تیر لگانے کے دعوے تھے، اور نیزہ سے مار ڈالنے کے اعلان ہو رہے تھے۔ کوئی کہہ رہا تھا میرا یہ وار سنبھالو میں فلاں بہادرِ اعظم کا بیٹا ہوں۔ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے مجھ سے بچو، میں ابن خراشہ ہوں۔ خراشہ ان کے دادا تھے، ایک انصاریؓ کو یہ نعرہ لگاتے سنا گیا یہ وار سنبھالو میں انصاری نوجوان ہوں۔ خود رسول اللہ ﷺ نے کم از کم ایک موقع پر فرمایا میں ابن العواتک ہوں یعنی عاتکاؤں کا بیٹا ہوں اس سے مراد آپؐ کے اجداد کی معروف خواتین تھیں۔

دشمن کی صفوں سے ایک شخص یہ کہتا ہوا نکلا میرے سامنے کون آئے گا میں عتیق کا بیٹا ہوں جب کہ عتیق تو مسلمانوں کی صفوں میں رسولِ اکرم ﷺ کے بعد سب سے معتبر شخص تھا، سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی بے مثال خوبصورتی کی بنا پر عتیق کہلاتے تھے۔ یہ نعرہ لگانے والا عبد الکعبہ تھا جو ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سب سے بڑا بیٹا اور اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا اکلوتا سگا بھائی تھا۔ عبد الکعبہ، ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھرانے کا واُحد ایسا فرد تھا، جس نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ میں عتیق کا بیٹا ہوں کی للکار سن کر عتیق [ابو بکر رضی اللہ عنہ] نے تیر کمان ایک طرف پھینکے اور تلوار سونت کر بیٹے کو قتل کرنے کے لیے بڑھنا چاہتے تھے کہ اللہ کے رسولؐ نے آگے بڑھ کر انھیں روک دیا اور فرمایا رکھو اپنی تلوار، اپنی جگہ واپس آجاؤ اور ہمیں اپنی موجودگی سے فائدہ پہنچاؤ۔

ہم نے جاں نثارانِ اسلام کی دشمنوں کے عَلم کو گرانے کی تاریخی کامیاب کوششوں کے ساتھ کفار کے کیمپ کے بارے میں بھی کچھ معلومات حاصل کی ہیں، اب ہم ذرا مسلمانوں کے کیمپ کی طرف چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کیا تنظیم و ترتیب ہے اور مجاہدین، کس طرح مقابلہ کر رہے ہیں۔

میدانِ جنگ میں مسلم سپاہ کی دو خواتین

ایک عظیم خاتون، نسیبہؓ بنتِ کعب بن عوف جن کی کنّیت اُم عمارہ تھی، جنھوں نے بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شرکت کی تھی، اپنے عہد کو وفا کرنے میدانِ اُحد میں آگئی تھیں، رسول اللہؐ نے عورتوں کو نہ دعوتِ قِتال دی تھی اور نہ کسی نے چلنے کی اجازت چاہی، اسی لیے کسی کو اجازت دینے یا منع کرنے کی نوبت بھی نہیں آئی، روایتی طور پر یہ عورتوں کا شعبہ ہی نہیں تھا۔ ابھی پردے کے احکامات بھی نہیں آئے تھے، لیکن عربوں کی قومی اور عالم گیر روایات میں خواتین اِن کاموں میں حصہ نہیں لیتی تھیں، نسیبہؓ کا معاملہ ذرا مختلف تھا کہ وہ غیر معمولی طور پر دین سے پر جوش محبت کے باعث پیچھے نہ رہ سکیں، اُن کے شوہر اور اُن کا بیٹا بھی اگرچہ شریکِ

جنگ تھا۔ مگر شاید اُن کو اچھا نہ لگا کہ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت اور اُن پر قربان ہو جانے کی جو بیعت کی ہے اُس کی وفا کے امتحان کے ایسے موقع پر وہ کسی سے پیچھے رہ جائیں، پس مجاہدین کے جانے کے دوسرے دن علی الصبح اٹھ گئیں اور اپنے چمڑے کے مشکیزے کو پانی سے بھر کر میدان جنگ کی جانب چل کھڑی ہوئیں تا کہ میدان جنگ میں کم از کم زخمیوں کو پانی تو پلا سکیں مگر وہ اسلحہ سے بھی لیس تھیں تلوار کمان ترکش اور تیر سب ہی کچھ اُٹھا لائی تھیں۔ لوگوں سے لشکر کے بارے میں پوچھتی پاچھتی مسلمانوں کے لشکر کو میدانِ اُحد میں جا لیا۔ جنگ شروع ہوئے ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی اور ایک بلند مقام پر رسول اللہ ﷺ میدانِ جنگ کا جائزہ لے رہے تھے، اسی اثنا میں ایک اور خاتون، اَنسؓ کی والدہ ام سلمہؓ بھی پانی کا مشکیزہ لیے ہوئے وہاں پہنچ گئیں۔

دو (۲) نو مسلم میدانِ جنگ میں

جنگ زوروں پر ہے اور مشرکین کے علمدار ایک کے بعد ایک قتل کیے جا رہے ہیں اور مسلم فوج کی جانب سے کفار کو سخت مقابلے کا سامنا ہے۔ اسی دوران مسلم فوج میں بدو قبیلہ مزینہ کے دو افراد وہبؓ بن قابوس مزنی اور اُس کا بھتیجا حارثؓ بن عقبہ بن قابوس مزنی بھی آن ملے یہ دونوں حال ہی میں مسلمان ہوئے تھے اور انھیں قریش مکہ کے حملے کا علم نہ تھا یہ دونوں اسی صبح مدینے پہنچے تھے اور شہر کو مردانِ جنگ سے خالی پا کر حقیقت حال معلوم کی اور پھر اُحد کی جانب روانہ ہو گئے میدان جنگ میں پہنچ کر انہوں نے رسولؐ اللہ کو سلام کیا اور تلواریں سونت کر میدان جنگ میں کود پڑے۔ مخلصین کو یہی زیب دیتا تھا۔ [وہبؓ مزنی کی دادِ شجاعت اور شہادت آگے ملاحظہ فرمائیے، صفحہ ۱۳۸]

رسول اللہ ﷺ کی تلوار کا حق ادا کرتے ہوئے ابو دجانہ رضی اللہ عنہ :

ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسولؐ کی عطا کردہ تلوار اور اپنے روایتی سرخ عمامے کی خوب لاج رکھی۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے بعد میں تلوار نہ ملنے پر اپنے احساسات کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ جب میرے تلوار طلب کرنے پر رسول اللہؐ نے میری درخواست کو رد کر دیا تو میں سخت ذہنی اذیت کا شکار ہوا اور میں نے سوچا کہ میں ان کے والد کی بہن صفیہ کا بیٹا ہوں، میں قریشی ہوں، میں نے کسی بھی دوسرے سے پہلے تلوار کا مطالبہ کیا تھا اور انہوں نے مجھے نظر انداز کر دیا اور تلوار ابو دجانہؓ کو دے دی۔ واللہ، میں دیکھوں تو سہی کہ ابو دجانہؓ اس تلوار

سے ایسا کیا کام دکھاتے ہیں جو میں نہ دکھا سکوں۔ چناں چہ میری نظر مستقل اُن پر رہی۔ زبیر رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے پہلے اپنی سرخ پٹی نکالی اور سر پر باندھی۔ اس پر انصار نے کہا کہ ابو دُجانہؓ نے دشمنوں کے لیے موت کی علامت سر پر سجالی ہے۔ پھر وہ یہ شعر کہتے ہوئے میدان کی طرف بڑھے۔

أنا الذي عاهدني خليلي ونحن بالسفح لدى النخيل

أن لا أقوم الدهر في الكيول اضرب بسيف الله والرسول

"میں نے اس نخلستان کے دامن میں اپنے خلیل سے عہد کیا ہے کہ کبھی صفوں کے پیچھے نہ رہوں گا۔ (بلکہ آگے بڑھ کر) اللہ اور اس کے رسولؐ کی تلوار چلاؤں گا۔"

اپنے مقابل آنے والے ہر شخص کو کاٹ کر رکھ دیا۔ اُن کی تلوار دشمن کو اس طرح کاٹ رہی تھی جیسے وہ فصل کی کٹائی کر رہے ہوں اور ان کے ہاتھ میں تلوار کی بجائے باڑ کاٹنے کی قینچی ہو۔ یہ دیکھنے کے بعد، زبیرؓ کہتے ہیں کہ میرا دل رسول اللہؐ کے فیصلے پر کامل مطمئن ہو گیا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں کہ اُس تلوار کا کون حق ادا کر سکتا تھا۔

مشرکین میں ایک شخص تھا جو ہمارے کسی بھی زخمی کو پا جاتا تو اس کا خاتمہ کر دیتا تھا۔ پھر یوں ہوا کہ دیکھنے والے نے دیکھا کہ ابو دجانہؓ اور زخمی مسلمانوں کا یہ قاتل دونوں رفتہ رفتہ قریب ہو رہے ہیں، مسلمانوں نے اللہ سے دعا کی کہ دونوں کی ٹکر ہو جائے تا کہ ابو دجانہ اس کو کیفرِ کردار تک پہنچا دیں۔ اور واقعتاً ٹکر ہو گئی۔ دونوں نے ایک دوسرے پر کاری وار کیے۔ پہلے مشرک نے ابو دجانہؓ پر تلوار چلائی، لیکن ابو دجانہؓ نے یہ حملہ ڈھال پر روک لیا۔ پھر ابو دجانہؓ نے مشرک کو وہیں تلوار کے ایک ہی وار سے جہنم رسید کر دیا۔

تیر اندازوں کا گھڑ سوار دستوں کو ناکام بنانا

جیسا آپ پڑھ چکے کہ ایک طرف تو مشرکین اپنے جھنڈے کو مسلمانوں کے ہاتھوں گرنے سے بچانے کے لیے انتہائی کوششیں کر رہے تھے تو دوسری طرف میدان کے تمام ہی حصوں میں مسلمانوں کی جانب سے شدید دباؤ کے باعث کفار کے قدم اکھڑ رہے تھے مسلمان ایک ایسی تنگ گھاٹی سے اُن پر دباؤ ڈال رہے تھے کہ تیز رفتار گھوڑوں کو استعمال کرنے کے لیے خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل بے چین تھے مگر کچھ موقع نہیں پاتے تھے۔ مسلمان اس موقعے پر اَمِت اَمِت کہہ رہے تھے۔ اور اس جنگ میں یہی ان کا شعار تھا۔ جب دونوں فوجوں میں گھمسان کی جنگ شروع ہوئی تو رسول اللہؐ کے تیر اندازوں نے خالد کے گھڑ سوار

رسالے پر تیروں کی بوچھاڑ کردی گھوڑوں کی ہنہناہٹ اتنی بلند ہوئی کہ عورتوں کے گانے ڈھول اور دف کی آوازیں معدوم ہوگئیں۔ خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل کے دستوں نے درّے میں داخل ہو کر پیچھے سے مسلمانوں کی فوج پر ناگہاں حملہ کرنے کی تین مرتبہ کوششیں کیں، لیکن تینوں مرتبہ اِن تیراندازوں کی جانب سے تیروں کی بوچھاڑ نے اِن کو ناکام بنادیا۔

ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی تلوار کے نیچے آنجہانی عتبہ کی بیٹی؛ ہند

زبیر بن العوامؓ ہی بیان کرتے ہیں کہ ہند، ابودجانہ کی تلوار کے نیچے آگئی مگر انھوں نے اُسے چھوڑ دیا۔ ہند پورے جوش اور جذبے سے مردوں کو لڑائی کے لیے ابھار رہی تھی، وہ تھی بھی خوب تنومند اور مردمار ٹائپ عورت۔ ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے اُسے بھی مرد جانا اور قریب تھا کہ اُن کی تلوار اُس کا سر تن سے جدا کر دیتی، تلوار اس کے سر پر پہنچی ہی تھی کہ وہ ایک دم خوف سے عورتوں کی طرح چیخ پڑی جس سے ابودجانہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ اُن کی تلوار کے نیچے ایک عورت ہے، انہوں نے اپنا رخ اُن مردوں کی طرف موڑ لیا جن کو وہ لڑنے پر اُکسا رہی تھی اور ہند خود جان بچا کر دوسری طرف خوف سے کانپتی بھاگتی دوڑتی عورتوں کے پاس پہنچ گئی جو کفار کی فوج کے پچھواڑے غلاموں کے تحفظ میں اپنے خوف ناک مستقبل کے خیالوں میں پریشان تھیں، جنگ تو بس ایسا لگتا تھا کہ اختتام پر ہے، مشرکین مکہ جنگ ہار ہی چکے تھے۔

حنظلہ رضی اللہ عنہ کی تلوار کے نیچے آنجہانی عتبہ کا داماد؛ ابوسفیان

حنظلہؓ کسی آندھی طوفان کی مانند مشرکین کی صفیں درہم برہم کرتے کفار کے سالار ابوسفیان تک جا پہنچے اور جوں ہی ابوسفیان کو نشانے پر لے کر تلوار بلند کی تو قبیلہ لیث کے ایک فرد شدّاد بن اوس نے دیکھ لیا، اُس نے دونوں کے درمیان آکر حنظلہؓ کے جسم میں نیزہ اتار دیا آپ زمین پر گرے تو اس نے دوسرا وار کرکے آپ کو شہید کردیا۔

اللہ کے شیر اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شیر حمزہؓ کی شہادت کے نتیجے میں مسلمانوں کو جو سنگین خسارہ اور ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا اس کے باوجود جنگ میں مسلمانوں ہی کا پلہ بھاری رہا۔ ابوبکر و عمر، علی و زبیر، مصعب بن عُمیر، طلحہ بن عبید اللہ، عبد اللہ بن جحش، سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ، سعد بن ربیع اور نضر بن انس رضی اللہ عنہم وغیرہم نے ایسی پامردی وجانبازی سے لڑائی لڑی کہ مشرکین کے چھکے چھوٹ گئے۔ حوصلے ٹوٹ گئے اور ان کی قوتِ بازو جواب دے گئی۔

غسیل الملائکہ

جس وقت جنگ کا معرکہ ڈھلوان کے اس مقام سے جہاں رسول ؐ اللہ موجود تھے کافی دور ہو چکا تھا۔ مسلمان مکی فوج کو مارتے پیٹتے اور کھدیڑتے ہوئے ان کے پڑاؤ کی جانب لے جا رہے تھے، دوری کی وجہ سے رسول ؐ اللہ کے لیے لڑائی کا مشاہدہ کرنا مشکل ہو گیا تھا لیکن دشمن کے علم کا گرجانا اور جنگ کا دشمن کے آنگن میں پہنچ جانا بتا رہا تھا کہ لشکر اسلام فتح کے قریب ہے، اچانک آپؐ کی نگاہ لڑائی کے میدان سے ہٹ کر اوپر فضا میں ٹک گئی جیسے آپ کسی اڑتے ہوئے پرندے کو دیکھ رہے ہوں۔ آپؐ نے اپنے قریب حفاظت پر مامور اصحابؓ سے کہا کہ تمھارے ساتھی کو (آپؐ کی مراد حنظلہؓ سے تھی) فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ بعد جب آپؐ نے حنظلہؓ کی بیوی جمیلہؓ کو بتایا کہ فرشتے آسمان و زمین کے درمیان چاندی کے ظروف میں بادلوں سے پانی لے کر حنظلہؓ کو غسل دے رہے ہیں تو جمیلہؓ نے اپنے خواب کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ حنظلہؓ نے اس ڈر سے کہ جہاد میں کہیں شرکت میں دیر نہ ہو جائے، مجھ سے جدا ہو کر غسل بھی نہیں کیا تھا۔

غزوہ اُحد کے پہلے مرحلے کا منظر نامہ

وہ احساس شکست جو مکہ کی فوج میں نفوذ کر گیا تھا، حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے زائل نہ ہو سکا، اُن کے ایک نہ دو، پورے دس علمبرداروں کے یکے بعد دیگرے قتل ہو جانے سے اُن کے چھکّے چھوٹ چکے تھے، عَلم زمین پر پڑا عرب جنگی روایات کے مطابق شکست کا اعلان کر رہا تھا اور کوئی قریشی اس کی جانب متوجہ ہونے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ حالاں کہ اب حمزہ رضی اللہ عنہ کی شتر مرغ والی نمایاں کلغی بھی بجلی کی طرح ادھر ادھر نظر نہیں آ رہی تھی مگر علی رضی اللہ عنہ کی چمکتی تلوار، ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کا سرخ عمامہ، زبیر رضی اللہ عنہ کا شوخ زرد، اور خباب رضی اللہ عنہ کا سبز عمامہ، یہ سارے کے سارے ہی فتح کی علامت بن کر مجاہدین کو عزم اور احساسِ فتح دلا رہے تھے۔

باب# ۱۴۵

غزوہ اُحد - ٦: اور پانسہ پلٹ گیا

بڑے لوگوں کی ایک بڑی غلطی کا بڑا خمیازہ کہ پانسہ ہی پلٹ گیا

جُبیر بن مُطعم بن عدی کا انتقام

حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اپنی انتہائی خواہش سے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو آمادہ کر کے مدینے سے باہر لڑنے کے لیے لائے تھے تاکہ کفار کو مدینے پر حملے کا ارادہ کرنے کی جرأت کا مزا چکھایا جائے۔ چناں چہ وہ اپنے جسم و جان کی پوری طاقت کے ساتھ اپنے ایمان اور اپنی روح کے اخلاص و وفا کے ہم راہ لڑ رہے تھے۔ وہ میدانِ اُحد میں ایک شیر کی مانند تھے، جو گدھوں کے غول کے آگے دھاڑ رہا ہو، کفارِ قریش کے یکے بعد دیگرے پورے دس علم برداروں کا اپنے رفیقوں کے ساتھ مل کر صفایا کرنے کے بعد لشکر کے قلب کی جانب بڑھنے لگے جہاں گھمسان کا رن تھا۔

وحشی بن حرب، جُبیر بن مُطعم بن عدی کا غلام تھا۔ مُطعم بن عدی گو ایمان سے بہرہ یاب نہ ہو سکے تھے اور بدر کی جنگ سے پہلے ہی مر گئے تھے مگر مسلمانوں پر اُن کا یہ احسان ہے کہ اُنھوں نے طائف سے واپسی پر، جب رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا داخلہ مکہ میں کسی طور ممکن نہیں تھا اور سب نے آپؐ کو جوار دینے سے انکار کر دیا تھا مُطعم بن عدی نے آپؐ کو جوار دیا اور اپنی حفاظت میں ننگی تلواروں کے سائے میں آپؐ کو مکے میں آنے اور رہنے کی ضمانت و حفاظت مہیا کی تھی۔ اِن کے بیٹے جُبیر بن مُطعم کو ایمان نہ لانے کے باوجود نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے یک گونہ تعلقِ خاطر تھا۔ اِس کے چچا طعیم بن عدی معرکہ بدر میں حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارے گئے تھے، جس کا وہ یقینی طور پر حمزہ رضی اللہ عنہ سے بدلہ لینا چاہتا تھا۔ جبیر بن مطعم اپنے چچازاد بھائی اور دو حلیفوں کو جو بدر میں قید ہو گئے تھے جب چھڑانے مسجد نبوی آئے تھے تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے منہ سے سورۃ الطور کی تلاوت سن کر گو اسلام کے اسیر ہو گئے تھے مگر اُس وقت ایمان نہیں لائے، اُس وقت تو اُن کے ذہن پر انتقام سوار تھا۔

بدر کے بعد قریش نے طے کر لیا تھا کہ مسلمانوں سے ایک انتقامی جنگ لازمی لڑی جائے گی۔ جبیر بن مطعم نے اپنے غلام وحشی بن حرب کو انعام میں غلامی سے آزادی کے وعدے پر اس بات کے لیے تیار کیا تھا

کہ جب بھی یہ جنگ ہو گی، وہ اِس میں شریک ہو کر حمزہؓ کو اپنے نیزے سے قتل کر دے گا۔ وحشی بن حرب کا تعلق حبش سے تھا اور اُسے بچپن سے نیزہ بازی کی تربیت ملی تھی جو حبشیوں کا قومی فن و مہارت اور اُن کے لیے وجہ افتخار تھا۔ نیزہ بازی میں اپنی جبلی مہارت کے باوجود وحشی مستقل اپنے نشانے کو بہتر بنانے کی مشق کرتا رہا یہاں تک کہ جنگ پر نکلنے کا قریش نے ارادہ کر لیا۔ جبیر بن مطعم نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ میں نہ جانے کا فیصلہ کیا اور جانا کہ انتقام کے لیے وحشی کا جانا ہی کافی ہے۔ عتبہ کی بیٹی ہند کو جب معلوم ہوا کہ اُس کے باپ اور چچا کے قاتل کو قتل کرنے کا ٹاسک وحشی کو ملا ہے تو اُس نے بھی اُسے مزید اُبھارنے کے لیے کہا کہ میں تجھے مالا مال کر دوں گی اگر تو نے میرے باپ کے قاتل حمزہؓ کو مار ڈالا۔

سیّد الشہداء حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی شہادت

وحشی طویل عرصے سے مکہ میں رہنے کی بِنا پر مکہ کے قدیمی باشندے حمزہؓ کو اچھی طرح پہچانتا تھا، جب جنگ شباب پر پہنچ گئی تو وہ اُنھیں تلاش کے لیے نکلا، ویسے بھی وہ اپنے شتر مرغ کے لگے پر اور جوش و بہادری سے اچھل کود کے ساتھ قِتال کی وجہ سے با آسانی پہچان میں آنے والے تھے۔

جلد ہی اُس کی نظروں نے انھیں لوگوں کے ہجوم میں پہچان لیا، اُس نے دیکھا کہ وہ ایک خاکستری اونٹ کی مانند ہیں اور قریش کی صفوں کو اُلٹ پلٹ رہے ہیں، ان کے سامنے کوئی بھی ٹک نہیں پا رہا تھا۔ وہ نشانہ لینے کے لیے تیار ہی ہو رہا تھا اور چاہتا تھا کہ کسی ایسے درخت یا پتھر کی اوٹ میں چھپ کر حملہ کرے جس کے قریب سے اُن کا گزر ہونا ہو۔ وحشی کو اُن سے کوئی دشمنی نہیں تھی اور نہ ہی وہ دشمنِ اسلام تھا، وہ تو محض ایک کرائے کا قاتل تھا۔ اُس نے دیکھا کہ ایک مشرک سباع بن عبد العزیٰ قتل کرنے کے ارادے سے اُن پر جھپٹا، حمزہؓ نے اُسے للکارتے ہوئے کہا: او بد معاش! یہ لے اور اس سے قبل کہ اُس کی تلوار کوندتی حمزہؓ کی تلوار نے اُس کا سر تن سے جدا کر دیا اور سر کٹا جسم اپنے سر سے اتنا دور تھا کہ گویا اس مرنے والے کا کوئی سر تھا ہی نہیں۔ وحشی یقیناً سباع کے ہاتھوں حمزہؓ کے قتل نہ ہونے پر بے حد خوش ہوا ہو گا کہ کسی اور کے ہاتھوں اگر اُس کا شکار گر جاتا تو پھر تو وہ انعام ہر گز حاصل نہیں کر سکے گا جس کے لالچ میں اُس نے ایک سال نشانے بازی کی محنت کی اور آزادی کے خوابوں میں دن گزارے۔ پس فوراً ہی وحشی نے اپنے شکار کو نظروں میں تولا اور جب وہ خواہش کے مطابق ہو گیا تو تاک کر نیزہ پھینکا جو ناف کے نیچے لگا اور دونوں پاؤں کے بیچ سے پار ہو گیا۔ انہوں نے وحشی کی طرف اٹھنا چاہا۔ لیکن گر پڑے اور شہادت کے مرتبے پر فائز ہو گئے۔

وحشی کا کہنا ہے کہ جب اُنھوں نے دم دے دیا تو میں نے ان کے پاس جا کر اُن کے جسم سے اپنا نیزہ نکال لیا۔ اور لشکر میں واپس جا کر بیٹھ گیا کہ میں اپنا کام کامیابی سے کر چکا تھا۔ مجھے جنگ سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ میں نے محض آزادی حاصل کرنے کے لیے انھیں قتل کیا تھا۔ چناں چہ جب مکہ آیا تو مجھے آزادی مل گئی[۱۶]۔

حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے قریش پر اثرات

وہ احساس شکست جو مکہ کی فوج میں نفوذ کر گیا تھا، حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے زائل نہ ہو سکا، اُن کے ایک نہ دو، پورے دس علمبرداروں کے یکے بعد دیگرے قتل ہو جانے سے اُن کے چھکّے چھوٹ چکے تھے، علم زمین پر پڑا عرب جنگی روایات کے مطابق شکست کا اعلان کر رہا تھا اور کوئی قریشی اس کی جانب متوجہ ہونے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ حالاں کہ اب حمزہ رضی اللہ عنہ کی شتر مرغ والی نمایاں کلغی بھی بجلی کی طرح ادھر ادھر نظر نہیں آ رہی تھی مگر علیؓ ابنِ ابی طالب کی چمکتی تلوار، ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کا سرخ عمامہ، زبیر رضی اللہ عنہ کا شوخ زرد، اور خباب رضی اللہ عنہ کا سبز عمامہ، یہ سارے کے سارے ہی فتح کی علامت بن کر مجاہدین کو عزم اور احساسِ فتح دلا رہے تھے۔

حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے مسلمانوں پر اثرات اور قریش کی شکست کا آغاز

دوسری طرف حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت اگرچہ بڑا ہی حادثہ تھا مگر اللہ کی راہ میں شہادت کے آرزو مند مسلمانوں کے مورال پر کوئی منفی اثر نہیں پڑا، اِس کے بر عکس جھنڈے کے گر جانے نے قریش کو بہت زیادہ پست ہمت کر دیا تھا۔ کچھ دیر تک شدید جنگ جاری رہی۔ مسلمان واضح طور پر غالب آ گئے تھے اور مشرکین ہمت ہار گئے تھے، اُن کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ قریش نے پسپائی اِختیار کر لی۔ اور فرار ہونا شروع کر دیا۔

۱۶ مارٹن لنگزؒ نے سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ یوں بیان کیا ہے: ان کی منفرد شخصیت ان کا غیر معمولی طاقتور جثہ ان کا اسلوب جنگ اور سر پر نمایاں شتر مرغ کے پروں کی کلغی نے انھیں خوب ممتاز کیا ہوا تھا وحشی نے حمزہؓ کو دور سے دیکھا اور معرکہ کارزار کے کنارے کنارے چلتے ہوئے ایک ایسی جگہ پر پہنچ گیا جہاں نہ صرف وہ محفوظ تھا بلکہ حمزہ سے قریب ہو کر اپنے نیزے کی مہارت کا بھرپور وار بھی کر سکتا تھا حمزہؓ اب عبدالدار کے علم برداروں میں سے آخری علم بردار سے نبرد آزما تھے اُنھوں نے اس پر وار کرنے کے لیے تلوار بلند کی تو اسی لمحے ان کی زرہ جسم کے ایک حصے سے ہٹ گئی وحشی نے جسم کے اسی حصے پر انتہائی پھرتی سے نشانہ باندھ کر اپنا نیزہ پھینکا حمزہؓ لڑ کھڑا کر چند قدم آگے بڑھے ان کے تلوار کے وار نے علم بردار کو ختم کر دیا تھا لیکن وہ خود بھی زخمی ہو کر زمین پر گرے اور شہادت کی آغوش میں جا پہنچے۔ وحشی نے ان کا جسم ٹھنڈا ہونے کا انتظار کیا اور پھر آگے بڑھ کر اپنا نیزہ کھینچ کر پوری رفتار سے بھاگتے ہوئے اپنے پڑاؤ پر واپس آ گیا۔ اس نے کہا کہ میں جس کام کے لیے آیا تھا وہ انجام دے دیا ہے میں نے اپنی آزادی کی خاطر ان کو قتل کر دیا ہے [محمد، مارٹن لنگز، سراج الدین ابو بکرؒ، مطبوعہ اُٹاوہ، کینیڈا]

بدر کا انتقام لینے، نئے دین کے جھنجھٹ سے نجات پانے، محمد [ﷺ] کو قتل کرنے، تجارتی شاہ راہوں کی بحالی اور مدینے کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی آرزوئیں جان بچانے کی آرزؤں سے شکست کھا گئیں۔

دشمن کے ہتھیاروں اور اسباب پر چھینا جھپٹی کا آغاز

اللہ نے مسلمانوں پر اپنی مدد نازل کی، اور ان سے اپنا وعدہ پورا کیا۔ براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جب مشرکین سے ہماری جنگ ہوئی تو آخر کار مشرکین میں بھگدڑ مچ گئی۔ یہاں تک کہ میں نے عورتوں کو دیکھا کہ پنڈلیوں سے کپڑے اٹھائے پہاڑ میں تیزی سے بھاگ رہی تھیں اور ان کے پازیب دکھائی دے رہے تھے۔ [بخاری]

یہ وہ موقع تھا جب مسلمانوں نے مشرکین کا قِتال جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ اُن کا مال سمیٹنے کا کام بھی شروع کر دیا تھا، گرفتاریوں اور مالِ غنیمت سمیٹنے میں جلد بازی کی جو قطعاً غیر مطلوب سر گرمی تھی جس پر بدر میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے تنبیہ کی تھی۔ پچاس تیر انداز جو دوسری جانب، جنھیں رسول اللہ نے چن کر متعین کیا تھا وہ بائیں ہاتھ کی جانب ذرا فاصلے پر اور اونچائی پر تھے۔ اس اونچائی سے ڈھلان وہاں ختم ہو رہی تھی جہاں گھمسان کی جنگ جاری تھی درمیانی جگہ وہ تھی جہاں رسول اللہ پوری طرح مسلح کھڑے جنگ کو مانیٹر کر رہے تھے۔ اِن تیر اندازوں نے کئی مرتبہ پیچھے سے خالد اور عکرمہ کے گھڑ سوار دستوں کے حملے کو ناکام بنایا تھا۔ کفار کو جنگ میں اس حدِ شکست تک پہنچانے میں اِن تیر اندازوں کا اُسی طرح بڑا حصہ تھا جیسا کہ قریش کے عَلم برداروں کے پورے دستے کو قتل کرنے والوں کا یا حمزہؓ اور ابو دجانہؓ کی بے مثال تلوار زنی کا۔

حُبّ ِمال کا فتنہ

اونچائی سے تیر اندازوں نے فتح کا یہ منظر دیکھا تو انھوں نے گمان کیا کہ اب جنگ ختم ہو چکی ہے۔ یہ وہ تاریخی لمحہ تھا جب اللہ کے رسولؐ کی قیادت میں لڑی جانے والی جنگ میں، مومنین نے کوتاہی دکھائی اور ڈسپلن کی خلاف ورزی کی تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی جو خصوصی نصرت سایہ فگن تھی وہ بھی عارضی طور پر ہٹ گئی اور فتح کے آثار شکست کے آثار میں تبدیل ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ شدید زخمی ہو گئے اور آناً فاناً ساٹھ کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاک و خون میں لوٹ کر شہید ہو گئے [دس کے قریب اِس لمحے سے قبل شہید ہو چکے تھے]۔ آن کی آن میں جنگ کا پانسہ ہی پلٹ گیا۔ مسلمانوں کو شدید جانی نقصان پہنچا۔ اور خود نبی کریم ﷺ شہادت کے بالکل قریب پہنچ کر بھی، بڑی سعادت یعنی کار نبوت کی ادائیگی و تکمیل کے لیے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر مشرکوں اور منافقوں کے استیصال کے لیے اپنی مقررہ عمر کے لیے زندہ و پائندہ

رہے۔ اس شدید جسمانی و جانی نقصان کی وجہ سے مسلمانوں کا رعب و دبدبہ جو جنگِ بدر کی فتح کے نتیجے میں حجاز کے قبائل، مدینے اور خیبر کے یہودیوں اور عبداللہ بن ابی کے چیلوں پر قایم ہوا تھا جاتا رہا۔

آثارِ فتح کے آثارِ شکست میں تبدیل ہونے اور شدید جانی نقصانات کے اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تیر اندازوں کو فتح و شکست سے بے نیاز ہو کر ہر حال میں اپنے پہاڑی مورچے پر ڈٹے رہنے کی سخت تاکید فرمائی تھی۔ لیکن ان سارے تاکیدی احکامات کے باوجود، جس کی حد یہ تھی کہ کہا گیا تھا کہ اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمیں [یعنی گدھ ہماری لاشوں کو] نوچ رہے ہوں تو بھی یہ مورچہ اُس وقت تک نہ چھوڑنا جب تک کہ تم بُلائے نہ جاؤ، دس کے ماسوا چالیس تیر اندازوں نے مورچہ چھوڑ دیا اور مالِ غنیمت سمیٹنے کے لیے دوڑ پڑے۔ ان پر حُبِّ دنیا غالب آگئی اور متاعِ دنیا سمیٹنے میں حصہ لینے کی خاطر دوڑ پڑے۔ اس حرکت سے روکنے اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات سے وفا پر آمادہ کرنے کے لیے ان کے کمانڈر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی تمام اپیل اور چیخ و پکار رائگاں گئی۔ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے انھیں رسول اللہ کے فرمان کی یاد دہانی کرائی کہ کسی حالت میں اپنی جگہ نہ چھوڑنا مگر ساری پکار بے کار ثابت ہوئی، ان کا کمانڈر اُن سے کہہ رہا تھا کہ کیا تم لوگ بھول گئے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمھیں کیا حکم دیا تھا؟ اُن کا جواب تھا کہ رسول اللہ نے یہ تو نہیں کہا کہ ہمیشہ کے لیے وہاں بیٹھ جانا اور یہ کہ اب جنگ تو ختم ہو گئی اور کفار میں بھگدڑ مچ گئی ہے، اللہ کی قسم! ہم بھی لوگوں کے پاس ضرور جائیں گے اور کچھ مالِ غنیمت ضرور حاصل کریں گے۔ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ صبر کے ساتھ جامِ شہادت نوش کرنے کے لیے ان کے نو ساتھی باقی رہ گئے جو اس عزم کے ساتھ اپنے مورچوں میں ڈٹے رہے کہ مجاہد کا اطاعتِ امر کے سوا کچھ کام نہیں۔ باقی چالیس تیر انداز تیزی کے ساتھ دشمن کے پڑاؤ کی جانب ڈھلوان سے نیچے کی جانب دوڑ پڑے، جہاں مالِ غنیمت تو اُنھیں کیا ملتا پیچھے سے آنے والے خالد اور عکرمہ کے گھڑ سوار دستوں نے اِن کو انجانے میں گاجر مولی کی طرح کاٹ کر شہید کر دیا۔

بے کار کھڑے گھڑ سوار دستوں کو اپنے جوہر دکھانے کا موقع مل گیا

ہوا یوں کہ گھڑ سوار دستے کو ابھی تک کوئی کاروائی کرنے سے درّے پر متعین دستے نے روکا ہوا تھا۔ تنگ وادی کے قلب میں دونوں فوجیں ایسی گتھم گتھا تھیں کہ اگر گھوڑوں کو تیزی سے اُن پر دوڑایا جاتا تو دشمن کے ساتھ خود گھڑ سوار اور گھوڑے بھی مارے جاتے۔ رسول اللہ ﷺ کی عبقری نگاہ نے اِس جگہ کو منتخب کر کے گھڑ سوار دستوں کو عضوِ معطل بنا دیا تھا، اُن کی کارکردگی کا ایک ہی موقع تھا کہ پہاڑ کا چکر لگا کر پیچھے سے آئیں

اور آن جانے میں دشمن کو رونددیں۔ درّے پر موجود تیر اندازوں کی موجودگی میں مسلمانوں کے عقب میں جانے کی کوشش ناممکن تھی، تین مرتبہ خالد و عکرمہ اپنی سی کوشش کر کے دیکھ چکے تھے مگر وہ تیروں کی بارش میں زخماتے گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور جان کے خوف سے پلٹ، پلٹ آئے، اب جو خالد بن ولید نے دیکھا کہ تیر انداز تو نیچے کی جانب میدانِ جنگ کی جانب بھاگ رہے ہیں اور مورچہ خالی ہوتا جا رہا ہے تو خالد نے نئی صورت حال میں اس زرّیں موقع کو فوراً بھانپ لیا، یہی تو وہ منظر تھا جس کا وہ دیر سے منتظر تھا وہ اپنے گھوڑوں کو دوڑاتا ہوا درّے پر پہنچا عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اپنی پوری قوت سے تیر اندازی کی لیکن دس تیر انداز، تیز رفتار بپھرے ہوئے سو گھڑ سواروں کو کیوں کر روک پاتے، وہ قریب آ گئے تو تیر اندازوں نے اپنی کمانیں پھینک دیں اور تلواروں اور نیزوں سے مقابلہ کرنے لگے یہاں تک کہ سب نے اپنی جان اُس اللہ کے سپرد کر دی جس نے اُن کو جان دی تھی......... دس کے دس وفاداروں نے اپنی جان جنت کے وعدے پر اللہ کی نذر گزار دی۔ خالد چکر کاٹ کر مسلمانوں کی فوج کے بڑے حصے کی پشت پر آ گئے عکرمہ نے بھی اُسی کی پیروی کی، گھڑ سواروں کا سب سے پہلے مالِ غنیمت کی طرف دوڑتے ہوئے تیر اندازوں سے سامنا ہوا، پیچھے سے حملے نے مسلمانوں کی آخری صفوں میں خون کی ندیاں بہا دیں۔

بے ہنگم شور میں میدانِ جنگ ڈوب گیا

گھڑ سواروں نے عزیٰ کی جے اور ہبل کی جے کا نعرہ بلند کیا جس سے آگے کی جانب بھاگتے ہوئے شکست خوردہ مشرکین کو اپنی اچانک غیر متوقع کامیابی کا علم ہو گیا۔ اور وہ بھی نعرے مارتے ہوئے مسلمانوں پر پلٹ پڑے۔ قریش کے قبیلہ بنو حارث کی ایک عورت عمرہ بنت علقمہ نے لپک کر زمین پر گرا ہوا قریش کا جھنڈا اٹھا کر پھرتی سے بلند کر دیا، ہارتی فوج جیتنے لگی اور جیتی بازی مسلمان ہارنے لگے۔ آن کی آن میں ایک دوسرے کو آوازیں دیتے ہوئے مشرکین جنگ کے مرکز کی طرف پلٹے جہاں مسلمان آگے اور پیچھے دونوں طرف سے دباؤ میں تھے گویا چکی کے دو پاٹوں میں پس رہے ہوں [سینڈوچ ہو گئے]۔ عزیٰ کی جے اور ہبل کی جے کے شور میں سارا میدان ڈوب گیا۔

جنگ کا اصل مقصد قریش کو پورا ہوتا نظر آ رہا تھا

صادقین، مخلصین اور جاں نثاری کے لیے بے تاب مجاہدین کے درمیان کچھ ایسے بھی تھے جو گھڑ سواروں کے ہاتھوں شہید ہونے سے بچے تو ہمت ہار کر پہاڑیوں کی طرف بھاگے جہاں وہ قریش کے حملوں سے پناہ لینا

چاہتے تھے۔ اللہ کے رسولؐ نے انھیں واپس پکارا لیکن ان کے ذہن میں بھاگنے کے سوا کوئی دوسری راہ ہی نہیں تھی۔ وہ تو سمجھ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ شہید ہو چکے ہیں۔ اِس افواہ پر یقین نے اُن کے کانوں کو اِس مانوس و دلگداز آواز کو سننے سے معذور کر دیا تھا، اگرچہ مسلمانوں کی اکثریت میدان میں جمی ہوئی تھی لیکن بدلتی صورت حال نے بیشتر مسلمانوں کے دماغوں سے اُس جوش و جذبے کی کیفیت کو چھین لیا تھا جو سامنے نظر آتی فتح نے نقش کیا تھا۔ دشمن کی عددی برتری جسے وہ نہ بدر میں خاطر میں لائے تھے اور نہ چند منٹ قبل اُس نے کبھی اُنھیں اپنا احساس دلایا تھا، اب محسوس ہو رہی تھی اور اپنا رنگ دکھا رہی تھی۔

انصار نے بیعت عقبہ کو وفا کر دکھایا

مسلمان لحہ بہ لحہ پیچھے دھکیلے جا رہے تھے جنگ کا سارا دباؤ رسول اللہ کی سمت بڑھ رہا، جنگ کا اصل مقصد قریش کو پورا ہوتا نظر آ رہا تھا، وہ سوچتے تھے، محمد [ﷺ] جو بارہ تلواروں کے نیچے سے نکل کر مکے سے مدینے پہنچ گیا تھا، آج کیسے بچ کر نکل سکے گا، انھیں کیا معلوم تھا کہ اللہ کے رسولؐ سے عقبہ کی وادی میں بیعت کرنے والے آج عہدِ وفا کو نبھا کر دکھانے والے ہیں۔ دنیا دیکھے گی کہ انصار آج کس طرح تیروں اور تلواروں کے آگے اپنے جسموں کی ڈھال بنا کر اپنے وعدہ کو وفا کریں گے کہ اُن کے محبوب کے چہار جانب انصار اپنی لاشوں کی دیوار کھڑی کر دیں گے۔ محبت اور وفا کی رہتی دنیا تک کے لیے ایک ایسی داستان رقم ہو گی جو سارے باڈی گارڈز تا قیامت نہ دُہرا سکیں گے۔ زبان و قلم میں یہ مجال و طاقت نہیں کہ جاں نثاری کے واقعات کو اُس اخلاص اور اُس شان سے بیان کر سکیں جس شان اور اخلاص سے انصار نے اپنی جانیں رسول اللہ ﷺ کی جان بچانے کے لیے قربان کیں۔ اگلے سیکشن میں ہم اپنی سی کوشش کریں گے کہ اُس کی تفصیل بیان کریں۔

> جب مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو گھیر لیا تو آپؐ نے فرمایا کہ کون ہے جو اپنے کو میرے لیے فدا کرے پس عُمارہ بن زیاد بن سکن بن رافع انصاری اشہلی پانچ انصاریوں کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے قریب ایک ایک کافر سے لڑنے لگے سب سے آخر تک عُمارہ بن زیاد نے مقاتلہ کیا حتیٰ کہ زخمی ہو کر گر پڑے پھر مسلمانوں نے کے ایک گروہ نے آکران کو کفار سے چھڑایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو میرے پاس لاؤ لوگ اُن کو آپؐ کے پاس لے گئے آپؐ نے اپنے قدم سے ان کے تکیہ لگا دیا، پس ان کی وفات ہو گئی اور ان کا منہ رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک پر تھا۔ [دیکھیے: اسد الغابہ جلد دوم صفحہ ۶۳۸ حصہ ہفتم مطبوعہ لاہور]

باب# ۱۴۵

غزوہ اُحد - ۷: جاں نثاری

جاں نثاروں کی رسول اللہ ﷺ کی جان بچانے کی سر توڑ کوششیں

جیسا پچھلے باب میں بیان کیا گیا کہ جیتی ہوئی جنگ کا پانسہ پلٹ گیا، جن لوگوں نے اپنی جگہ چھوڑی اور اللہ کے رسولؐ کی بات کو صحیح طور پر نہ سمجھ سکنے کی بنا پر ڈسپلن کی خلاف ورزی کر بیٹھے، اُنھیں کفارے میں اپنی جانیں نذر گزارنی پڑ گئیں۔ مسلمان، کفار کو مارتے مارتے اپنے کیمپ سے دور ہوتے ہوتے جنگ کو اُن کے کیمپ کے آنگن میں لے گئے تھے، رسول اللہ اپنے کیمپ کے سامنے سے جنگ کا معائنہ کر رہے تھے اور حفاظت پر مامور انصار کے چند مجاہدین کے گھیرے میں کھڑے تھے۔ پیچھے سے جب گھڑ سوار دستوں نے حملہ کیا، جس کا وہم و گمان بھی نہیں تھا تو رسول اللہ کی حفاظت ایک بڑا محاذ بن گیا اُس وقت تک کے لیے کہ جب تک اگلے محاذ سے کچھ لوگ پلٹ کر یہاں نہ آ جائیں، قریب میں مسلم فوج کے علم بردار مصعبؓ بن عمیر بھی علم لیے موجود تھے، اُن پر اللہ تعالیٰ کا یہ خصوصی انعام تھا کہ مصعبؓ رسول اللہ ﷺ کے بہت ہی زیادہ ہم شکل تھے اِس بنا پر از خود ڈھال بن گئے دشمن دھوکہ کھا کر اِن کو شہید کرنے میں لگ گیا، یوں وہ اپنی جان قربان کر کے رسول اللہ ﷺ کی جان کی حفاظت کر جانے کی سعادت حاصل کر گئے۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت

مصعبؓ نے اس غزوہ میں علم برداری کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت اور محبت کا خوب حق ادا کیا۔ عقب سے کفار کے اچانک حملے سے مالِ غنیمت جمع کرتی فاتح مسلم فوج جو شکستہ اور منتشر ہوئی تو گھوڑے پر سوار ایک بڑا ہی اڑیل گھڑ سوار، ابن قَمِئَة بڑھا اور کہا: مجھے محمد [ﷺ] کا پتا بتاؤ، اگر وہ بچ گئے تو میں نہ بچ پاؤں گا۔ مصعبؓ نے جو علم مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے، اس کا راستہ روکا، اُس نے آپؐ کے شبہ میں مصعبؓ کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا۔ انھوں نے پرچم بائیں ہاتھ میں لے لیا اور قرآن کی تلاوت کرنے لگے۔ اس نے بایاں ہاتھ کاٹا تو مصعبؓ نے علم کٹے بازوؤں میں لے کر سینے سے چمٹا لیا۔ بد بخت نے تیر سے تیسرا وار کیا تو مصعبؓ شہید ہو کر گر پڑے۔ مصعبؓ کو شہید کرنے کے بعد اُس نے لشکر قریش میں جا کر نعرہ لگایا کہ میں

نے محمدؐ کو (معاذ اللہ) قتل کر دیا ہے۔ یہ آواز اگرچہ جھوٹ تھی مگر جنگ کو ختم کرنے کا باعث بن گئی اِس نعرے کے کیا اثرات ہوئے اُنھیں ہم ذرا کچھ اگلی سطور میں بیان کریں گے کچھ اور قابلِ ذکر واقعات جو بیان ہونے سے رہ گئے ہیں اُن کی تکمیل پر۔

مصعب رضی اللہ عنہ سے جھنڈا ایک فرشتے نے لے لیا

جنگ اپنے شباب پر تھی، رسول اللہ کی نظر مصعب رضی اللہ عنہ پر پڑی، آپؐ کو معلوم نہیں تھا کہ وہ تو شہید ہو کر اللہ کے پاس جا چکے ہیں۔ آپؐ نے اُنھیں پکارا تو اس شخص نے جواب دیا'میں مصعبؓ نہیں ہوں'، آپؐ نے جان لیا کہ وہ فرشتہ ہے اور مصعب رضی اللہ عنہ یا تو شہید ہو چکے ہیں یا شدید زخمی ہو کر گر پڑے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم بردارِ اوّل مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد علی رضی اللہ عنہ کو علم برداری کے منصب پر فائز کیا۔ علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے سابق کی پیروی کی اور اُن کے نقشِ قدم پر جم کر لڑائی کی اور پرچم کو بلند رکھا۔ اختتام غزوہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم بردارِ سپاہ، مصعبؓ کی لاش کو میدان جنگ میں پڑا دیکھا تو ان کے حق میں دعا کی پھر کہا: اللہ کا رسولؐ گواہی دیتا ہے کہ تم روز قیامت اللہ کے ہاں شہدا میں شمار ہو گے۔ مصعبؓ بن عمیر کے پاس ایک ہی دھاری دار چادر تھی جسے کفن بنایا گیا، اسے سر پر رکھتے تو پاؤں نظر آتے تھے، پاؤں پر ڈالتے تو سر کھل جاتا، آخر کار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اس کے پاؤں پر تھوڑی سی اذخر گھاس رکھ دو۔

ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب رضی اللہ عنہ کی تعریف کی اور فرمایا کہ میں نے اسے مکہ میں والدین کے پاس دیکھا ہے، انھوں نے اسے بہت ناز و نعم میں رکھا ہوا تھا۔ قریش کا کوئی نوجوان اُس جیسا آسودہ حال نہ تھا، پھر اللہ کی رضا جوئی میں، اُس کے رسولؐ کی نصرت کرنے کے لیے اس نے یہ آسودگی قربان کر دی! یثرب کی مدینۃ النبیؐ میں تبدیلی کا بانی، مدینے سے باہر چند کلو میٹر کے فاصلے پر اللہ کی راہ میں اس طرح مارا گیا کہ اُسے غلبہ دین سے حاصل آسودگی کا دنیا میں ایک لمحہ بھی دیکھنا نصیب نہ ہوا[17]۔

---

17 عبدالرحمن بن عوفؓ ایک دن روزہ سے تھے، افطار کے وقت کھانا لایا گیا تو کہا: مصعبؓ بن عمیر کو شہید کر دیا گیا، حالاں کہ وہ مجھ سے بہتر تھے۔ انھیں ایک چادر کا کفن پہنایا گیا، اسے سر پر رکھتے تو پاؤں نظر آتے تھے، پاؤں پر ڈالتے تو سر کھل جاتا۔ سیدنا حمزہؓ کو جام شہادت پلایا گیا، وہ بھی مجھ سے اچھے تھے۔ اب ہمیں دنیا میں خوب کشادگی دے دی گئی ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ ہماری نیکیاں جلد چکا دی گئی ہیں۔ پھر وہ رونے لگے اور روتے روتے کھانا چھوڑ دیا (بخاری: ۱۲۷۵)

خباب بن ارتؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی، اللہ کی خوشنودی ہی ہمارا مقصد تھا، اس لیے ہمارا اجر اللہ کے ہاں محفوظ ہو گیا۔ پھر ہم میں سے وہ ہوئے جو کوئی صلہ پائے بغیر گزر گئے، جیسے مصعبؓ بن عمیر، اُحد کے دن شہید ہوئے۔

اسی معرکہ خوں ریز کی مار دھاڑ میں ایک زوردار آواز گونجی، یہ خود ابن قَمِئَۃ کی آواز تھی کہ محمد [ﷺ] قتل ہوگئے یہ نعرہ پورے میدان جنگ میں گونج گیا۔اس آواز کا کیا بلند ہونا تھا کہ عزیٰ اور ہبل کی جے اور زندہ باد کے نعرے لگنے شروع ہوگئے اُحد کی چوٹیاں ان کے شور سے گویا لبریز ہو رہی تھیں۔وہ مسلمان جنہوں نے راہ فرار اختیار کی تھی خود ملامتی اور افسوس سے بالکل ہی بے جان و بے روح ہو گئے، اور بہت سے جو ابھی تک میدان میں بر سرپیکار تھے ان میں سے کچھ کے حوصلے جان دینے کے لیے بامِ عروج پر پہنچ گئے کہ جب وہی نہ رہا تو وہ زندہ رہ کر کیا کریں گے اور کچھ کے پست ہوگئے اور وہ سوچنے لگے کہ جتنی جلد لڑائی سے جان چھڑا سکیں اس سے جان چھڑا لینی چاہیے۔

اُدھر کفار بھی اب لڑائی کو بے سود جان رہے تھے اُنھیں شدید خوف تھا کہ مسلمان کہیں اپنے عظیم قائد کے انتقام میں اُن کی ہڈی بوٹی ایک نہ کر دیں، اُنھوں نے [کفار نے] تو گویا منزل پالی تھی، اب لڑائی کا اور اپنے آپ کو مروانے کا کیا فائدہ تھا! وہ جلد از جلد انتقام کا نشانہ بنے بغیر اور جیتی ہوئی جنگ کو شکست میں تبدیل ہونے سے قبل مکہ کی جانب بھاگ جانا چاہتے تھے۔ایسا لگ رہا تھا کہ گویا شدید زک مسلمانوں کو نہیں بلکہ قریش کو پہنچی ہے۔ نبی ﷺ کے سامنے سے حملہ آور بھی غائب تھے اور مسلمان تیزی سے آپؐ کے گرد جمع ہو رہے تھے اور آپؐ کی قیادت میں اپنے کیمپ کے بالائی حصے کی جانب بڑھ رہے تھے۔ کفار بھی مسلمانوں کو مارنے کے بجائے شہید ہو جانے والوں کے اسلحہ اور کیمپ کی طرف پلٹتے مسلمانوں سے چھینا جھپٹی میں زیادہ دلچسپی لے رہے تھے۔

رسول اللہ کے قتل کی افواہ عام ہونا اور اُس کے اثرات

جیسا کہ پچھلے سیکشن میں بتایا گیا کہ جب مسلمان آگے سے کفار کی پلٹتی فوج کے اور پیچھے سے حملہ آور دو سو گھڑ سواروں کے درمیان سینڈوچ ہو گئے، اسی دوران ایک پکارنے والے کی پکار سنائی پڑی کہ محمد ﷺ قتل کر دیئے گئے ہیں۔اس سے مسلمانوں کا رہا سہا ہوش بھی جاتا رہا۔ اکثر لوگوں کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ بعض

انھیں کفن دینے کے لیے ہمیں ایک ہی دھاری دار چادر ملی۔اسے سر پر رکھتے تو پاؤں نظر آتے تھے، پاؤں پر ڈالتے تو سر کھل جاتا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ان کا سر ڈھانپ دیں اور پاؤں پر اذخر گھاس رکھ دیں۔ہم میں سے وہ لوگ بھی تھے جن کے ثمرات پختہ ہوگئے اور وہ اب ان سے محظوظ ہو رہے ہیں (مسلم: ۲۱۴۳)۔

لڑائی سے دست کش ہو گئے اور بعض نے شکست تسلیم کر کے ہتھیار پھینک دیئے۔ حد یہ ہوئی کہ جو لوگ رئیس المنافقین بن ابی کے ساتھ بھاگے نہیں تھے لیکن اُن کے دلوں میں اُس کا کوئی مرتبہ و مقام تھا کہنے لگے کہ چلو عبد اللہ بن اُبی سے مل کر کہا جائے کہ وہ ابو سفیان سے اُن کے لیے امان طلب کر دے۔

جب مصعبؓ بن عمیر کو شہید کرنے والے نے یہ سمجھ کر کہ اُس نے محمد [ﷺ] کو قتل کر دیا ہے اور اپنے اس ' کارنامے ' کا اعلان کر دیا تو یہ افواہ عام ہو گئی کہ رسولؐ اللہ شہید ہو گئے ہیں تو مسلمانوں کا ایک معتد بہ گروہ تو ہوش و حواس کھو بیٹھا، نہ شکست کی پر واہ رہی نہ فتح کی آرزو۔ اس حیران گروہ نے میدان چھوڑ کر فرار کی راہ اختیار کر لی۔ انھیں کچھ خبر نہ تھی کہ کیا ہوا ہے، آگے کیا ہو رہا ہے اور پیچھے کیا ہو رہا ہے؟ کچھ تو مدینے کی جانب بھاگ نکلے اور کچھ پہاڑ پر چڑھ گئے۔

اللہ کے نبیؐ کی جان لینے کے لیے طاقت ور ترین حملے اپنی انتہاؤں پر

جس وقت رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ درّے پر سے خالد بن ولید کا گھڑ سوار دستہ داخل ہو رہا ہے اور لمحوں میں وہ مسلمانوں کو بے خبری میں جا کر پیچھے سے گھیر لے گا اور جیتی ہوئی جنگ شکست میں تبدیل ہو جائے گی، اُس وقت آپؐ کے ساتھ محافظت کے لیے سات انصار اور دو مہاجرین، صرف نو صحابہؓ کی ذرا سی نفری تھی۔ آپؐ کے لیے جان بچانے کی یہ آسان راہ تھی کہ اپنے محافظوں کے ہم راہ اُحد کی بلندیوں کی جانب بھاگ کر پناہ لے لیتے۔ اور اپنی فوج کو اُس کے حال پر چھوڑ دیتے۔ نبی ملاحمؐ نے یہ راہ اختیار نہیں کی، دنیا کے عظیم سپہ سالار اور اللہ کے نبیؐ کے یہ شایانِ شان نہیں تھا۔ آپؐ نے پیچھے سے اپنے رفقا کو آواز دی، خطرے سے آگاہ کیا تاکہ سب جمع ہو کر اُحد کی جانب سے کفار کا گھیرا توڑیں، یعنی مسلمان اپنے کیمپ کی جانب آجائیں اور بلندی سے کفار کا مقابلہ کریں کہ یہ مقابلہ کفار کے لیے بہت مشکل ہو گا۔ آپؐ نے نہایت بلند آواز سے مسلمانوں کو پکارا: اللہ کے بندو! ادھر... ! آپؐ کے آواز دینے کے نتیجے میں خود آپؐ کی جان شدید خطرے میں پڑ گئی۔ کفار نے آپؐ کی آواز کو پہچان لیا اور آپؐ کے مقام کو جان گئے۔ مسلمانوں سے پہلے کفار کا ایک دستہ آپؐ کے پاس اپنے ناپاک ارادوں سے پہنچ گیا۔ پھر کیا تھا، پے در پے آپؐ پر کفار کے پیہم حملے ہوئے اور آپؐ کے محافظ صحابہؓ نے اپنی جانوں پر کھیل کر ہی نہیں اُن کو قربان کر کے آپؐ کی جان بچائی اور خود رسول اللہ ﷺ کو ایک دلیرانہ لڑنے والے سپاہی کی حیثیت سے شدید مقابلے کا سامنا رہا۔

مسلم فوج کی اگلی صفوں کا ایک دوسرا گروہ جو ہمت تو نہیں ہارا تھا پیچھے کی طرف پلٹا تو مشرکین کے لشکر کے ساتھ گڈ مڈ ہو گیا۔ دوست اور دشمن کا پتہ نہیں چل رہا تھا اور فوجیوں کے ہاتھوں اپنے ہی فوجیوں کے مارے جانے اور شہادت پانے کے واقعات رونما ہوئے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ اُحد کے روز اِس موقع پر ابلیس نے آواز لگائی کہ اللہ کے بندو! پیچھے... اس پر اگلی صف پلٹی اور پچھلی صف سے گتھ گئی۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کے والد یمان پر مسلمان حملہ آور ہیں، وہ بولے: اللہ کے بندو! یہ تو میرے والد ہیں۔ لیکن اللہ کی قسم! لوگوں نے ان سے ہاتھ نہ روکا۔ یہاں تک کہ انھیں مار ہی ڈالا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ آپ لوگوں کو معاف کر دے [یہ کیا کر دیا!][۱۸]۔

الغرض کچھ وقت کے لیے مسلمانوں کی صفوں میں سخت ہمت شکنی، انتشار اور بد دلی اور بد نظمی پیدا ہو گئی، لوگ حیران و پریشان تھے کہ کیا کریں۔ ایک مہاجر صحابیؓ ایک انصاری صحابیؓ کے پاس سے گزرے جو خون میں لت پت تھے۔ مہاجر نے اُن سے کہا کہ کیا تمھیں معلوم ہو ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیئے گئے۔ انصاری نے کہا: اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیئے گئے ہیں تو وہ اللہ کا دین پہنچا چکے ہیں۔ اب تمھارا کام ہے کہ اس دین کی حفاظت کے لیے لڑو۔ یہ وہ کانٹے کی بات تھی کہ موت تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی آنی تھی یا آنی ہے، یہ بات جیسے جیسے مسلمانوں کی سمجھ میں یہ بات آتی گئی، مایوسی اور بد دلی کے بادل چھٹتے چلے گئے۔

مایوسی اور دل شکنی میں ہمت نہ ہارنے والے

انھی قیامت کے لمحوں کی بات ہے کہ پریشان بیٹھے لوگوں کے پاس سے سیّدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ دیکھا کہ لوگ مایوس ہیں۔ پوچھا کس بات کا انتظار ہے؟ جواب ملا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیئے گئے۔ اس پر سیّدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو پھر اب تم لوگ آپؐ کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے؟ اُٹھو! اور جس چیز پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان دی ہے تم بھی اُسی چیز پر جان دے دو۔ اس کے بعد کہا: اے اللہ! ان مسلمانوں نے جو کچھ کیا ہے اس پر میں تیرے حضور معذرت کرتا ہوں۔ اور مشرکین نے جو کچھ کیا ہے اس

۱۸ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دیت دینی چاہی۔ لیکن حذیفہؓ نے کہا کہ میں نے ان کی دیت مسلمانوں پر صدقہ کر دی۔ ان کی عالی ظرفی کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کے درمیان حذیفہؓ کی قدر دانی اور عزت افزائی میں بڑا اضافہ ہو گیا۔ عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم حذیفہ رضی اللہ عنہ کے دل میں اس واقعے پر ہمیشہ خیر کا پہلو رہا [کبھی جذبات سے مغلوب ہو کر غم و غصے کا اظہار نہیں کیا] یہاں تک کہ وہ اللہ سے جا ملے۔

سے برأت اختیار کرتا ہوں۔ اور یہ کہہ کر آگے بڑھے تو سعدؓ بن معاذ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا کہ ابو عمرؓ! کدھر؟ سیّدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ واہ، جنت کی خوشبو کیا خوب ہے۔ اے سعدؓ! میں اِسے اُحد کے قریب [جہاں خاک و خون کا بازار گرم ہے] محسوس کررہا ہوں۔ اس کے بعد وہ اور آگے بڑھے اور مشرکین سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ جنگ کے اختتام پر انھیں اتنے زیادہ زخم آئے تھے کہ اُس وقت تک پہچانا نہ جاسکا جب تک ان کی بہن نے انھیں محض انگلیوں کے پور سے نہیں پہچان لیا۔

اسی طرح ایک اور صحابیؓ نے بڑی اچھی بات کہی جس کی تصدیق اُسی طرح کی بات سے قرآن مجید نے اس جنگ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمائی[19]؛ ثابت بن دَحداح رضی اللہ عنہ نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو پکارا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کردیئے گئے ہیں تو اللہ تو زندہ ہے۔ وہ تو نہیں مرسکتا۔ تم اپنے دین کے لیے لڑو۔ اللہ تمھیں فتح و نصرت سے نوازے گا۔ اس پر انصار کی ایک جماعت کھڑی ہوگئی اور ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ مل کر خالد بن ولید کے گھڑسوار رسالے پر حملہ کردیا۔ اور لڑتے لڑتے خالد کے ہاتھوں نیزے سے شہید ہوگئے، اُن کے نقشِ قدم پر اُن کے رفقاء نے بھی لڑتے لڑتے شہادت کی سعادت حاصل کرلی۔

اس طرح عالی ہمت صحابہ کرامؓ کی حوصلہ بلند کرنے اور عزمِ نو دلانے والی باتوں سے اسلامی فوج کو ایک نئی ہمت مل گئی اور ان کے اوسان بحال ہوگئے۔ چناں چہ انہوں نے ہتھیار اٹھالیے، بن ابی کے پاس جانے کا مشورہ دینے والوں کا پتا نہ چل سکا کہ کہاں گئے!

اونگھ کا طاری ہونا

اللہ نے مسلمانوں کو اِس جنگ میں فتح کے قریب کردیا تھا، مگر حبِ مال نے اُنھیں اُس سے دور کردیا۔ اب اُسی پروردگار نے، جس نے بدر کے معرکے سے قبل گہری اور پرسکون نیند عطا کی تھی قدرت دیکھئے کہ میدانِ اُحد میں اس افراتفری اور معرکہ خوں ریز کے دوران مسلمانوں کو خوف و دہشت، دل شکستگی اور مایوسی سے بچانے کے لیے اُن پر اونگھ کی کیفیت طاری کرکے ہر تکلیف اور ناروا احساس و خیال سے فارغ کردیا

19 وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴿۱۴۴:﴾ محمدؐ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک ہی، ان سے پہلے اور رسولؑ بھی گزر چکے ہیں، پھر اگر وہ مر جائیں یا قتل کردیے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو! جو پیٹھ پیچھے پھر جائے گا وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑے گا اور اللہ جلد ہی اُن لوگوں کو جنھوں نے شکر گزاری دکھائی بہترین صلہ عطا فرمائے گا○

جیسا کہ قرآن مجید نے بعد میں اپنے احسان کو یاد دلایا کہ یہ اللہ کی طرف سے امن وطمانیت تھی۔ابو طلحہؓ کا کہنا ہے کہ میں ان لوگوں میں شامل تھا جن پر اُحد کے روز اونگھ طاری تھی، یہاں تک کہ میرے ہاتھ سے کئی بار تلوار گر گئی۔حالت یہ تھی کہ وہ گرتی تھی اور میں پکڑتا تھا، پھر پکڑتے، پکڑتے چھوٹ، چھوٹ جاتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی حفاظت

میدان کے اگلے حصے میں جہاں جیتنے والی فوج نے مالِ غنیمت جمع کرنا شروع کیا تھا وہاں اب وہ مشرکین کی چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پس رہی تھی، جن تیر اندازوں نے اپنے مقام کو چھوڑا تھا وہی پیچھے سے آنے والے خالد بن ولید کے گھڑ سوار دستے کا پہلا شکار بنے، مصنف کا خیال ہے کہ اُن میں سے بیشتر نے شہادت پائی،اللہ سب کی کوتاہیوں کو معاف فرمائے اور جنتوں کے اعلیٰ درجات میں رکھے۔اس شدید مشکل وقت میں آپ ﷺ نے مسلمانوں کو یہ کہہ کر پکارا کہ میری طرف آؤ! میں اللہ کا رسولؐ ہوں، تو آپؐ کی آواز مشرکین نے پہچان لی۔اِس وقت اُن کے گھڑ سوار، مسلمانوں کے مقابلے میں آپؐ کے زیادہ قریب تھے چناں چہ انہوں نے آنافاناً آپؐ پر حملہ کر دیا اور اپنا پورا زور آپؐ کو قتل کرنے کی کوششوں پر لگا دیا۔

دو عورتوں کی تیر اندازی

رسول اللہ اور اُن کے گرد اُن کے نو انصاری صحابہؓ تھے سات مرد اور دو مسلمان خواتین تھیں؛ اوّل بیعتِ عقبہ والی سیّدہ نسیبہ رضی اللہ عنہا (المعروف بالکنیۃ ام عمارہ) جو کفار کے بڑھتے ہوئے دستوں پر تیروں کی بوچھاڑ کر رہی تھیں، دوسری سیّدہ امِ ایمن رضی اللہ عنہا جن کو نبی ﷺ اپنی ماں کہا کرتے تھے، جنھوں نے آپؐ کو ایامِ طفولیت میں گود وں کھلایا تھا۔اِن لوگوں کے ذہن وخیال میں بس ایک بات تھی کہ رسول اللہ کی جان بچائی جائے، یہ کفار کی اُس سوچ کے مقابلے میں تھی کہ اب جنگ جیتنے کا ایک ہی مرحلہ رہ گیا ہے کہ کسی طرح محمد [ﷺ] کو قتل کر دیا جائے۔

مزینہ کے وہبؓ اور حارثؓ کی تیر اندازی

رسول اللہ ﷺ کے گرد محافظ دستے میں پہلا مزید اضافہ آپؐ تک سب سے پہلے پہنچنے والے مزینہ کے دو اصحاب وہبؓ اور حارثؓ کے ذریعے ہوا۔رسول اللہ پر مکی سواروں کا ایک مختصر دستہ بائیں جانب سے حملہ آور ہوا، رسول اللہ نے پکارا کہ اس دستے سے نبٹنے والا کون ہے؟ وہبؓ نے بے ساختہ جواب دیا میں ہوں یا رسول اللہ اور پھر

اس مہارت اور تیزی سے تیر برسائے کہ لگتا تھا گویا دشمن پر تیر اندازوں کا ایک پورا دستہ تیر برسا رہا ہو۔ دشمن کے پہلے دستے کے ناکام ہونے پر جب گھڑ سواروں کا دوسرا دستہ حملہ آور ہوا تو رسول اللہ نے اُسی طرح پکارا کہ کون ہے اس دستے کے لیے؟ وہی ایک آواز پھر گونجی میں ہوں وہبؓ یا رسول اللہ وہب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اور پھر اس شان سے لڑے کہ گویا ایک پوری جماعت لڑ رہی ہو دشمن کا دوسرا دستہ بھی پسپا ہو گیا۔

غالباً یہی وہ شدید ترین وقت تھا جب اللہ نے غیب سے اپنی مدد نازل فرمائی تھی اور وہبؓ کے ساتھ فرشتے تیر اندازی کر رہے تھے۔ چناں چہ ایک روایت کے مطابق جبریل اور میکائیل مدد کے لیے آئے تھے۔ صحیحین میں سیّدنا سعدؓ کا بیان ہے کہ اُحد کے روز اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو آدمیوں کو جو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے دیکھا۔ یہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انتہائی زوردار لڑائی لڑ رہے تھے۔ میں نے اس سے پہلے اور اس کے بعد ان دونوں کو کبھی نہیں دیکھا۔

غالباً اس موقع پر طلحہؓ بن عبید اللہ اور سعدؓ بن ابی وقاص بھی راستا بناتے ہوئے رسولؐ اللہ کے قریب آ گئے۔ دشمن کا تیسرا دستہ اپنی قسمت آزمانے رسولؐ اللہ کے قریب آنے کی کوشش کرنے لگا، رسولؐ اللہ نے پکارا ان کے مقابل کون آئے گا؟ پھر وہب رضی اللہ عنہ نے ہی جواب دیا میں آؤں گا یا رسولؐ اللہ۔ رسولؐ اللہ نے کہا اٹھو اور خوش ہو جاؤ کہ جنت تمھاری ہے وہبؓ ایک جوش اور ایک عالمِ کیف و سرور لیے ہوئے اپنی تلوار لے کر یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے کہ واللہ نہ میں دشمن کو زندہ چھوڑنے کا قائل ہوں اور نہ ہی میں دشمن سے زندگی کی بھیک مانگتا ہوں۔ وہب رضی اللہ عنہ اس دستے کے بیچ میں کود پڑے اور مارتے کاٹتے ہوئے دوسری جانب نکل گئے، وہب رضی اللہ عنہ کی شجاعت و مہارت کا منظر ایسا قابل دید تھا کہ رسول اللہ اور آپؐ کے ساتھی تیر اندازی روک کر پلک جھپکائے بغیر حیرت اور ستائش کے عالم میں اس منظر میں کھو گئے۔ اے اللہ ان پر رحم فرما! آپؐ نے کہا۔ دوسری جانب سے وہبؓ پھر پلٹ کر دوبارہ کفار کی صف میں گھس گئے اور تلوار کے جوہر دکھاتے رہے یہاں تک کہ دشمن نے انھیں ہر طرف سے گھیر کر شہید کر دیا، بعد میں ان کے جسم پر زخموں کو گنا گیا تو تلوار کے زخموں کے علاوہ صرف نیزوں کے بیس ایسے زخم تھے جن میں سے ہر ایک جان لینے کے لیے کافی تھا۔ جس کسی نے بھی انھیں لڑتے دیکھا اس منظر کو کبھی فراموش نہ کر سکا۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بعد میں کہا کرتے تھے کہ تمام شہادتوں میں وہ شہادت جس کی مجھے ہمیشہ تمنا رہی وہ مزنی کی شہادت تھی اور بنو زہرہ کے سعدؓ کا دس سال بعد کہنا تھا کہ میرے کانوں میں اب بھی رسول اللہ کی آواز گونج رہی ہے جس میں آپؐ وہبؓ کو جنت کی بشارت دے رہے ہیں۔

سات انصاری صحابہؓ آپؐ پر قربان ہو گئے:

امام مسلم اپنی صحیح میں انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اُحد کے روز رسول اللہ ﷺ سات انصار اور دو قریشی صحابہؓ کے ہمراہ باقی لشکر سے الگ تھلگ رہ گئے تھے۔ جب حملہ آور آپؐ کے بالکل قریب پہنچ گئے تو آپؐ نے کہا: کون ہے جو انھیں ہم سے دفع کرے اور اس کے لیے جنت ہے؟ یا (یہ کہا کہ) وہ جنت میں میرا رفیق ہو گا؟ اس کے بعد ایک انصاری صحابیؓ آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اس کے بعد پھر مشرکین آپؐ کے بالکل قریب آ گئے، اور پھر یہی ہوا۔ اس طرح یکے بعد دیگرے چھ انصاری صحابی رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے۔ ان ساتوں میں سے آخری صحابی عُمارہؓ بن یزید بن السکن تھے، وہ لڑتے رہے لڑتے رہے یہاں تک کہ زخموں سے چور ہو کر گر پڑے، اس پر رسولؐ اللہ نے اپنے قریشی دو باقی ماندہ ساتھیوں سے کہا: ہم نے اپنے رفیقوں سے انصاف نہیں کیا۔ ابو عثمانؒ کا بیان صحیحین میں وارد ہے کہ ایک جنگ میں آپؐ کے ساتھ طلحہؓ بن عبید اللہ اور سعدؓ بن ابی وقاص کے سوا کوئی نہ رہ گیا تھا۔ اور وہ ساعت رسولؐ اللہ کی زندگی کے لیے نہایت ہی نازک ترین تھی۔ جب کہ مشرکین کے لیے وہ انتہائی سنہری موقع تھا۔

زخم پر زخم کھانے والا نبی ملاحمؐ

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مشرکین نے اپنے آخری کام [قتلِ خاتم النبیین ﷺ] کے لیے اپنی سی پوری کوشش کی اور کوئی کوتاہی نہیں کی لیکن اللہ کی مرضی کو پوری کرنے والے جاں نثاروں کے آگے اُن کی کچھ نہ چلی۔ ایک گھڑ سوار عبد اللہ بن قَمِئَۃ نے یہ نعرہ لگاتے ہوئے کہ لے سنبھال میرا وار، میں قَمِئَۃ کا بیٹا ہوں۔ آپؐ کے کندھے پر ایسی سخت تلوار ماری کہ آپؐ کی ایک زرہ تو کٹ گئی مگر دوہری زِرہ نہ کٹ سکی۔ کئی ہفتے آپؐ اس کی تکلیف محسوس کرتے رہے۔ اس نے پہلے ہی کی طرح پھر ایک زوردار تلوار ماری جو آنکھ سے نیچے کی اُبھری ہوئی ہڈی پر لگی اور اس کی وجہ سے خود [لوہے کا ہلمٹ] کی دو کڑیاں چہرے کے اندر گھس گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے چہرے سے خون صاف کرتے ہوئے کہا[20]: اللہ تجھے توڑ ڈالے[21]۔

---

۲۰ مزید یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے چہرے سے خون صاف کرتے ہوئے بار بار کہا کہ رب اغفر لقومی فإنھم لا یعلمون یعنی اے اللہ! میری قوم کو بخش دے، وہ نہیں جانتی۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ اللھم اھد قومی فإنھم لا یعلمون۔ یعنی: اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے۔ وہ نہیں جانتی۔ اللہ بڑا غفور ورحیم ہے اُس نے آپؐ کی قوم یعنی قریش کو انجام کار فتح مکہ کے بعد ایمان کی

طلحہ اور سعد رضی اللہ عنہما کی تیر اندازی

اُس موقع پر جب آپؐ کے ساتھ طلحہؓ بن عبید اللہ اور سعدؓ بن ابی وقاص کے سوا کوئی نہ رہ گیا تھا دونوں نے بے مثال شجاعت سے کام لے کر مشرکین کو اُن کے ناپاک مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔ یہ دونوں حضرات عرب کے مانے ہوئے تیر انداز تھے۔ انھوں نے تیر مار مار کر مشرکین حملہ آوروں کو رسولؐ اللہ کے قریب پھٹکنے نہیں دیا۔

رسولؐ اللہ نے اپنے ترکش کے سارے تیر سعد بن ابی وقاصؓ کے سامنے ڈال دیے۔ اور کہا: تیر چلاؤ، تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ کیا اُن کی خوش بختی کا ٹھکانہ تھا کہ رسولؐ اللہ نے ان کے سوا کسی اور کے لیے ساری زندگی ماں باپ کے فدا ہونے کی بات نہیں کہی۔ سچی بات یہ ہے کہ غزوہ اُحد میں صحابہؓ کے کارنامے ایک سے ایک ہیں لیکن جس چیز پر جنگ کی ہار جیت کا فیصلہ ہونا تھا وہ صرف اور صرف یہ تھی کہ وہ نبی ﷺ کو قتل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں، اس معاملے میں قریش کو ناکام کرنے میں متعدد اصحابؓ نے جاں نثاری کا بے مثال مظاہرہ کیا اور جنگ میں توستّر اصحابؓ نے جانیں قربان کیں، لیکن جب قریش کام یابی کے بالکل قریب آگئے تو قریش کو رسوا کرنے کی سعادت طلحہؓ بن عبید اللہ کی قسمت بنی، نبی ﷺ کو بچانے والے آخری آدمی جو بزبانِ رسالت ﷺ سے بِنا شہید ہوئے شہید کہلائے اور 'خیر' کا لقب پائے وہ طلحہؓ بن عبید اللہ تھے، طلحہ الخیر۔ یہ سعادت اللہ کی جانب سے تھی، ورنہ تو آپؐ پر قربان ہونے والی سات لاشوں کا حلقہ انصاری نوجوانوں کا تھا، حمزہؓ، ابودجانہؓ، زبیرؓ اور علیؓ رضی اللہ عنہم نے میدانِ جنگ میں دشمنوں کے دانت کھٹے کیے تھے اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے تبلیغ دین کے بعد جرات و شجاعت کی وہ داستان رقم کی جس کی تحسین سے زبان و قلم دونوں عاجز ہیں، صرف ایک اللہ ہی قدر دان ہے جو تحسین اجر و انعام کا حق ادا کر سکتا ہے۔

توفیق دی اور اس ساری مشکل کا سبب بننے والے خالد بن ولید کو فتح مکہ سے قبل ہی ایمان کی سعادت سے نواز دیا اور خالد بن ولیدؓ کو یقین نہیں آتا تھا کہ اُن کی حرکتیں معاف کی جا سکتی ہیں مگر رسول رحمت فرماتے، اور یقین دلاتے تھے کہ فکر نہ کرو، اسلام اپنے سے ماقبل تمام گناہوں کو دھو دیتا ہے۔ مشرکین احد کے سرداروں کا کیا انجام ہوا؟ اس کے لیے اس باب کے آخر میں دیا گیا ضمیمہ دیکھیے۔

۲۱ چناں چہ ابن قَمِئَۃ جنگ سے واپس گھر آنے پر اپنی بکریاں دیکھنے کے لیے نکلا۔ بکریاں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئی تھیں۔ ابن قَمِئَۃ وہاں پہنچا تو ایک پہاڑی بکرے نے اُس پر حملہ کر دیا۔ اور سینگ مار مار کر پہاڑ کی بلندی سے نیچے لڑھکا دیا۔ بعض روایات کے مطابق سینگ مار مار کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

جابرؓ فرماتے ہیں کہ طلحہؓ بن عبید اللہ نے تنہا گیارہ آدمیوں کے برابر لڑائی کی۔ یہاں تک کہ ان کے ہاتھ پر تلوار لگی جس سے ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔ اس پر ان کے منہ سے سی کی آواز نکلی۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا: اگر تم بسم اللہ کہتے تو تمھیں فرشتے اٹھا لیتے اور لوگ دیکھتے۔ طلحہؓ کا ہاتھ جس سے اُحد کے دن انہوں نے نبی ﷺ کو بچایا تھا، شل ہو گیا تھا۔ اُس دن رسول اللہ ﷺ نے طلحہؓ (بن عبید اللہ) کے لیے کہا: جو شخص کسی شہید کو روئے زمین پر چلتا ہوا دیکھنا چاہے وہ طلحہؓ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ [اُن کے والد] ابو بکرؓ جب بھی جنگِ اُحد کا تذکرہ فرماتے تو کہتے کہ یہ جنگ کل کی کل طلحہؓ (بن عبید اللہ) کے لیے تھی!

افواہ کا جھوٹا ہونا معلوم ہو گیا اور ایک مضبوط مرکز بن گیا

اسی دوران یہ بھی معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے قتل کی خبر محض جھوٹ اور غلط فہمی پر مبنی ہے، وہ تو مصعب بن عمیرؓ ہیں جو رسول اللہ سے حد درجے شکل و صورت میں ملتے تھے، جن کی شہادت پر کفار نے انھیں رسول اللہؐ جان کر نعرہ لگایا تھا کہ محمدؐ قتل ہو گئے، محمد ﷺ تو اپنے انصاریوں کے حصار میں اس طرح محفوظ تھے جیسے چوزہ مرغی کے پروں میں محفوظ و مامون ہوتا ہے۔ غلط فہمی کے رفع ہونے سے مسلمانوں کی ہمت بندھ گئی۔ اب ہر مسلمان کی یہ کوشش تھی کہ مرکز کی جانب بڑھے جہاں مشرکین کے شدید دباؤ کی مزاحمت کے ذریعے رسول اللہ کی حفاظت کی جا رہی تھی، مسلمان اِن کا گھیرا توڑنے اور رسولِ اکرم تک راستا بنانے کی کوشش میں مصروف ہو گئے۔ اور ان کو ایک نیا حوصلہ اور ولولہ مل گیا، رسول اللہؐ تو اُن کی جان تھے۔ کچھ ہی دیر میں مسلمان ایک مضبوط مرکز بنانے میں کامیاب ہو گئے۔

سابقوں الاوّلون اور صادق الایمان جاں نثارانِ اسلام؛ ابو بکر صدیق، عمر فاروق، زبیر اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اور اِن کے ہمراہ کچھ اور لوگ جو صفِ اول میں کفار کو قتل کر رہے تھے، جب رسول اللہ ﷺ کی ذات کے بارے میں خطرے کی باتیں سنیں تو آپؐ کی حفاظت اور دفاع کرنے کے لیے آپؐ کے مقام کی طرف تیزی سے پلٹنے لگا، جہاں آپؐ کفار کے شدید نرغے میں تھے، ابھی رسول اللہ کے قریب پہنچ نہ پائے تھے کہ عُتبہ بن ابی وقاص نے ایک تیز دھار کا پتھر آپ ﷺ کو پھینک مارا جو اڑتا ہوا آیا اور رسول اللہ کے دہن مبارک کو لگا آپؐ کا نچلا ہونٹ پھٹ گیا اور آپ ﷺ پہلو کے بل گر گئے۔ اسی اثنا میں عبد اللہ بن شہاب زہری نے آگے بڑھ کر آپ ﷺ کی پیشانی زخمی کر دی۔ روئے [چہرہ] مبارک سے خون بہہ نکلا خون روکنے کے لیے آپؐ نے ضبط و تحمل سے جو کچھ ہو سکتا تھا وہ کیا اور جلد ہی قریب پہنچنے والے اوپر مذکورہ

اصحابؓ کو اطمنیان دلایا کہ زخم زیادہ شدید نہیں ہے۔[22] آپؐ کی جانب سے اطمینان پاکر وہ معرکہ کارزار کی طرف پلٹ گئے بعد میں زہرہ قبیلے کے سعدؓ اور خزرج کے حارثؓ بن سمیہ بھی معرکہ کارزار میں چلے گئے اس نئی کمک پہنچنے پر علی، زبیر اور ابو دجانہ رضی اللہ عنہم نے دشمن پر ایساز بردست حملہ کیا کہ وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے کچھ دیر کے لیے تو ان کی صفیں ان انصاری صحابہؓ کی لاشوں سے بھی پیچھے ہٹ گئیں جنہوں نے رسولؐ اللہ کی حفاظت کرتے ہوئے آپؐ کی جان پر اپنی جانیں نثار کر دی تھیں، آپؐ نے ان پر نظر ڈالی اور ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

آپؐ کے سامنے آپؐ کی حفاظت کرتے ہوئے صحابہؓ کے جو اجسام پڑے نظر آرہے تھے،اُن جسموں میں سے ایک میں ابھی زندگی باقی تھی جو کسی طرح آپؐ تک پہنچنے کی کوشش میں تڑپ رہا تھا، رسول اللہ ﷺ نے دو اصحاب کو انھیں اٹھا کر لانے کے لیے بھیجا، وہ لائے گئے تو انہوں نے آپؐ کے قریب پہنچ کر اپنا سر آپؐ کے قدموں پر رکھ دیا۔اور اسی حالت میں اپنے رب سے جا ملے، جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے آپؐ نے کہا اور کئی برس گزر جانے کے بعد بھی آپؐ اِن واقعات اور خاص طور پر ان بابرکت لمحات اور مقام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ کیا ہی ہوتا اگر مجھے میرے اصحابؓ [جو شہید ہو گئے] کے ساتھ ہی پہاڑ تلے چھوڑ دیا جاتا! [بحوالہ، ابو بکر سراجؒ، "محمد ﷺ اپنے قدیم ماخذات سے"]

میدان جنگ سے جنت کی خوشبو کیا آئی کہ آج تک آرہی ہے

انسؓ بن نضر کو میدان کے کنارے دو اصحابیؓ ملے جو زندگی سے بے زاری کی حالت میں گویا تھکے ہارے بیٹھے تھے نہ ہی وہ لڑنا چاہ رہے تھے اور نہ اُنھیں جان بچا کر پہاڑ پر چڑھنے کی کوئی فکر تھی؛ یہاں کیوں بیٹھے ہو انسؓ نے پوچھا، جواب ملا کہ اللہ کے رسول قتل کر دیے گئے ہیں! انسؓ نے کہا تو پھر تم زندہ رہ کر کیا کرو گے اٹھو اور ان کی طرح اپنی جان نذر کر دو۔

22 آپ ﷺ اپنے چہرے سے خون صاف کرتے جا رہے تھے، اور کہتے جا رہے تھے کہ وہ قوم کیسے کامیاب ہو سکتی ہے جس نے اپنے نبی کے چہرے کو زخمی کر دیا۔اور اس کا دانت توڑ دیا حالاں کہ وہ انھیں اللہ کی طرف دعوت دے۔رسول اللہ ﷺ نے اس حالت میں کہا: اس قوم پر اللہ کا سخت عذاب ہو جس نے اپنے پیغمبر کا چہرہ خون آلود کر دیا۔ پھر تھوڑی دیر رک کر کہا کہ رب اغفر لقومی فإنهم لا یعلمون یعنی اے اللہ! میری قوم کو بخش دے، وہ نہیں جانتی۔اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿اٰل عمران:١٢٨﴾ آپ کو کوئی اختیار نہیں اللہ چاہے تو انھیں توبہ کی توفیق دے اور چاہے تو عذاب دے کہ وہ ظالم ہیں۔

یہ انسؓ بن نضر تھے جن کے نام پر ان کے بھتیجے [انس بن مالکؓ] کا نام رکھا گیا تھا جو رسول اللہ ﷺ کے خادمِ خاص تھے نضر کی بیٹی ربیع رضی اللہ عنہا، انسؓ بن نضر کی بہن وہی خاتون تھیں جن کے بیٹے حارثہؓ کی شہادت بدر میں ایک تیر لگنے سے ہوئی تھی اور رسول اللہ نے کہا تھا: 'اے حارثہؓ کی ماں فردوس میں کئی باغات ہیں اور بلا شبہ تیرا بیٹا فردوس کے اعلیٰ ترین باغ میں ہے۔'

اِن اصحابؓ سے یہ کہہ کر انسؓ بن نضر پھر اس طرف چل پڑے جہاں جنگ کا معرکہ زوروں پر گرم تھا، راہ میں انہوں نے سعد ابن معاذؓ کو پایا جنہوں نے بعد میں رسول اللہ کو بتایا کہ انسؓ نے انھیں زور سے پکار کر کہا تھا مجھے کوہ اُحد کی دوسری جانب سے [جہاں زوروں کی جنگ جاری تھی] جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ سعدؓ نے بتایا کہ اے اللہ کے رسولؐ جس طرح انہوں نے جنگ لڑی ویسی جنگ مجھ سے نہ ہو سکی جنگ ختم ہونے کے بعد انہوں نے دیکھا کہ انس رضی اللہ عنہ کی لاش پر اسّی سے زیادہ زخم تھے اور وہ اس طرح لخت لخت ہو چکی تھی کہ کسی سے بھی پہچانی نہ گئی سوائے ان کی بہن، شہیدِ بدر حارثہؓ کی ماں ربیع رضی اللہ عنہا کے جنہوں نے ان کی انگلی سے ان کی شناخت کی۔

پہاڑی کیمپ کی طرف رجعت

جیسا کہ آپ نے گزشتہ سطور میں مطالعہ کر لیا کہ آپؐ کے گرد موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی بے مثال جاں نثاری و سرفروشی کے ساتھ آپؐ کی حفاظت اور حملہ آوروں کو روکنے کا حق ادا کر دیا، جس کے نتیجے میں یہ امکان پیدا ہوا کہ اللہ کے رسولؐ زخمی حالت کے باوجود مشرکین کی صفیں توڑ کر آگے کی جانب بڑھنا شروع کر سکیں، جہاں مسلمان دو طرفہ حملوں کی زد میں تھے۔ جوں ہی آپؐ آگے بڑھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے آگئے تو وہ آپؐ کی طرف دوڑ کر آنے لگے، یوں کم و بیش تیس جاں نثار جمع ہو گئے۔ اب رسول اللہ ﷺ نے بالائی جانب اپنے کیمپ کی طرف بڑھنا شروع کیا، اس اقدام سے مسلمان مشرکین کے دو طرفہ حملوں کو سہنے کے بجائے ایک طرف سے پہاڑ کی اوٹ میں آنے لگے۔ اور یوں بیچ میں لے کر دو جانب سے مسلمان فوج کو لڑنے اور مرنے پر مجبور کرنے کی خالد بن ولید کی وہ تدبیر بے اثر ہونا شروع ہو گئی، جس نے مسلمانوں کی جنگ میں بالادستی کو بالکلیہ ختم کر دیا تھا، اب اُن کے لیے دوبارہ کام یابی کی اُس منزل تک پہنچنا تو قطعاً نا ممکن تھا جہاں ادھوری فتح پر کچھ مسلمان مالِ غنیمت جمع کرنے لگ گئے تھے اور مال کی محبت میں تیر اندازوں نے وہ مورچہ خالد بن ولید کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ تاہم رسول اللہ ﷺ کی فوج کے لیے اس

وقت تو مقصود یہ تھا کہ جانی اور جسمانی، دونوں طرح کے کم سے کم نقصان (damage control) کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کی حفاظت کی جائے، جیسا کہ بالمقابل دشمن کی فتح کا آخری ٹارگٹ، آپ ﷺ کو قتل کرنا تھا۔ مسلمان پہاڑی کیمپ کی جانب اس ہی لیے بڑھ رہے تھے کہ کفار کو کسی طرح اُن کے ٹارگٹ کو حاصل نہ کرنے دیا جائے۔

پہاڑی کی طرف مراجعت کے دوران ایک چٹان آگئی جس پر چڑھ کر آگے بڑھنا تھا۔ آپ ﷺ نے اس پر چڑھنے کی کوشش کی مگر چڑھ نہ سکے۔ کیوں کہ آپؐ کا بدن عمر کے مطابق بھاری ہو چکا تھا، اُس وقت آپؐ کی عمر قمری اعتبار سے ۵۶ برس کے لگ بھگ تھی۔ [مجاہدین میں اکثریت آپؐ سے کم عمر تھی]، پھر آپؐ نے لوہے کی بنی دوہری زرہ بھی پہن رکھی تھی۔ اور آپؐ کافی زخمی بھی تھے۔ آپ کو اوپر چڑھانے کے لیے طلحہؓ نیچے بیٹھ گئے۔ اور آپؐ کو کندھوں پر سوار کر کے کھڑے ہو گئے۔ اس طرح آپؐ چٹان پر چڑھ سکے۔ آپؐ نے کہا: "طلحہؓ نے واجب کر لی"، یعنی جنت اپنے لیے پکی کر لی۔

مشرکین قریش نے مسلمانوں کی کیمپ کی جانب واپسی کو روکنے کے لیے اپنی ساری قوت استعمال کر ڈالی۔ مگر اب فاتحینِ بدر کے سامنے اُن کی ایک نہ چلی، جنھوں نے یہ جنگ ابھی ابھی آدھی جیت کے آدھی ہاری ہے، میری جان کی قسم! اب وہ بپھرے شیروں سے نہ نبٹ پائیں گے! یہی وہ کانٹے کا وقت تھا کہ جب کفار ہر قیمت پر اپنی فتح کی تکمیل کے لیے یہ سننے کے لیے بے تاب تھے کہ محمد [ﷺ] کو قتل کر دیا ہے۔ قریش کا ایک گراں ڈیل گھڑ سوار عثمان بن عبد اللہ بن مغیرہ یہ نعرہ مارتا ہوا رسولؐ اللہ کی جانب بڑھا کہ یا تو میں رہوں گا یا وہ رہے گا۔ دوسری جانب نبی ملاحمؐ بھی جواں مردوں کی طرح اُس کا سر اُڑانے کے لیے تیار ہو گئے۔ آپؐ کی جانب دیوانہ وار دوڑتے ہوئے گھوڑے نے فاسق ابو عامر کے کھودے گڑھے میں ایک ٹھوکر کھائی اور سوار نیچے تھا جھٹ حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ نے تلوار کا وار کیا کہ زمین پر ہی مر جائے مگر کھڑے ہوتے ہوتے اُس کم بخت نے پاؤں کٹوا لیے اور گر گیا، حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ نے دوسرے وار سے سر تن سے جدا کر دیا۔ مشرکین کا ایک اور بد بخت، عبد اللہ بن جابر جسے ادھوری فتح کو مکمل کرنے کی بڑی آرزو تھی آگے بڑھا اور حارث بن صمہ رضی اللہ عنہم پر تلوار سے وار کیا اور اُنھیں کندھے پر سے زخمی کر دیا، سر اُٹھا کر مزید وار کرنا چاہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے لی ہوئی تلوار کا حق ادا کرنے والے، کافروں کی موت کے پیغامبر ابو دجانہ رضی اللہ عنہم نے عبد اللہ بن جابر کا سر اڑا دیا۔ شجاعت و جاں نثاری کے اِن واقعات کے ساتھ مسلمان آہستہ آہستہ پیچھے اپنے پہاڑی کیمپ کی طرف پلٹ رہے تھے۔

باب# ۱۴۵

غزوہ اُحد - ۸: جڑ کو کاٹ دو

اسلام کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے قتل کی مجنونانہ کوششیں

کیا محمد [ﷺ] قتل ہو گئے؟

کفار کو ایک ہی جنون تھا کہ وہ محمد [ﷺ] کو قتل کر دیں، اُنھیں ایک آس تھی کہ شاید وہ قتل ہو گئے ہیں، وہ جاننا چاہتے تھے کہ کیا محمد [ﷺ] قتل ہو گئے ؟ کفار کے حملے جاری رہے اور رسول اللہؐ کے ساتھ مختصر سی جماعت دفاع کرتی ہوئی اور آہستہ آہستہ اپنا راستا کیمپ کی جانب بناتی ہوئی بڑھتی رہی۔

قریش نے ایک مرتبہ پھر آہستہ آہستہ اُس طرف پیش قدمی شروع کردی جہاں سے تھوڑی دیر پیشتر انھیں دھکیل کر پیچھے کیا گیا تھا اس چھوٹے سے دستے کے پاس جو رسولؐ اللہ کو ڈھانپے ہوئے تھا تیر بھی ختم ہو رہے تھے اور اگر تیر ختم ہو گئے تو پھر تیر اندازی کی بجائے تلواروں سے جنگ کرنا ہوگی۔ تیروں سے تو کچھ تیر انداز کثیر تعداد کا مقابلہ کر لیتے ہیں مگر دست بدست لڑائی میں عددی برتری، جنگ میں اچھے اچھے تلوار بازوں کو مار دیتی ہے۔ اگر تلوار سے جنگ شروع ہوتی ہے تو پھر ایک مسلمان کے مقابلے میں چار کافروں کا معاملہ تھا۔

اچانک ایک بڑا ہی اڑیل گھڑ سوار، ابن قَمِئَۃ پہلو سے نکلا، اس کا تعلق مکہ سے باہر بسنے والے قبائل سے تھا، یہ اب تک کافی مسلمانوں کو شہید کر چکا تھا۔ ابن قَمِئَۃ سیدھا رسول اللہ اور آپؐ کے جاں نثاروں کے سر پر پہنچ گیا اور چلایا محمد [ﷺ] کہاں ہیں میں زندہ نہ رہوں اگر وہ زندہ بچ جائیں۔

اُس نے ایک نظر میں اپنے ہدف کو پہچان لیا اور اپنے گھوڑے کو ایڑ دیتے ہوئے اس نے اس زور سے اپنی تلوار کا وار کیا کہ کوئی زرہ اس وار کو روک نہ سکتی تھی لیکن طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ جو رسولؐ اللہ کے پہلو میں کھڑے تھے انہوں نے اپنے آپ کو تلوار کے وار کے آگے کر کے عمر بھر کے لیے اپنے ہاتھوں کی دو انگلیوں کی قربانی تو دے لیکن ان کی ہمت و بہادری تلوار کا رخ ہٹانے اور زور گھٹانے میں کامیاب ہو گئی تلوار کا پھل رسول اللہ کے خود [آہنی ہیلمٹ] کے اوپر حصے سے بال برابر خطا کر گیا اور دوسرا وار خود کے پہلو کو چھوتا ہوا

کنپٹیوں کو زخمی کر کے خود کے دو حلقوں کو رخسار مبارک میں گھسا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کے کندھے پر تلوار کے ٹکرانے اور خود کے نیچے سر پر زبردست چوٹ نے وقتی طور پر آپؐ کو بے ہوش کر کے زمین پر گرادیا، محافظین نے آپؐ پر ہونے والے حملوں سے آپؐ کے بچاؤ کی خاطر آپؐ پر اپنے جسموں کا گھیرا تنگ کر دیا قبیلہ مخزوم کے شماس رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھ کر ایسی معرکہ آرائی کا مظاہرہ کیا اور اسی حالت میں ایسی تلوار چلائی کہ جیسے ان میں کوئی غیر مرئی قوت حلول کر گئی ہو۔ اُن کی اس کامیاب بے جگری اور مہارت کے باعث اللہ کے رسولؐ نے انھیں زندہ ڈھال سے تعبیر کیا۔ شماس رضی اللہ عنہ تب تک ڈھال بنے رہے جب تک کہ ان کے جسم کے ٹکڑے نہ ہو گئے ان کے گرتے ہی ایک اور صحابیؓ نے ان کی جگہ سنبھال لی یہ وہ کانٹے کا موقع (critical time) تھا جب نصیبہ رضی اللہ عنہا نیام سے اپنی تلوار نکال کر کفار سے مردانہ وار لڑ رہی تھیں۔

وہ اصحابؓ جن کے خون میں اللہ کے رسول کا خون شامل ہو گیا:

مسلمان اِن ساری آزمائشوں کے باوجود مسلسل آہستہ آہستہ پیچھے اپنے پہاڑی کیمپ کی طرف پلٹ رہے تھے لیکن رسولؐ اللہ کے چہرہ مبارک کا زخم بہت تکلیف دہ تھا، یہ زخم خود کی ٹوٹنے والی دو کڑیوں کے گوشت میں گھس جانے کی وجہ سے لگا تھا۔ زیادہ تکلیف کی بنا پر کچھ دیر رکنا پڑا۔ ابو بکرؓ نے چاہا کہ وہ اِن کڑیوں کو نکال دیں لیکن ابو عبیدہؓ نے انتہائی عاجزی سے یارِ غار سے اپیل کی کہ اُنھیں یہ موقع دیا جائے کہ وہ یہ کڑیاں ایک خاص ٹیکنیک سے نکال دیں جس سے زخمی کو بہت کم تکلیف پہنچتی ہے۔ اُنھوں نے ایک ایک کر کے دونوں کڑیوں کو اپنے دانتوں میں جکڑ کر باہر نکال تو دیں لیکن دونوں مرتبہ اپنا ایک ایک دانت بھی اس کام کے دوران قربان کیا۔ کڑیاں نکلنے پر زخم سے خون بہت ہی زیادہ تیزی سے جاری ہو گیا۔ قبیلہ خزرج کے مالک رضی اللہ عنہ نے اپنا منہ زخموں پر رکھا اور خون کو چوس کر نگل لیا۔ رسولؐ اللہ نے کہا کہ جو کوئی ایسے شخص کو دیکھنا چاہیے جس کے خون میں میرا خون شامل ہو گیا ہے تو وہ مالکؓ ابن سنان کو دیکھے، اس فضیلت میں ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھی شریک کیا گیا کیوں کہ جب انہوں نے رسول اللہ کے رُخسار سے دو کڑیاں دانتوں کے زور سے نکالی تھیں تو ان کے اپنے دو دانت بھی اکھڑ گئے تھے اور ان کے منہ سے خون جاری ہو گیا تھا۔ رسولؐ اللہ نے کہا کہ جس کسی کے خون میں میرا خون مل گیا اس کے اوپر جہنم کی آگ حرام ہے۔ خون تھا کہ پھر بھی تھوڑا بہت جاری تھا۔

ابی بن خلف کا قتل

جب رسول اللہ ﷺ گھاٹی میں تشریف لا چکے تو اُبی بن خلف یہ کہتا ہوا آیا کہ اے محمدؐ اگر آج تم بچ نکلو تو واللہ میں زندہ نہ رہوں گا۔ یہ امیہ بن خلف کا بھائی ابی بن خلف تھا جس نے قسم کھائی تھی کہ وہ گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر رسول اللہ کو قتل کرے گا۔ جب اس نے اِس افواہ کا چرچا سنا کہ اُس نے جس کو قتل کرنے کا عہد کیا تھا وہ ابن قَمِئَۃ کے ہاتھوں مر چکا ہے تو قاتلِ اعظم نہ بن سکنے کے احساسِ محرومی نے اُسے غم زدہ کر دیا اور وہ ایک موہوم سی امید لیے کہ اگر کچھ بھی جان باقی ہو تو اپنی قسم کو پورا کر سکے گا، وہ رسول اللہ کی جگہ پر پہنچا، صحابہؓ نے فوراً رسول اللہ ﷺ کو اپنے نرغے میں لے لیا۔

یہ وہی ابی بن خلف ہے جس کا بیٹا میدانِ بدر میں قیدی بنا تھا، جسے فدیہ دے کر لینے کے لیے ابی بن خلف مدینے آیا تھا۔ جتنے بھی کفارِ مکہ اپنے قیدیوں کو لینے مدینے آئے تھے، تمام ہی نہایت تمیز سے ملے سِوائے اس واحد بدتمیز کے اِس نے چلتے وقت نبی ﷺ سے کہا تھا کہ میرا ایک گھوڑا عود ہے، جسے میں روزانہ اسپیشل چارہ کھلاتا ہوں، ایک روز اُس پر بیٹھ کر تمھیں قتل کروں گا۔ آپؐ نے کہا تھا، نہیں ایسا نہیں ہوگا، بلکہ وہ میں ہوں جس کے ہاتھوں تو قتل ہوگا، ان شاء اللہ۔ یہ قتل کی دھمکی وہ غالباً مکی دور میں بھی رسول اللہ ﷺ کو دے چکا تھا۔ اس کے جرائم کی تفصیل دیکھیے جلد دوم صفحہ ۲۳۶ اور جلد نہم میں صفحہ ۲۶۶۔

آپؐ کے گرد اصحاب رضی اللہ عنہم اِس ابی بن خلف پر حملہ کرنے ہی والے تھے کہ رسول اللہ نے انھیں رُک جانے کا حکم دیا اور کہا، ذرا اِسے قریب آنے دو۔ جب وہ آ پہنچا تو آپؐ نے حارثؓ بن صمہ سے ایک چھوٹا سا نیزہ لیا، حملہ کرنے کے لیے تیار ہوئے، نیزے کو ذرا سا جھٹکا یا تو ذاتِ گرامی کا رعب ایسا تھا کہ ارد گرد تمام اصحابؓ اس طرح ہٹائے گئے جیسے اُونٹ اپنے بدن کو جھٹکا دیتا ہے تو مکھیاں اُڑ جاتی ہیں۔ دور ہٹ کر کسی کو اپنی جگہ سے ملنے کی جرات نہ ہوئی اصحابؓ کی آنکھیں ہیبت کے عالم میں گویا پتھرائی ہوئی تھیں اور آپؐ کے باعزم و باجمال چہرے کو دیکھتی ہی رہ گئیں۔ حقیقت یہ تھی جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ جب کسی کام کا ارادہ فرما لیتے تھے تو پھر اس بارے میں ان کی سرگرمی کو بیان کرنے کے لیے کوئی مثال نہیں پیش کی جا سکتی۔ ابی بن خلف نے تلوار میان سے نکالی، آگے بڑھا لیکن اس سے قبل کہ وہ کوئی وار کر پاتا بجلی کی سی تیزی سے رسولؐ اللہ نے اپنا نیزہ اس کی خود [آہنی ہیلمٹ] اور زِرہ کے درمیان حلق کے پاس تھوڑی سی جگہ ایسا خوب (accurate)

نشانے پر مارا کہ وہ ڈگمگا گیا اور گرتے گرتے اپنا توازن سیدھا کرتا ہوا ڈھلان پر گھوڑا دوڑاتا ہوا ایسا بھاگا کہ سیدھا قریش کے پڑاؤ پر جا کر دم لیا۔ اُس کی گردن پر بالکل معمولی سا زخم آیا تھا۔ کہنے لگا : واللہ! مجھے محمدؐ نے قتل کر دیا۔ لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! تمھیں وہم ہو گیا ہے، تمھیں واللہ کوئی چوٹ ووٹ نہیں ہے۔ اس نے کہا، ارے وہ مکے میں مجھ سے کہہ چکا تھا کہ میں تمھیں قتل کروں گا۔ [گویا اُس کی بات کے سچ ہونے کا اُسے یقین تھا] س لیے اللہ کی قسم! اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتا تو بھی میری جان چلی جاتی۔ واپس جاتے ہوئے تکلیف کے مارے بیل کی طرح ڈکرا رہا تھا اور کہتا تھا: 'اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو تکلیف مجھے ہے اگر وہ ذی المجاز کے سارے باشندوں کو ہوتی تو وہ سب کے سب مر جاتے۔' {بخاری} واپسی میں سارے رستے جب تک زندہ رہا بیل کی طرح آوازیں نکالتا رہا، مقام سرف پہنچ کر تڑپتا ہوا مر گیا۔

اللہ کے رسول کے قتل کی خبر غلط ہے!

کفار کے حملے جاری رہے اور رسولؐ اللہ کے ساتھ مختصر سی جماعت دفاع کرتی ہوئی آہستہ آہستہ اپنا راستا کیمپ کی جانب بناتی اور بڑھتی رہی جیسے ہی یہ مختصر سی جماعت ذرا بالائی سطح پر پہنچی تو نبی ﷺ کے قتل کی غلط خبر سُن کے اور مایوس ہو کے میدان جنگ سے پلٹ کر اوپر پناہ لینے والے اصحابؓ نے اس جماعت کو آتا دیکھا تو ان سے ملنے کے لیے نیچے اتر کر آنے لگے۔ کعبؓ ابن مالک دوسروں سے آگے تھے اور انھیں یہ دیکھ کر حیرانی سی ہوئی کہ بالکل رسول اللہ ﷺ کے قد و قامت اور چال ڈھال جیسی ہستی مگر بڑے پر وقار انداز سے آگے بڑھ رہی ہے۔ وہ استعجاب و حیرت سے اس ہستی کے قریب آئے تو اُنھیں خود کے سوراخوں میں وہ بے مثال چمکدار آنکھیں نظر آئیں جن کو دیکھ کر ایمان و زندگی کی حرارت پاتے تھے۔ یہ تو رسولؐ اللہ کے سوا کسی اور کی آنکھیں نہیں ہو سکتی ہیں وہ خوشی سے پلٹے اور اپنے پیچھے آنے والوں کو چلا کر خوشخبری دی کہ خوش ہو جاؤ کہ اللہ کے رسولؐ تو حیات ہیں۔ آپؐ نے انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا، کعبؓ اگرچہ چپ ہو گئے لیکن ایک سے دوسرے کو ہوتی ہوئی یہ خبر فوراً اوپر بھی اور نیچے بھی تمام مسلمانوں تک پہنچ گئی اور تصدیق کے لیے سارے مسلمان دوڑتے ہوئے کیمپ کی طرف آئے، خوشی نے سارے غم غلط کر دیے۔

مشرکین کا آخری حملہ

جب رسول اللہ ﷺ گھاٹی کے اندر اپنی بالائی قیادت گاہ [سپہ سالار کے لیے بنائی گئی چوکی] میں پہنچ گئے

تو ابو سفیان نے خالد بن ولید کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ اُن کی قیادت میں ایک پیدل دستہ اوپر چڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے دُعا فرمائی کہ اے اللہ! یہ اوپر ہم تک نہ پہنچ پائیں۔ عمر بن خطابؓ اور مہاجرین کی ایک جماعت نے لڑ کر انھیں پہاڑ سے نیچے اترنے پر مجبور کر دیا۔ دست بدست جنگ میں اوپر والوں کو نیچے والوں پر ایک برتری ہوتی ہے، کیوں کہ چڑھنے والوں کی طاقت اور کوشش کا بڑا حصہ اپنے آپ کو توازن کے ساتھ سنبھالنے اور اوپر کرنے میں ہی لگ رہا ہوتا ہے۔

اسی طرح کی ایک اور کوشش میں، جیسا کہ مشرکین پہاڑ پر چڑھنے کی ایک کے بعد ایک کوشش کر رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے سعدؓ سے کہا: ان کے حوصلے پست کرو، یعنی ان سے نبٹو۔ غالباً وہاں جمع ہو جانے والے دیگر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو اوپر آسکے تھے وہ کچھ دوسرے اوپر آنے کی کوشش کرنے والے حملہ آوروں سے نبٹ رہے تھے۔ سعدؓ نے کہا کہ میں تنہا ان کے حوصلے کیسے پست کروں؟ اس پر آپ ﷺ نے تین بار یہی بات دہرائی، جس پر سعدؓ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا۔ اور سامنے آنے والے پہلے شخص کو مارا تو وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ سعدؓ کہتے ہیں کہ میں نے [اُس تیر کو نکالا اور] اسی سے دوسرے کو مارا تو اس کا بھی کام تمام ہو گیا اس کے بعد [پھر وہ تیر اُس کے جسم سے نکالا] اور اس سے ایک تیسرے اوپر آنے والے کو مارا تو وہ بھی مر گیا۔ یہ دیکھ کے باقی اوپر آنے کی کوشش کرنے والے مشرکین نیچے بھاگ گئے۔ میں نے کہا یہ مبارک تیر ہے۔ پھر میں نے اسے اپنے ترکش میں رکھ لیا۔

تھک ہار کے کفار نے اپنے گمان کو یقین میں بدلنے کی کوشش کی کہ اللہ کے رسول کو وہ قتل کر چکے ہیں کہ یہی اُن کے نفس کو مرغوب تھا۔ اِن کی اس خوش گمانی نے یا کہیے کہ غلط فہمی نے اُن بیس، پچیس اصحابؓ کو ریلیف دیا جو رسولؐ اللہ کو اپنے حلقے میں لیے ہوئے تھے۔ بارہا حملے کر کے کفار کو معلوم ہو گیا تھا کہ اِن سے لڑنا بے کار ہے یہ قید کی ذلت کی بجائے جان دینے کو ترجیح دیں گے اور ہمیں مارے بغیر نہ مریں گے۔ کفار کا اصل کام تو ہو چکا تھا اسلام کا بانی [اُن کے خیال میں] مارا جا چکا تھا اس لیے اب اُن کے درمیان سوچ کی یہی لہر تھی کہ مرنے مارنے کی بجائے فتح کا جشن منانے کے لیے زندہ رہنا زیادہ بہتر تھا۔

باب# ۱۴۵

غزوہ اُحد -۹: دم توڑتی جنگ کی آخری سانسیں

دفاعی پوزیشن میں مسلمانوں کا بلندی پر نیا کیمپ اور قریش کا میدانِ اُحد سے فرار

دم توڑتی جنگ کے آخری مناظر

خواتین نے جب چند شکست خوردہ مسلمانوں کو دیکھا کہ میدانِ جنگ سے بھاگ کر شہر میں گھسنا چاہتے ہیں تو ان کے چہروں پر مٹی پھینکی اور کہنے لگیں عورتوں کی طرح سوت کاتنے کا چرخہ لے کر بیٹھ جاؤ اور ہمیں تلوار دو۔ یہ کہنے والی سیّدہ اِمِ ایمنؓ تھیں۔ اس کے بعد تیزی سے میدان جنگ پہنچیں اور زخمیوں کو پانی پلانے لگیں۔ ان پر حِبان بن عرقہ نے تیر چلایا، وہ گر پڑیں تو اس پر اللہ کے اس دشمن نے بھرپور قہقہہ لگایا۔ رسول اللہ ﷺ پر یہ بات گراں گزری۔ اور آپ ﷺ نے سعد بن ابی وقاصؓ کو ایک بے ریش تیر دے کر کہا: اسے چلاؤ۔ سعدؓ نے چلایا تو وہ تیر حِبان کے حلق پر لگا۔ اور وہ چت گرا، اس پر رسول اللہ ﷺ خوش ہو گئے، اور فرمایا: سعدؓ نے اُمِ ایمنؓ کا بدلہ چکا لیا۔

کعب بن مالکؓ کا بیان ہے کہ میں کیمپ سے باہر آیا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک زِرہ پوش مشرک شہیدوں کے درمیان سے گزر رہا ہے۔ اور کہتا جا رہا ہے کہ کٹی ہوئی بکریوں کی طرح ڈھیر ہو گئے، دوسری جانب ایک زِرہ پوش مسلمان اُس کے قریب آنے کا انتظار کر رہا ہے۔۔ میں آگے بڑھا کہ دیکھوں کیا انجام ہوتا ہے، میں نے کھڑے ہو کر آنکھوں ہی آنکھوں میں مسلم اور کافر، دونوں کی استعداد کا جائزہ لیا، کافر بہر طور اپنے ڈیل ڈول اور اسلحے کے لحاظ سے مقابلے کے لیے تیار مسلمان سے بہتر نظر آیا۔ دونوں میں ٹکر ہو گئی اور مسلمان نے کافر کو ایسی تلوار ماری کہ وہ پاؤں تک کاٹتی چلی گئی۔ مشرک دو ٹکڑے ہو کر گرا، پھر مسلمان نے اپنا چہرہ خود سے باہر نکالا اور کہا ارے بھائی کعبؓ! کیسی رہی؟ میں ابو دجانہؓ ہوں۔

خاتمۂ جنگ پر کچھ مومن خواتین میدانِ جہاد میں پہنچ گئیں جن میں سیدہ عائشہ بنت ابی بکرؓ، اِمِ سُلیمؓ اور اُمِ سلیطؓ شامل تھیں۔ یہ پنڈلی کے پازیب تک کپڑے چڑھائے پیٹھ پر مشک لاد لاد کر پانی لا رہی تھیں اور پانی کے طلب گار زخمیوں کے منہ میں انڈیل رہی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ واپس اپنے کیمپ میں

جب رسول اللہ ﷺ نے کیمپ کے اندر ذرا سکون پایا تو سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مہراس [پتھر میں بنے ہوئے گڑھے کو کہتے ہیں] میں جہاں پانی ٹھہرا ہوا تھا، وہاں سے کچھ پانی اپنی ڈھال میں بھر لائے۔ ٹھہرے ہونے کے باعث پانی میں بو آگئی تھی۔ آپؐ نے قدرے ناگوار بو محسوس کی تو اسے پیا نہیں، البتہ اس سے چہرے کا خون دھو لیا اور سر پر بھی ڈال لیا اور یہ فرما رہے تھے کہ اُس شخص پر اللہ کا غضب ہو جس نے اس کے رسول کے چہرے کو خون آلود کیا۔

دشمن کی یلغار سے محفوظ رہنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مزید اوپر چڑھنے کا حکم دیا۔ راہ میں اوپر چڑھتے ہوئے آپؐ نے ایک چٹان کی نوک پکڑ کر اپنے آپؐ کو اوپر اٹھانے کی کوشش فرمائی لیکن کمزوری کی وجہ سے اپنے آپؐ کو اوپر نہ کر سکے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ اگرچہ اپنا ایک ہاتھ شل کروا چکے تھے جس کی انگلیاں بھی کٹی ہوئی تھیں اور ویسے بھی بے انتہا زخمی تھے لیکن جوش و محبت نے اُن کو بے پناہ طاقت و ہمت عطا کی اور وہ آپؐ کے سامنے نیچے جھک گئے اور رسولؐ اللہ کو اپنی پیٹھ پر بٹھا کر اونچائی تک چڑھا دیا آپؐ نے اِس موقع پر طلحہؓ کے بارے میں پھر ایک بار ایک شان دار تعریفی بات فرمائی کہ 'طلحہؓ نے واجب کر لی (یعنی اپنے اوپر جنّت واجب کر لی)'۔ مشرکین کی جانب سے یہ آخری حملہ تھا جو اُنھوں نے نبی ﷺ کے خلاف کیا تھا، اب وہ بری طرح تھک چکے تھے۔

نمازِ ظہر کی ادائیگی: پھر آپؐ اپنے اصحابؓ کے ہمراہ ایسے مقام پر پہنچ گئے جو ایک نئے کیمپ کے لیے بڑا مناسب تھا۔ سورج انتہائی بلندی پر پہنچ کر زوال کی طرف مائل تھا اس لیے ظہر کی نماز ادا کی گئی۔ زخم کی تکلیف کی وجہ سے نبی ﷺ نے ظہر کی نماز بیٹھ کر ادا کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ ﷺ کی اقتدا میں بیٹھ کر ہی نماز ادا کی۔ کچھ ہی دیر میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ شیریں اور خوش ذائقہ پانی کہیں سے لے آئے، جسے نبی ﷺ نے پیا اور دعائے خیر دی۔ اس کے بعد لوگ آرام کی خاطر دراز ہو گئے۔ کئی ایک گہری نیند سوئے اور فرحت آمیز نیند سے لطف اندوز ہوئے اس تمام عرصہ میں صحابہؓ کی جماعت باری باری نیچے میدان پر نگاہ رکھنے پر مامور رہی۔

قریش کی سراسیمگی اور فرار کی تیاری

تھکن اور زخموں سے چور اہلِ مکہ کی فوج کے اکثر لوگوں کے لیے نبی اکرمؐ کے قتل کی افواہ بڑی خوش

خبری تھی، اُنھوں نے کہا بہت ہو گیا، بس اب مزید جنگ کی ضرورت نہیں، سچی بات یہ ہے کہ جواب دیتی ہمت کو ایک بہانہ مل گیا، ایک بار ہتھیار ڈال کر زخمیوں کا دوبارہ جنگ پر جانا مشکل تھا۔ قریش کو آپؐ کے انجام کا صحیح علم نہ تھا لیکن آپؐ کی شہادت کا گمان یقین کی حدوں کو چھونے لگا تھا کیوں کہ یہ خبر یا افواہ جو بھی تھی، اُنھیں بڑی مرغوب اور دلوں کا ارمان تھی۔ اور یہی وہ سب سے بڑا مقصد تھا جو اُن کو سینکڑوں میل دور یہاں لایا تھا، باوجود شبہات کے وہ اس پر یقین کر گئے۔ یقین کیا کر گئے مقصد کو حاصل کر کے اُن کا مزید لڑنے مرنے کا جذبہ سرد ہو گیا جو بات دلوں کو مرغوب ہوتی ہے وہی انسانی نفسیات جلد قبول کرتی ہے، وہ سوچتے تھے کہ اگر اُنھوں نے محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] کو قتل کر دیا ہے تو منزلِ مراد کو پالیا ہے، اب اپنے شہر سے کوسوں دور اپنے آپ کو دشمن کے شہر کے نواح میں مزید خطرے میں ڈالنا ہرگز عقلمندی نہیں ہے۔

اُنھیں مسلمانوں کی مکمل شکست کا یقین نہیں تھا، آغازِ جنگ سے قبل مسلمانوں کی فوج سے یثرب کے تین سو لوگوں کی واپسی کا اُنھیں علم تھا، اُن کے درمیان یہ افواہ گشت کر رہی تھی کہ وہ مسلمانوں کا ایک تازہ دم ریزرو دستہ ہے، جو حکمتِ عملی کے تحت پیچھے چھوڑا گیا ہے، وقت پڑنے پر مدد کو آئے گا اور بس آیا ہی چاہتا ہے۔ میدان میں پڑی لاشوں میں وہ صرف تین قریشیوں [حمزہؓ، مصعبؓ اور عبداللہؓ بن جحش] کو پا رہے تھے، وہ تو اپنے گمان کے مطابق مکے سے بھاگے ہوئے اپنے چچا زاد قریشیوں کو مارنے آئے تھے نہ کہ یثرب کے قدیم باشندوں کو کہ جن کی لاشوں سے اُنھیں میدان پٹا پڑا نظر آ رہا تھا۔ اُنھیں اندیشہ تھا کہ انتقام لینے اندرونِ شہر مدینہ سے کہیں مزید کمک نہ آ جائے، وہ (کُفّارِ قریش) تو اپنے شہر سے سینکڑوں میل دور تھے۔

مشرکین کو کم و بیش کامل شکست خوردگی کے بعد اچانک جو بالکل غیر متوقع برتری حاصل ہوئی تھی اُسے اُن کا زخموں سے چور نفسیاتی طور پر ڈرا، سہا لشکر محض وقتی اور عارضی گمان کر رہا تھا۔ آغازِ جنگ کے پہلے خوفناک حصے میں اُنھیں جو مار لگی تھی، ایک کے بعد ایک، دس علم بردار مارے گئے اور فرار ہوتے ہوئے مشرکین سے مسلمانوں نے جو مالِ غنیمت جمع کرنا شروع کیا تھا اور ابو دجانہؓ اور حمزہؓ نے جس طور گاجر مولی کی طرح مشرکین کو کاٹا تھا، اور جس شان سے درّے پر متعین تیر اندازوں کے دستے نے اُن کے گھوڑوں کو تیروں سے چھلنی کیا تھا یہ سارے مناظر اُن کو جلد از جلد مدینے کی سرحد سے دور کہیں بھاگ جانے پر آمادہ کر رہے تھے، ویسے بھی مسلمانوں کی جانب سے تیروں کی بوچھاڑ میں اُن کے بالائی کیمپ تک پہنچنا اب ممکن ہی نہیں رہا تھا، لڑتے بھی تو کس طرح؟ چاہتے ہوئے یا نہ چاہتے ہوئے ہر دو صورتوں میں اب میدان سے نکل

جانے کے علاوہ اُن کے پاس فی الوقت اپنی خیریت منانے کا کوئی دوسرا راستا نہیں تھا۔ ہاں، جاتے جاتے کچھ کرلیں اور جشن منالیں، اِس کا اُنھیں موقع ضرور حاصل تھا۔

شہداء کی لاشوں کا مُثلہ اور فتح کا نغمہ

جنگ بند ہوگئی، مشرکین کے لیے مزید لڑنے کے مقابلے میں جشنِ فتح کے لیے زندہ رہنا اہم بن گیا۔ قریش نے اپنے کیمپ کی طرف پلٹ کر مکّے واپسی کی تیاری شروع کردی۔ کچھ مشرکین مرد اور عورتیں میدانِ بدر میں مارے جانے والے اپنے رشتہ داروں کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے مسلمان شہداء کی لاشوں کو خراب کرنے کے قبیح اور گھناونے کام میں مشغول ہوگئیں۔ قریش کے ایک دو مردوں نے بھی عورتوں کے ساتھ اپنے انتقام کی آگ بجھانے کے لیے مسلمانوں کی لاشوں کا مثلہ کیا ان کے اس شرم ناک عمل پر بدوی حلیفوں نے قریش کو برا بھلا کہا اور غیرت دلائی کہ ایسا شرم ناک کام کرتے ہو! جس پر وہ باز آگئے۔ ہبل اور عزیٰ کی تکبیر کے اور اُن سے مشکل کشائی کے جو نعرے لگ رہے تھے وہ بھی قریش کے تیز تند حملوں کے ختم ہو جانے کے ساتھ تقریباً ختم ہو چکے تھے۔ قریشی خواتین نے ایک چٹان کے اوپر چڑھ کر فتح کا نغمہ گایا۔

قریش کو اپنے مقتولوں کی تعداد کا اندازہ تھا اور نہ ہی مسلمانوں کے مقتولوں کی تعداد کا، لیکن انھیں یہ پورا اعتماد تھا کہ انہوں نے بدر کے میدان میں قتل ہو جانے والے سرداروں اور اپنے تمام پیاروں کا انتقام اس نبوت کے دعوے دار پیغمبر کو قتل کرکے لے لیا ہے جو ایک نیا نظامِ زندگی لے کر آیا تھا، اُس کا دین ہی سارے جھگڑے کی بنیاد تھا اور یہ کہ انہوں نے یقینی طور پر دین اسلام کا خاتمہ کرکے عملی طور پر اپنے آبائی شرکیہ دین [جاہلی نظامِ زندگی] کو باقی و زندہ رکھنے کا اہتمام کرلیا ہے.......... یہ اُن کی بھول تھی، نبیؐ اور اُس کے صفِ اوّل کے جاں نثار دینِ اسلام کو قایم کرنے کے لیے اور باطل کا سر کچلنے کے لیے زندہ تھے۔

کفار کا مالِ غنیمت کا سمیٹنا اور اپنے مقتولوں کو دفنانا

جنگ سے فارغ ہو کر اور یہ فرض کرکے کہ جس غرض سے آئے تھے وہ پوری ہوگئی قریش اپنے مقتولوں اور زخمیوں کو سنبھالنے میں لگ گئے۔ ان کا بھی کافی نقصان ہوا تھا، مسلمانوں سے چار گنا زیادہ ہونے کے باوجود اپنے دس عدد علم برداروں کا خون کروایا تھا، تین ہزار نے مل کر مسلمانوں کے ستّر شہید کیے تھے جب کہ مسلمانوں نے صرف سات سو ہو کر اُن کے سینتیس (۳۷) گرا دیے تھے اس کے بعد قریش نے دشمن کے [مسلمانوں کے] مقتولوں کی گنتی کی تو ان کی تعداد ۶۵ نکلی، چند لاشیں اور بے ہوش زخمی ان کی نگاہوں میں

نہ آسکے۔ مسلمان شہدا میں، قریش صرف تین مہاجرین [بنوہاشم کے حمزہ رضی اللہ عنہ عبدالدار کے مصعب رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ] کے علاوہ کسی کو نہیں پہچانتے تھے سوائے ایک آدھ انصاری کے۔

دشمنانِ دین کے مقتولین کی تعداد جو سیرت کی کتب میں معروف و مشہور ہے وہ ۲۲ ہے لیکن بقول مبارکپوری رحمہ اللہ، اصحاب مغازی اور اہلِ سیَر نے اس معرکے کی جو تفصیلات ذکر کی ہیں اور جن میں ضمناً جنگ کے مختلف مرحلوں میں قتل ہونے والے مشرکین کا تذکرہ آیا ہے ان پر گہری نظر رکھتے ہوئے دقت پسندی کے ساتھ حساب لگایا جائے تو یہ تعداد سینتیس (۳۷) ہوتی ہے۔" راقم کا رجحان بھی مبارکپوری رحمہ اللہ کی اسی تحقیق کی طرف ہے واللہ اعلم۔

قریش اپنے اصلی شکار، رسول اللہ کے جسد کو تلاش کرتے رہے مگر نامراد ہوگئے، شاید وہ سوچتے ہوں کہ قتل تو کردیا لیکن جسد مسلمان لے گئے، اور یہ خیال بھی ستاتا تھا کہ قَمِئَۃ کا کیا اعتبار ایسے ہی مسلمانوں کو ڈرانے کے لیے بکواس کی ہوگی، لیکن یہ تو ہمارا اُلٹا نقصان ہوگیا، جیتی ہوئی جنگ ایک غلط افواہ پر خواہ مخواہ بند کردی، لیکن لڑائی ختم ہوچکی تھی، اب دوبارہ شروع کرنا ممکن نہیں تھا کیوں کہ پہاڑ کے اوپر جاکر لڑنے کا کوئی سوال نہ تھا۔ صرف مسلمان ہی جیتی جنگ نہیں ہارے تھے قریش بھی جیتی جنگ ہار گئے تھے!

مشرکین کی طرف سے لڑنے والا یثربی فاسق اپنے بیٹے کی لاش پر

ابوعامر اگرچہ رہبانیت کے روپ میں فاسق تھا مگر قوم پرست ہونے کے باعث اُسے اتنی بڑی تعداد میں اہلِ مکہ کے ہاتھوں یثربیوں کے قتلِ عام پر بڑا ہی افسوس تھا۔ اپنے بیٹے حنظلہ رضی اللہ عنہ غسیل الملائکہ کی لاش پر آیا اور ماتمی خطاب کرتے ہوئے کہا، کیا میں نے تمھیں اس شخص [یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم] سے خبردار نہیں کیا تھا، تو اپنے باپ کا بڑا سعادت منداور خدمت گزار بیٹا تھا، تو زندہ تھا تو خوش کردار و خوش اطوار تھا اور اب موت بھی ان کے ساتھ نصیب ہوئی ہے جو اپنے چمن کے بہترین پھول [اشارہ تھا یثربی شہدا کی طرف] تھے اگر اللہ نے اِس شہید کو اس نے حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کی جانب اشارہ کیا یا محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] کے ساتھیوں کو اجر سے نواز تو میری دعا یہی ہے کہ وہ تمھیں بھی نیک جزا دے۔

اِس دعا کے بعد ابوعامر نے شہدا کی لاشوں کا مثلہ کرنے والی عورتوں کی جانب غصے سے دیکھتے ہوئے کہا اے قریش کی عورتو! حنظلہ رضی اللہ عنہ کی لاش کا مثلہ نہ کرنا، کیا ہوا اگر یہ ہماری مخالفت میں لڑتا ہوا مارا گیا۔ لاشوں کو

بگاڑنے والی قریش کی خواتین نے اپنے ایسے ایثار پیشہ حلیف، ابو عامر کی خواہش کا احترام کیا جس نے اپنے پورے قبیلے اوس کے بر خلاف اللہ کے رسولؐ کی مخالفت کی تھی۔

فرار سے قبل مشرکین کے سپہ سالارِ کا مسلم فوج سے مکالمہ

کفار کا ایک گروہ جو مستقل رسول اللہ کے جاں نثاروں سے نبرد آزما رہا تھا اور وہ گروہ جو پہاڑ پر جاتے ہوئے مسلمانوں سے نبرد آزما ہوا یقیناً جان گیا ہو گا کہ خبر صحیح نہیں ہے۔ ابو سفیان خود بھی اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ سوائے ساٹھ پینسٹھ یثربیوں کو قتل کرنے کے انھوں نے کیا تیر مارا ہے؟ قریش جب اپنے مقتولوں کو دفن کر چکے تو فوراً غلاموں کو پڑاؤ اٹھانے کا حکم دیا اور اپنے مقتولوں کی زرہیں اور مسلمانوں کا جو کچھ بھی اسلحہ گر گیا تھا [جو بہت ہی تھوڑا تھا] اسے مال غنیمت کے طور اُٹھا کر اپنے اونٹوں پر لادا اور واپسی کے لیے تیار ہو گئے۔

روانگی سے قبل قریش کا سالارِ جنگ، ابو سفیان اپنی بھوری گھوڑی دوڑاتا ہوا اُحد کی بلندی پر واقع مسلمانوں کے کیمپ کے نیچے آیا اور چیخ کر مسلمانوں سے کہا کہ 'جنگ کا پانسہ پلٹتا رہتا ہے اور یہ جنگ کے بدلے جنگ تھی۔ اے ہبل تیری جے ہو، اپنے دین کو غالب اور سر فراز کر' مسلمانوں کی جانب سے کوئی جواب نہ پا کر اُس کی زبان پر وہ سوال آ ہی گیا جس کا جواب جاننے کے لیے وہ مکہ واپسی کے لیے تیار قافلے کو چھوڑ کر یہاں آیا تھا۔ جسم و جان کی ساری توانائی سے چیخا کیا تم میں محمد [ﷺ] ہیں؟ مسلمانوں کی جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے پھر کہا: کیا تم میں ابو قحافہ کے بیٹے [ابو بکرؓ صدیقؓ] ہیں؟ مسلمانوں کی جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اب اُس کی جان میں جان آئی، سمجھا کہ دونوں کو ہم نے قتل کر دیا، اب بولا کہ کیا تم میں عمرؓ بن خطاب ہیں؟ لوگ خاموش ہی رہے — کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے جواب دینے سے منع فرمادیا تھا اُس نے اپنی دانست میں جانا کہ جس طرح مسلمانوں نے پچھلی مرتبہ کفار کی صفِ اوّل کے تمام سرداروں یعنی تمام آئمۃ الکفر کو قتل کر دیا تھا، اس مرتبہ اُنھوں نے بھی مسلمانوں کی پہلی صف گرادی ہے اور وہ جنگ جیت کر جا رہے ہیں، خود ہی باآواز بلند بولا: چلوان تینوں سے تو جان چھوٹی۔ یہ سن کر سیّدنا عمرؓ فاروق سے چپ نہ رہا گیا اور بولے: او اللہ کے دشمن! جن جن کا تو نے پوچھا ہے وہ سب زندہ ہیں، اللہ نے ابھی تیری رسوائی کا سامان باقی رکھا ہے۔ اس کے بعد ابو سفیان نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا کہ تمھارے مقتولین کا مُثلہ ہوا ہے۔ لیکن میں نے نہ اس کا حکم دیا تھا اور نہ اس کام سے روکا ہے۔ پھر نعرہ لگایا: اُعلُ ھُبَل۔ ھبل بلند ہو۔ رسول اللہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صحابہؓ سے کہا کہ کہو اللّٰہ أعلی و أجل۔ اللہ اعلیٰ اور برتر ہے۔ ابو سفیان نے نعرہ لگایا : لنا عزی ولا عزی لکم۔ "ہمارے لیے عُزیٰ ہے۔ اور تمھارے لیے عُزیٰ نہیں۔" نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے دوستوں سے پوچھا کہ جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہؓ نے کہا کہ کیا کہیں؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کہا: کہو اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم۔ یعنی 'اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمھارا کوئی مولیٰ نہیں۔ ابو سفیان ذرا تر نگ میں آ گیا اور بولا کیسا اچھا کارنامہ رہا۔

آج جنگ بدر کے دن کا بدلہ برابر ہو گیا لڑائی تو ڈول کی مانند ہے، [کبھی نیچے، کبھی اوپر]۔

سیّدنا عمرؓ نے جواب میں کہا: ہر گز برابر نہیں، ہمارے مقتولین جنت میں ہیں۔ اور تمھارے مقتولین جہنم میں۔ اس کے بعد ابو سفیان نے کہا: عمر! میرے قریب آؤ۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کہا : جاؤ۔ دیکھو کیا کہتا ہے؟ عمرؓ جب ابو سفیان کے قریب ہوئے تو ابو سفیان نے کہا: عمر! میں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا ہم نے محمد [صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم] کو قتل نہیں کیا؟ سیّدنا عمرؓ نے کہا: واللہ! نہیں۔ بلکہ اس وقت وہ تمھاری گفتگو سن رہے ہیں۔ ابو سفیان نے کہا: تم میرے نزدیک ابن قَمِئَۃ سے زیادہ سچے اور قابل اعتبار ہو۔ وہ سوچتا ہی رہ گیا کہ ابو سفیان کی سالاری میں اگر محمد [صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم] کے قتل کا کارنامہ انجام پا جاتا تو اُس کی سرداری کو چیلنج کرنے والا کوئی نہ رہتا، اُس کا دل کہہ رہا تھا کہ محمد [صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم] کے قتل میں ناکامی تو جنگ میں ناکامی تھی، واپس ہونے لگا تو بولا: آئندہ سال بدر میں پھر لڑنے کا وعدہ رہا۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک صحابیؓ سے کہا: کہہ دو ٹھیک ہے۔ اب یہ بات ہمارے اور تمھارے درمیان طے پا گئی۔ ایسا ہی کہہ دیا گیا۔ ابو سفیان جنگ کا طے کر کے اپنی گھوڑی پر سوار ہوا، میدان پار کر کے دوسرے سرے پر اپنی فوج سے جا ملا جو اس کی منتظر تھی، سب جنوب کی سمت روانہ ہو گئے عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے لیے اتنی دور سے یہ اندازہ کرنا مشکل ہوا کہ ان کی فوج کا رخ کدھر ہے۔

کیا قریش پلٹ کر مدینے کی بستی پر حملہ کریں گے؟

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم متفکر تھے کہ مشرکین اپنی ادھوری برتری کو کامل فتح میں تبدیل کرنے اور جنگ میں ہماری کمزور پوزیشن سے فائدہ اُٹھا کر کہیں مدینے پر حملے کا ارادہ نہ کر لیں، چناں چہ آپؐ نے قبیلہ زہرہ کے سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو روانہ کیا کہ اُن کا تعاقب کر کے معلوم کیا جائے کہ اُن کا رخ کس طرف ہے اور ان کے کیا ارادے ہیں؟ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو سمجھایا کہ اگر انھوں نے گھوڑے آگے رکھے ہوں اور خود پیچھے اونٹوں پر سوار ہوں تو ان کا ارادہ مکہ کا ہو گا اور اگر گھوڑوں پر سوار ہوں، اور اونٹوں کو اپنے آگے ہانک کر لے جا رہے

ہوں گے تو اس کا مطلب ہے کہ مدینے کا ارادہ ہے۔ پھر کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر انہوں نے مدینے کا ارادہ کیا ہے تو میں اُن سے پہلے وہاں پہنچ کر ان سے جنگ کروں گا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے اُحد کی تنگ وادی میں بندھے رسول اللہ کے گھوڑے 'سُبک' کو کھولا اور اُس پر سوار ہو کر مکہ والوں کا تعاقب کیا اور ان کے کافی قریب پہنچ کر خاموشی سے قریش کی فوج کی ترتیب کو دیکھا اور یہ خبر لے کر واپس لوٹے کہ ان کے سوار اونٹوں کی پیٹھ پر ہیں اور ایک جانب خالی گھوڑے بغیر سوار کے چل رہے ہیں، یعنی مکے کو سدھار رہے ہیں۔ ایک عرصے بعد خالد بن ولید کے ساتھ فیصلہ کن حملے میں شریک مرونامی ایک شخص نے مکہ واپس جانے کی جو وجوہات بتائیں وہ یہ تھیں:

- ⇦ ہم نے سنا تھا کہ آغازِ جنگ میں ایک تہائی فوج واپس چلی گئی ہے، وہ ہم سے جنگ کے لیے تازہ دم ہے۔
- ⇦ اور یہ کہ اوس اور خزرج کے کچھ لوگ جو مدینہ میں رہ گئے تھے اب ضرور ہمارا مقابلہ کریں گے۔
- ⇦ اور ہمیں یہ ڈر بھی بہت تھا کہ مسلمان کہیں پلٹ کر حملہ آور نہ ہوں۔
- ⇦ ہم میں اکثر زخمی بھی بہت تھے اور
- ⇦ مسلمان فوج نے خصوصاً درّے پر مامور دستے نے تیر مار مار کے سارے گھوڑے چھلنی کر دیے تھے

اس لیے ہم واپس چلے گئے۔

نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہفتے کا دن گھمسان کی خوں ریز جنگ، بے جگری اور کمالِ شجاعت و فراست سے لڑنے میں گزارا، اور پھر سترّ (۷۰) جگری دوستوں، جاں نثاروں اور اپنے اور اُن کے عزیزوں کو سپردِ زمیں کرنے کے بعد زخمی حالت میں زخمیوں کے ہمراہ واپس آ رہے تھے، آج تو سترّ ساتھیوں نے آخری غسل اپنے خونِ رگِ گلو سے کیا تھا، باقی کو وضو کے لیے پانی ملنا بھی دشوار ہوا تھا اور چوں کہ خود کافی زخمی تھے امیر المؤمنین، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر ظہر کی امامت فرمائی تو سارے مقتدیوں نے بھی آپؐ کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کی [یاد رہے کہ کرسیاں نہیں تھیں، سنگلاخ زمین پر بیٹھ کر] اُن میں سے بیشتر آپؐ کی مانند زخمی تھے! کیا اُس جیسی نماز پھر کبھی ادا کی جا سکے گی؟

باب# ۱۴۵

غزوہ اُحد - ۱۰: شہدا کی تدفین اور مدینے کو واپسی

جنگ کے آخری معاملات اور مدینے کو واپسی

شہداء کا معائنہ

رسول اللہ ﷺ کے گھوڑے 'سبک' پر سوار سعد رضی اللہ عنہ نے بالائی کیمپ میں آکر جب یہ خبر سنادی کہ قریش کا لشکر مکے کو سدھار رہا ہے تو سب سے پہلے حارثؓ ابن الصمہ کو حمزہؓ کی لاش تلاش کرنے نیچے بھیجا گیا۔ پھر فوج کو حکم دیا گیا کہ نیچے اترنے کی تیاری کرے، حارثؓ کی واپسی میں جب دیر محسوس ہونے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے علیؓ کو ان کے پیچھے روانہ کیا۔ انہوں نے حارثؓ کو حمزہؓ کی مثلہ کی ہوئی لاش پر دہشت زدہ حالت میں کھڑے دیکھا۔ اس دوران رسول اللہ ﷺ بھی اپنے اصحابؓ کے ساتھ اُحد کی بلندی سے اترنے لگے۔ حارثؓ اور علیؓ دونوں ایک ساتھ رسول اللہ کے پاس اس اندوہناک خبر کے ساتھ پہنچے۔ آپؐ نے خود جا کر حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کا مشاہدہ کیا تو آپؐ غم و غصے میں ڈوب گئے۔ فوراً ہی وحی نازل ہوئی اگر تم لوگ بدلہ لو تو اتنا ہی کہ جتنی تم پر زیادتی کی گئی ہے اور اگر تم صبر کرو تو صبر، کرنے والوں کے حق میں وہی بہتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے نہ صرف انتہائی غم و غصے کے باوجود صبر سے کام لیا، اور کبھی اس مثلے کے انتقام کے بارے میں سوچا تک نہیں بلکہ ہر جنگ میں واضح طور پر لاشوں کا مثلہ کرنے کی ممانعت فرمائی۔ آپؐ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو تعلیم دی کہ انسانی چہرے کا احترام کریں کیوں کہ وہی اللہ سے سب سے بڑھ کر مماثل جسم کا حصہ ہے اور اللہ نے آدم کو اپنے پیکر میں پیدا کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے میدان اُحد میں شہداء کا معائنہ کیا اور کہا کہ میں ان لوگوں کے حق میں گواہ رہوں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں زخمی کیا جاتا ہے۔ اسے اللہ قیامت کے روز اس حالت میں اٹھائے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہو گا۔ رنگ تو خون ہی کا ہو گا لیکن خوشبو مشک کی ہو گی۔

رسول اللہ ﷺ نے مصعبؓ کا لاشہ میدان جنگ میں پڑا دیکھا تو ان کے حق میں دعا کی اور یہ آیت تلاوت فرمائی: مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ

مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّنۡتَظِرُ ۫ۖ وَ مَا بَدَّلُوۡا تَبۡدِیۡلًا ﴿۲۳﴾، ”اہل ایمان میں کتنے ہی ایسے لوگ بھی ہیں جنھوں نے وہ عہد سچ کر دکھایا جو اللہ سے باندھ رکھا تھا، ان میں سے کچھ اپنا عہد نبھا چکے اور کچھ اس حال میں منتظر ہیں کہ وہ ذرا نہیں بدلے [۲۳]“ (الاحزاب ۳۳:۲۳۔ مستدرک حاکم، رقم ۴۹۰۵)۔ پھر فرمایا: اللہ کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم روز قیامت اللہ کے ہاں شہدا میں شمار ہو گے۔

شہداء کی تعداد ستر تھی۔ جن میں۔ ۴۱ خزرج سے اور ۲۴ اوس سے تھے۔ ایک آدمی یہود میں سے اور ۴ قریشی مہاجرین میں سے تھے۔ ایک یہودی ربی، جو اللہ کی راہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کی حمایت میں لڑتا ہوا شہید ہوا تمام اصحابِ سیر یہود کے اُس عالم دین ربی کو شہدا میں شمار کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی وصیت کے مطابق اس کی ساری جائداد بمع کھجوروں کے باغ کے بیت المال میں قبول کر لیے تھے۔

ستّر شہدا میں سے پینسٹھ انصارؓ میں سے! ایسا کیوں؟ کیا انصار لڑائی میں ناتجربہ کار تھے، ماہر نہیں تھے؟ یا مہاجرین کو مارنے میں قریش نے کوئی امتیاز برتا یا مہاجر زیادہ بہتر جنگجو تھے یا انھوں نے احتیاط سے اپنی جانوں کو بچایا؟ نہیں ہر گز نہیں یہ سارے مفروضے غلط ہیں۔ معاملہ اصل میں یہ ہوا کہ :

- سب سے پہلے دس انصاری صحابہؓ تو شہیدوں کا وہ پہلا گروپ ہے جس نے درّے پر اپنی جگہ کو نہیں چھوڑا تھا اور خالد بن ولید کے گھڑ سوار دستے کا بے جگری سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوا۔
- راقم کے گمان کے مطابق انصار رضی اللہ عنہم کی بیش تر شہادتیں، تقریباً چالیس کے قریب اُن اصحابؓ کی ہوئی ہوں گی جو میدان کی طرف مالِ غنیمت کے لیے دوڑ رہے تھے اور پیچھے سے خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل کے گھڑ سوار دستوں کا سب سے پہلا نشانہ بنے، اِن کی شہادتیں ہی اِن کی مغفرت کا سبب بن گئیں اور ربِ کریم سے دعا ہے کہ سب کو جنتوں میں انبیاء اور صدیقین کے ساتھ جگہ ملے، توقع بھی یہی ہے، رضی اللہ عنہم، رضی اللہ عنہم۔
- کم و بیش دس انصاری صحابہؓ کے گروپ نے نبی اکرم ﷺ کے گرد آپؐ کا بے مثال دفاع کرنے کے دوران سینکڑوں کفار کے پے در پے حملوں کو روکتے ہوئے آپؐ کے گرد یا آپؐ سے کچھ فاصلے پر شہادت کا اعزاز پایا، آپؐ کی ذات کی حفاظت بیعتِ عقبہ ثانیہ کی رو سے انصار کی ذمہ داری تھی، اس لیے انھوں نے ذمہ داریوں کی

---

۲۳ مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ سورۃ الاحزاب غزوہ خندق کے بعد نازل ہوئی ہے، غزوہ اُحد سے دو برس بعد۔ اس آیہ مبارکہ کا میدان جنگ اُحد میں نبی ﷺ کی زبانِ مبارک سے تلاوت کیا جانا اُسی صورت میں ممکن ہے کہ یہ آیہ مبارکہ اِسی موقع پر نازل ہوئی ہو اور آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر اسے سورۃ الاحزاب میں درج کرایا ہو، یا پھر آپؐ نے اس آیہ مبارکہ کے مفہوم سے ملتی جلتی کوئی بات کہی ہو، جو اس انداز سے احادیث میں روایت ہو گئی ہے۔

تقسیم کے وقت اس کام کو اپنے پاس رکھنا پسند کیا اور اس میں دوسروں کو شریک نہیں کیا۔

- دونوں لشکروں کے ٹکرانے کے مقام پر شہادت پانے والے انصار کی تعداد کم و بیش اُتنی ہی تھی جتنی مہاجر شہدا کی، یعنی صرف چار/پانچ۔ اس طرح انصار رضی اللہ عنہم کی کل شہادتیں ۵+۱۰+۴۰+۱۰=۶۵ ہوئیں۔
- یہ اخلاص و وفا کے پیکر، جنھوں نے اللہ کے رسولؐ کو اُس وقت پناہ دی جب اُس کے قبیلے اور اُس کے شہر والوں نے اُسے ٹھکرا دیا تھا اور قتل کی سازشیں کر رہے تھے۔ یہ انصار جو صرف جنت کے وعدے پر آپؐ کا ساتھ دینے پر آمادہ ہوئے اور آپؐ کی حفاظت کا بیڑہ اُٹھایا، دنیا میں انھوں نے اپنا کوئی اجر طلب نہیں کیا، اسلام میں خالی ہاتھ آئے اور دنیا سے خالی ہاتھ چلے گئے۔ تا قیامت اللہ کے رسولؐ نے اِن سے محبت کو ایمان کی نشانی قرار دیا۔ ہر دور میں انصار ہی ہوتے ہیں جو دین کے قیام و احیاء کا کام خاموشی سے کر کے اپنے مالک کے پاس چلے جاتے ہیں۔ آج بھی فضا میں یہی نعرہ گونجتا ہے، **من انصاری الی اللہ!**

اِن تمام پینسٹھ شہادتوں کے اعزاز کے علاوہ انصارؓ کے ابو دجانہؓ نے عین میدانِ قتل میں بلا شبہ وہ بے مثال کارنامے دکھائے کہ جنگ آپ کے نام ہوتی اگر وہبؓ اور شماسؓ نے نبیؐ کی جان کی حفاظت میں جاں نثاری کے وہ علم نہ گاڑے ہوتے جو کہ آج بھی لہرا لہرا کر مسلمان ماؤں کو اپنے بیٹوں کو شہادت کے لیے تیار کرنے کا جذبہ عطا کرتے ہیں، تاہم ابتدا میں جنگ جیتنے کے لیے قِتالِ دشمنانِ دین میں ابو دجانہؓ کے ہمراہ مہاجرین کے حمزہ، زبیر، سہیل اور علی رضی اللہ عنہم کا بھی بڑا حصہ ہے۔

جنت میں پہنچنے والا ایک شہید، جس نے کبھی نماز نہیں پڑھی!

اوس کے گھرانوں کے بیشتر لوگ تو ایمان لا چکے تھے مگر کچھ لوگ ایمان نہیں بھی لائے تھے، جیسے ابو عامر اور اُس کے مرید۔ ایمان نہ لانے والوں میں ایک عمر بن ثابت بن وقش بھی تھا جو اصیرم کے نام سے معروف تھا۔ اصیرم سے، جب بھی ایمان لانے کے لیے کہا جاتا تو وہ یہی کہتا کہ جو کچھ تم [اپنے دین کے بارے میں] کہتے ہو اگر میں جان گیا کہ سچ ہے تو میں اسے ضرور قبول کر لوں گا۔ جنگ سے ایک روز قبل بھی اُس کے قبیلہ والوں نے اُسے اسلام میں داخل نہ ہونے پر ملامت کی تھی۔

پہاڑی سے اُترنے کے بعد اصحابؓ اپنے شہدا کی لاشوں کو تلاش کر رہے تھے تو انھیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اصیرمؓ شدید زخموں سے چور پڑے تھے۔ رشتہ داروں نے اُن سے پوچھا کہ تم یہاں کیسے؟ کیا اپنے خاندان کی محبت میں چلے آئے ہو یا اسلام کو حق جان کر؟ انہوں نے جواب دیا:

اسلام کی پناہ میں آکر۔ بس میرے دل میں اللہ اور اس کے رسولؐ پر یقین پیدا ہو گیا اور میں نے دل سے اسلام کو قبول کر لیا اور صبح دم ہی میں نے تلوار تھامی اور یہاں چلا آیا تا کہ ایمان کا حق ادا کر سکوں اور ایمان میں پختگی پیدا ہو۔ میں دشمنانِ دین اسلام سے لڑتا رہا حتیٰ کہ مجھ پر وار ہوا اور میں زمیں پر آ رہا۔

وہ مزید کچھ نہ کہہ سکے اصحابؓ آپ کے پاس کچھ منٹ مزید اُس وقت تک رُکے رہے جب تک سانس جاری رہا، پھر یہ کہ جس نے نہ بیعت کی نہ روزہ رکھا اور نہ نماز پڑھی اپنے اللہ کے پاس واپس چلا گیا۔ اُس کے رشتے داروں نے رسول اللہ کو اس بارے میں بتایا تو آپؐ نے اُن کو یقین دلایا کہ وہ اہل جنت میں سے ہے۔ صحابہؓ کے درمیان اصیرمؓ ایک ایسی شخصیت کے طور پر جانے اور تذکرہ کیے جاتے رہے جو ایک بھی سجدہ کیے بغیر ہی شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے اور جنت میں پہنچ گئے۔

مدینے سے خواتین کا میدانِ جنگ میں اپنے عزیزوں کو دیکھنے آنا

جلد ہی مدینے میں جنگ ختم ہو جانے، لشکر قریش کی واپسی اور بڑے پیمانے پر شہادتوں کی خبر پہنچ گئی۔ مدینہ سے خواتین ان خبروں کی تصدیق اور زخمیوں کی مرہم پٹی کے لیے اُحد کی جانب چل پڑیں۔

خاتونِ بنی دینار رضی اللہ عنہا: بنو دینار کی ایک خاتون میدانِ جنگ کی طرف آ رہی تھیں۔ اُس کے شوہر، بھائی، اور والد تینوں خلعتِ شہادت سے سرفراز ہو چکے تھے۔ جب انھیں اُن کے اِن عزیزوں کی شہادت کی خبر دی گئی تو کہنے لگیں کہ رسول اللہ کا کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا: ام فلاں! اللہ کے رسول خیریت سے ہیں۔ اور بحمد للہ جیسا تم چاہتی ویسے ہی ہیں۔ خاتون نے کہا: ذرا مجھے دکھلا دو۔ میں بھی آپؐ کا دیدار کر لوں۔ لوگوں نے انھیں اشارے سے بتلایا۔ جب ان کی نظر آپؐ پر پڑی تو بے ساختہ پکار اٹھیں: كل مصيبة بعدك جلل " آپؐ کے بعد ہر مصیبت ہیچ ہے۔

صفیہ رضی اللہ عنہا: آنے والیوں میں حمزہؓ کی بہن اور آپؐ کی پھوپھی صفیہؓ بھی تھیں۔ اِن کو میدانِ قتال میں لاش کے قریب آتا دیکھ کر رسولؐ اللہ پریشان ہو گئے اور زبیرؓ کو بلا کر کہا کہ اپنی ماں کے معاملے میں میری مدد کرو اور انھیں سمجھا کر واپس لے جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کے ساتھ کیا گیا سلوک دیکھ لیں اور ......، زبیرؓ اُن کے پاس گئے اور ان سے گزارش کی کہ رسولؐ اللہ کی خواہش ہے کہ آپ ماموں کی لاش نہ دیکھیں اور واپس چلی جائیں لیکن صفیہ رضی اللہ عنہا کو میدان میں پہنچنے سے پہلے ہی تمام خبر مل چکی تھی انہوں نے کہا میں واپس کیوں جاؤں مجھے معلوم ہے کہ میرے بھائی کے ساتھ کیا کچھ کیا گیا ہے لیکن یہ سب اللہ کی راہ

میں ہوا ہے اور اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی پیش آئے ہمیں صدق دل سے قبول ہے میں وعدہ کرتی ہوں کہ ان شااللہ صبر و تحمل سے کام لوں گی زبیرؓ نے واپس آکر رسول اللہ کو اُن کا بیان بتایا تو آپؐ نے کہا ٹھیک ہے اُن کی جو مرضی۔ صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کی لاش پر آئیں ایک نظر ڈالی اور ان کی مغفرت کی دعا کی انا للہ وانا الیہ راجعون وہاں موجود سب اصحابؓ نے اس آیت کے سیاق و سباق کا اعادہ کر کے اپنے قلب کو سکون دیا یہ آیت اس وحی کا حصہ ہے جو بدر کے بعد نازل ہوئی تھی۔

> اے ایمان والو (مصیبت میں) صبر اور نماز کے ذریعہ مدد مانگو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے اُنھیں مردہ مت کہو وہ حقیقت میں زندہ ہیں مگر تمھیں ان کی زندگی کا شعور نہیں اور ہم ضرور تمھیں خوف و خطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور کمائی کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمھاری آزمائش کریں گے ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو یہ کہیں کہ ھم اللہ ھی کے ھیں اور اللہ ھی طرف ھمیں پلٹ کر جانا ہے اُنھیں خوش خبری دے دو، اُن پر اُن کے رب کی جانب سے بڑی عنایات ہوں گی اس کی رحمت اُن پر سایہ فگن ہو گی اور ایسے ہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں

اس کے بعد صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے بھانجے، بہن امیمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی لاش پر پہنچیں اور اُن کے لیے دعا کی ۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا جلد ہی فاطمہؓ بنت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی وہاں آن پہنچیں دونوں نے اپنے شہداء کے لیے آنسو بہائے اور ان کے ساتھ مل کر آنسو بہانے سے رسول اللہ کا دل بھی ہلکا ہو گیا۔ اس کے بعد فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد کے زخموں کی مرہم پٹی کی۔ آپؐ کے ہونٹ سے جو خون بند نہیں ہو رہا تھا اُس پر چٹائی کا ایک ٹکڑا جلا کر رکھا تو خون بند ہو گیا [غالباً ایسا ہی دوبارہ گھر پہنچ کر بھی کرنا پڑا]۔

حمنہ بنتِ جحش رضی اللہ عنہا اسی اثنا میں ان کی پھوپھی زاد بہن حمنہ رضی اللہ عنہا آ گئیں اور جب انھیں بتایا گیا کہ ان کے بھائی عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور چچا شہید ہو گئے ہیں تو اُنھوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا، مغفرت کی دعا کی، وقار کے ساتھ صبر کا مظاہرہ کیا، غم ظاہر نہیں ہوا، پھر ان کے ماموں حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی۔ انہوں نے پھر انا للہ پڑھی اور دعائے مغفرت کی۔ اس کے بعد جب اُنھیں اُن کے شوہر، بانی مدینۃ النبی مصعب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع ہوئی تو صبر کے بندھن غم سے ٹوٹ گئے، تڑپ کر چیخ اٹھیں اور رونے لگیں۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کہا کہ عورت کا شوہر اس کے لیے ایک خصوصی درجہ رکھتا ہے۔ [قال او کما قال]

اُمِ سعد رضی اللہ عنہا: مدینے واپسی کی راہ میں شہید عمرو بن معاذؓ کی والدہ آپؐ کے پاس دوڑتی ہوئی آئیں۔ اس وقت اُن کے بڑے بیٹے سعد بن معاذؓ، اللہ کے رسول کے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ کہنے لگے: یا رسول اللہ میری والدہ آرہی ہیں۔ آپؐ نے انھیں مرحبا ہو کہہ کر خوش آمدید کہا۔ اور اُن کی تکریم کے لیے رک گئے۔ جب وہ قریب آ گئیں تو آپؐ نے ان کے صاحبزادے عمرو بن معاذؓ کی شہادت پر کلماتِ تعزیت کہتے ہوئے انھیں تسلی دی اور صبر کی نصیحت فرمائی۔ کہنے لگیں: جب میں نے آپؐ کو بہ سلامت دیکھ لیا تو میرے لیے ہر مصیبت ہیچ ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے اُحد کے لیے دعا فرمائی۔ اور کہا: اے اُمِ سعدؓ! تم خوش ہو جاؤ۔ اور شہداء [مراد ہے اوس کے تمام شہداء] کے گھر والوں کو خوش خبری سنادو کہ ان کے شہداء سب کے سب ایک ساتھ جنت میں ہیں اور اپنے گھر والوں کے بارے میں ان سب کی شفاعت قبول کر لی گئی ہے۔ کہنے لگیں: اے اللہ کے رسولؐ! ان کے پس ماندگان [شہداء کے بوڑھے ماں باپ، بیوائیں اور یتیم بیٹے بیٹیاں] کے لیے بھی دعا فرمادیجیے۔ آپؐ نے کہا: "اے اللہ! ان کے پیچھے رہ جانے والوں کے دلوں کا غم دور کر، ان کی مصیبت کا بدل عطا فرما، اور پس ماندگان کی بہترین دیکھ بھال فرما۔"

شہداء کی تدفین

کچھ صحابہؓ اپنے شہداء کو مدینہ منتقل کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لوگ اپنے شہیدوں کو واپس لاکر ان کی شہادت گاہوں میں دفن کریں، نیز شہداء کے ہتھیار اور قیمتی لباس اتار لیے جائیں، پھر انھیں غسل دیئے بغیر جس حالت میں ہوں اسی حالت میں دفن کر دیا جائے۔

رسولؐ اللہ نے حکم دیا کہ سب شہداء کی لاشوں کو حمزہؓ کی لاش کے قریب رکھ دیا جائے اور قبریں کھودی جائیں حمزہ رضی اللہ عنہ کو ایک عبا میں لپیٹ دیا گیا۔ جیسے جیسے قبریں تیار ہوتی گئیں ان میں دو یا تین شہداء کو دفن کر دیا جاتا حمزہؓ اور ان کے بھانجے عبداللہؓ بن جحش ابن امیمہ بنت عبدالمطلب ایک ہی قبر میں دفنائے گئے۔ عبداللہؓ بن جحش کی لاش حمزہؓ کی لاش سے زیادہ دور نہیں تھی اور ان کی لاش کا بھی مثلہ کیا گیا تھا۔ وہ حمزہؓ کے بھانجے ہی نہیں رضاعی بھائی بھی تھے۔

[اگلے صفحے پر اُن تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک فہرست درج کر رہے ہیں جن کے بارے میں کہیں بھی کوئی روایت ملی ہے کہ وہ شہدائے اُحد میں شامل تھے، لیکن یہ تعداد ۷۸ بنتی ہے اس لیے یہ بہت قابل اعتماد نہیں لیکن اِن میں سے ۷۰ یقینی ہیں]

فہرست شہدائے غزوہ اُحد رضی اللہ عنہم

۱: ابوایمن	۲۷: خارجہ بن زید بن ابی زہیر	۵۳: عبداللہ بن عمرو بن وہب
۲: ابوحبہ انصاری	۲۸: خداش بن قتادہ	۵۴: عبید بن تیہان
۳: ابوسفیان بن حارث	۲۹: خلاد بن عمرو بن الجموح	۵۵: عبید بن معلی
۴: ابوہبیرہ بن حارث	۳۰: خنیس بن حذافہ	۵۶: عتبہ بن ربیع
۵: اصیرم	۳۱: خیثمہ بن الحارث	۵۷: عمارہ بن زیاد
۶: انس بن نضر	۳۲: ذکوان بن عبد قیس	۵۸: عمرو بن جموح
۷: انیس بن قتادہ	۳۳: رافع بن مالک	۵۹: عمرو بن قیس
۸: اوس بن ارقم	۳۴: رفاعہ بن عمرو	۶۰: عمرو بن مطرف
۹: اوس بن ثابت	۳۵: رفاعہ بن وقش	۶۱: عمرو بن معاذ
۱۰: ایاس بن اوس	۳۶: سبیع بن حاطب	۶۲: عمرو بن ایاس انصاری
۱۱: ایاس بن عدی	۳۷: سعد بن ربیع	۶۳: عنترہ مولی سلیم بن عمرو
۱۲: ثابت بن عمرو انصاری	۳۸: سعید بن سوید	۶۴: قیس بن زید
۱۳: ثابت بن وقش	۳۹: سلمہ بن ثابت	۶۵: قیس بن عمرو
۱۴: ثعلبہ بن ساعدہ	۴۰: سلیم بن عمرو	۶۶: قیس بن مخلد
۱۵: ثعلبہ بن سعد	۴۱: سہل بن قیس	۶۷: کیسان انصاری
۱۶: ثقب بن فروہ	۴۲: شماس بن عثمان	۶۸: مالک بن امہ
۱۷: حارث بن انس بن مالک	۴۳: صیفی بن قیظی	۶۹: مالک بن ایاس
۱۸: حارث بن اوس بن معاذ	۴۴: ضمرہ بن عمرو	۷۰: مالک بن سنان
۱۹: حارث بن ثابت	۴۵: عامر بن مخلد	۷۱: مالک بن نمیلہ
۲۰: حارث بن عدی	۴۶: عباد بن سہل	۷۲: مجذر بن زیاد
۲۱: حارث بن عقبہ	۴۷: عبادہ بن خشخاش	۷۳: مصعب بن عمیر
۲۲: حباب بن قیظی	۴۸: عباس بن عبادہ	۷۴: نعمان بن عبد عمرو
۲۳: حبیب بن زید	۴۹: عبداللہ بن جبیر	۷۵: نعمان بن مالک
۲۴: حسیل بن جابر	۵۰: عبداللہ بن جحش	۷۶: نوفل بن ثعلبہ
۲۵: حمزہ بن عبدالمطلب	۵۱: عبداللہ بن سلمہ	۷۷: وہب بن قابوس
۲۶: حنظلہ بن ابی عامر	۵۲: عبداللہ بن عمرو بن حرام	۷۸: یزید بن حاطب

عبداللہ ابن مسعودؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ حمزہؓ بن عبد المطلب پر جس طرح روئے اس سے بڑھ کر روتے ہوئے ہم نے آپؐ کو کبھی نہیں دیکھا۔ آپؐ نے انھیں قبلے کی طرف رکھا۔ پھر ان کے جنازے پر کھڑے ہوئے اور اس طرح روئے کہ آواز بلند ہوگئی۔ خباب بن ارتؓ کا بیان ہے کہ حمزہ رضی اللہ عنہ کے لیے ایک سیاہ دھاریوں والی چادر کے سوا کوئی کفن نہ مل سکا۔ یہ چادر سر پر ڈالی جاتی تو پاؤں کھل جاتے۔ اور پاؤں پر ڈالی جاتی تو سر کھل جاتا۔ بالآخر چادر سے سر ڈھک دیا گیا اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دی گئی۔ بالکل ایسی ہی بات عبد الرحمنؓ بن عوف نے مُصعبؓ بن عُمیر کی تدفین کے بارے میں یہ ذکر کرتے ہوئے کہی کہ وہ مجھ سے بہتر تھے۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ہی دھاری دار چادر تھی جسے کفن بنایا گیا، اس سے سر ڈھانپتے تو پاؤں کھل جاتے، پاؤں ڈھکتے تو سر کھل جاتا چناں چہ آپؐ نے کہا: اس کے پاؤں پر تھوڑی سی اذخر گھاس رکھ دو (ابوداؤد، رقم ۲۸۷۶)۔ مصعبؓ کے بھائی ابو الرومؓ، سویبط بن سعدؓ اور عامر بن ربیعہؓ نے مصعب بن عمیرؓ کو قبر میں اتارا۔

جب رسول اللہ ﷺ مثلہ کی ہوئی لاشوں کے مقام سے ہٹ کر دیگر شہدا کی تلاش میں چلے تو ان کے سامنے ایک بالکل ہی عجیب منظر تھا، ایک لاش جو قریب ہی تھی وہ حنظلہ رضی اللہ عنہ کی لاش تھی [یہ عبداللہ بن ابی کے داماد اور سگے بھتیجے کی لاش تھی، یہ دشمن دین راہب ابو عامر کے بیٹے کی لاش تھی]۔ کسی قریشی نے ان کو ہاتھ لگانے کی جسارت نہ کی تھی یا وہ اُن میں سے کسی کو نظر ہی نہیں آئی تھی۔ سخت چلچلاتی دھوپ کے باوجود ان کے بال گیلے تھے اور وہ سکون سے لیٹے نظر آ رہے تھے انھیں فرشتوں نے غسل دے کر آرام سے لٹا دیا تھا۔ ان کے پاس سے جو بھی گزرا وہ شکر کے جذبات سے لبریز ہو گیا، اس شہید کا حسن و جمال اور سکون ایک معجزہ تھا جو سوگوار مسلمانوں کو ان کے شہیدوں کے جنت میں پہنچ جانے کا یقین دلا رہا تھا۔

قریب ہی خیثمہ[۲۴] اور ثابت بن الدحداحؓ کی لاشیں بھی پڑی تھیں رسول اللہ ﷺ نے ثابت بن الدحداحؓ کی لاش دیکھ کر کہا کہ کتنے کھجوروں کے درخت[۲۵] جو خوشوں کے وزن سے لٹک گئے ہوں جنت میں ثابت بن الدحداحؓ کو مل گئے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے کہا عمروؓ ابن جموح اور عبداللہؓ بن عمرو کو تلاش کرو اِس دنیا میں وہ ایک دوسرے کے

---

۲۴ خیثمہ وہی تھے جن کے شہید بیٹے اُنھیں خواب میں یہ خواہش کرتے نظر آئے تھے کہ جلد ملاقات ہو۔

۲۵ ثابت بن الدحداحؓ وہ تھے جنہوں نے یتیم بچے کو کھجور کا درخت ہدیتاً دے دیا تھا

گہرے دوست تھے لہٰذا دونوں کے لیے ایک ہی قبر ہوگی۔ لیکن عمروؓ کی بیوی، جابرؓ کے باپ اور عبد اللہؓ کی بہن ہندان دونوں مذکورہ شہیدوں کی لاشوں کے ساتھ اپنے بیٹے خلاد کی لاش بھی مدینے کی جانب لے کر جا چکی تھیں۔ اُن کی خواہش انھیں مدینہ میں دفنانے کی تھی لیکن اُن کا اونٹ میدان جنگ کے سرے پر پہنچ کر رک گیا اور کسی طور آگے نہ بڑھا۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ یہ اللہ کا حکم تھا اس طرح وہ مجبوراً اِن لاشوں کو اُحد کے میدان میں واپس لے آئیں اور اِن تینوں کو ایک ہی قبر میں دفنایا گیا اور جب تک تدفین مکمل نہ ہوئی آپؐ وہیں کھڑے رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہند سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ تینوں جنت میں اکٹھے ہیں۔ عمروؓ، تمہارا بیٹا خلادؓ اور تمہارا بھائی عبد اللہؓ، ہند رضی اللہ عنہا نے جواب دیا اے اللہ کے رسولؐ، اللہ سے دعا کیجیے وہ مجھے بھی ان سے ملا دے۔

اکثر و بیشتر شہداء کے عزیز و اقارب پہلے سے یا تو اسلامی لشکر کا حصہ تھے یا مدینے سے یہاں پہنچ گئے تھے۔ لیکن مزینہ قبیلے کے شہید ہونے والے صحابیؓ وہب بن قابوس مزنی کا وہاں کوئی عزیز موجود نہیں تھا، کیوں کہ وہ اپنے بھتیجے حارثؓ بن عقبہ بن قابوس مزنی کے ساتھ اُحد میں آئے تھے اور وہ بھی شہید ہو چکے تھے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ اُن کی لاش کے پاس آئے اور ان کے پہلو میں کھڑے ہو کر کہا اللہ تم سے ایسے ہی خوش ہو جیسا تم سے میں خوش ہوں۔ اُن کو سبز دھاری کی اسی عبا میں لپیٹ دیا گیا جو وہ پہنے ہوئے تھے۔ جب ان کو قبر میں لٹایا گیا تو آپؐ نے عبا کو کھینچ کر ان کا چہرہ ڈھکا تو اُن کے پاؤں کھل گئے چناں چہ آپؐ نے اصحابؓ سے کہا کہ میدان جنگ سے ایک صحرائی جھاڑی لا کر ان کے پاؤں پر پھیلائیں پھر اُن پر مٹی ڈالیں۔ آپؐ نے تمام شہدا کی تدفین میں، اگر چادر پورا جسم ڈھانپنے میں ناکافی ہوتی تو اسی طریقے سے چہرہ اور پیر ڈھکنے کی ہدایت کی۔

ایک مسلم یہودی کی شہادت

شہدا میں سے ایک ایسے اجنبی کی لاش بھی ملی جن کے بارے میں معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ یہ کس کی ہے۔ لیکن جلد ہی ایک صحابیؓ نے پہچان لیا کہ وہ یہودی قبیلے ثعلبہ کے ایک ذی علم ربی مخریقؓ کی لاش ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ مخریقؓ نے صبح اپنے قبیلہ کے لوگوں کو طلب کیا اور اُن سے کہا کہ انہوں نے اللہ کے رسولؐ سے جو عہد کیا تھا اس کی پابندی کریں اور بت پرستوں کے خلاف جنگ میں ان کا ساتھ دیں۔ جب یہودیوں نے احتجاج کیا کہ یہ یوم سبت ہے تو انہوں نے کہا کہ تم لوگ سبت کی پابندی بھی صحیح طور پر نہیں کرتے اس کے

بعد انہوں نے لوگوں سے حلف لیا اور کہا تم گواہ رہنا کہ صرف اور صرف محمد [ﷺ] ان کے وارث ہیں اور یہ کہ اگر آج لڑائی میں کام آجاؤں تو میرے تمام مال واسباب کے وارث محمد [ﷺ] ہوں گے اور وہ اس کو ایسے ہی استعمال کریں گے جیسا اللہ کا حکم ہوگا۔ اس کے بعد وہ اپنی تلوار اور دوسرے ہتھیار سنبھالتے ہوئے اُحد کی جانب روانہ ہوگئے جہاں انہوں نے شہادت تک جنگ کی۔

اُن کی شہادت کے بعد خیرات کا بڑا حصہ جو مدینہ میں تقسیم کیا جاتا تھا کھجور کے اُن باغات کی آمدن سے حاصل ہوتا تھا جن کو مخریقؓ نے رسول اللہ کے سپرد کیا تھا۔ آپؐ نے ان کے بارے میں کہا کہ وہ یہودیوں میں سے بہترین تھا۔ روایات میں مخریقؓ کی تدفین کی تفصیل نہیں ہے تاہم گمان کیا جاسکتا ہے کہ پورے اکرام کے ساتھ علیحدہ قبر میں تدفین کی گئی ہوگی۔

کفار کو موت کے گھاٹ اتارنے والا موت کے گھاٹ پر

لاشوں کے درمیان اہلِ یثرب کے قُزمان کو بھی شدید زخمی پایا گیا جو بڑی بے جگری سے مشرکین مکہ کے خلاف مصروف جنگ رہا تھا اور سات/آٹھ کو موت کے گھاٹ اتار چکا تھا، تاہم رسول اللہ کے سامنے جب بھی اُس کی شمشیر زنی کا ذکر کیا گیا تو آپ فرماتے تھے کہ وہ جہنمی ہے۔ لاشوں کے درمیان وہ زخموں سے چور پڑا تھا، لوگ اسے اٹھا کر بنو ظفر کے محلے میں لے گئے۔ وہاں مسلمانوں نے (جنھیں رسول اللہ ﷺ کی بات نہیں معلوم تھی) اُسے جنت کی خوشخبری سنائی۔ کہنے لگا: واللہ! میری جنگ تو محض اپنی قوم کے ناموس کے لیے تھی۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں لڑائی ہی نہ کرتا۔ جب اس کے زخموں نے شدت اختیار کی تو اس نے اپنے خنجر سے خودکشی کرلی۔ مال و دولت، زر، زمین، اپنی اَنا اور قوم و وطن کی خاطر مرنے والے جہنم ہی میں جاتے ہیں۔ چاہے وہ اسلام کے جھنڈے تلے بلکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لشکر ہی میں شریک ہوکر کیوں نہ لڑ رہے ہوں۔ قتال صرف اور صرف اللہ ہی کے لیے ہوتا ہے۔

ستّر مبارک لاشوں کی تدفین، وہ چلے اور میں رہا جاتا ہوں!!

بظاہر ستّر لاشوں کی تدفین ایک بڑا وقت طلب کام ہے، لیکن جس طرح روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ واپس پیدل مدینہ مغرب سے قبل پہنچ گئے تھے، تو یقیناً اس کام نے بہت زیادہ وقت نہیں لیا۔ آپؐ ظہر کی نماز کے کافی بعد پہاڑی کیمپ سے نیچے آئے ہیں، پھر پہلے میدان کا معائنہ ہوا اور پھر تدفین کا آغاز، اور اختتام پھر الوداعی حمد و دعا، پھر چار میل زخمیوں کا پیدل چل کے مسجدِ نبوی تک مغرب سے آدھے ایک گھنٹے قبل پہنچنا یہ

یقین دلاتا ہے کہ تدفین کا کام بہت سرعت سے انجام دیا گیا ہو گا۔ زیادہ سے زیادہ اس میں ساٹھ سے نوّے منٹ لگے ہوں گے [ایک سے ڈیڑھ گھنٹہ]۔ سات سو صحابہؓ میں سے ستّر شہید اور کم سے کم ایک سو تیس اتنے زخمی ہوں گے کہ قبریں کھودنا زخمی ہاتھوں سے ممکن نہ ہو گا جیسے خود رسول اللہ جو خندق کھودنے میں سب سے آگے آگے رہے لیکن یہاں تو آپ کا کندھا شل تھا، ہلانا بھی تکلیف دے رہا تھا۔ اگر سات سو میں سے دو سو شہدا اور زخمیوں کو نکال دیں تو باقی پانچ سو لوگوں کے پانچ پانچ کے سو گروپ باآسانی آدھے گھنٹے میں ۷۰ قبریں کھود سکتے تھے، باقی کچھ وقت ادب سے قبروں میں اتارنے اور مٹی ڈالنے میں لگا ہو گا، وہ نخرے جو آج ہم تدفین کے وقت کرتے ہیں، اور گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ ایک میّت کو دفنانے میں لگاتے ہیں وہاں ایسا کچھ نہیں تھا۔

یہ شہید، جنت کے باسی منٹوں میں سپردِ خاک کر دیے گئے، اور رسولِ عربی تمنا کرتا رہ گیا کہ کاش وہ بھی دوستوں کے ساتھ رہا جاتا۔ وہ کہ جس کے شہر کے مسافر کو دیکھ کر ہم جو کچھ کہتے ہیں کہ مدینے کا مسافر جو کوئی پا جاتا ہوں...... حسرت آتی ہے وہ چلا اور میں رہا جاتا ہوں۔ ہائے، کیا بات ہے کہ وہی ذاتِ گرامی ﷺ اُس دن خاکِ اُحد میں دفن ہو کر جنت کو چلے جانے والوں کے لیے وہی کچھ بہ اشکِ نم کہہ رہا تھا:

وہ چلے اور میں رہا جاتا ہوں!!

آتش فشانی پہاڑوں کے قریب اُحد کی الوداعی دعا

جب آخری قبر تیار ہو گئی تو آپؐ نے اپنا گھوڑا منگوایا اور اس پر سوار ہو کر صبح جس راستے سے میدانِ جنگ کی طرف آئے تھے اُسی راستے پر واپس چل دئے جب آپؐ وہاں پہنچے جہاں آتش فشانی چٹانوں کی قطار شروع ہوتی ہے تو آپؐ نے اصحابؓ کو ایک صف میں کھڑا ہو کر اللہ سبحان تعالیٰ کی حمد ثناء کرنے کو کہا سب اصحابؓ نے بیت اللہ کی جانب رخ کر کے دو صفیں ترتیب دیں خواتین ان کے پیچھے کھڑی ہو گئیں سب ملا کر چودہ خواتین تھیں اس کے بعد رسول اللہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے دعا فرمائی کہ:

[نوٹ: دعا کا اصل مزا عربی ہی میں آئے گا، عربی متن صفحہ ۱۶۹ پر ملاحظہ فرمائیے۔]

"اے اللہ! تیرے ہی لیے ساری تعریفیں اور شکریے ہیں۔ اے اللہ! جس چیز کو تو کشادہ کر دے اسے کوئی تنگ نہیں کر سکتا۔ اور جس چیز کو تو تنگ کر دے اسے کوئی کشادہ نہیں کر سکتا۔ جس شخص کو تو گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اور جس شخص کو تو ہدایت دے دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ جس چیز کو تو روک دے اسے کوئی دے نہیں سکتا۔ اور جو چیز تو دے دے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ جس چیز

کو تو دور کردے اسے کوئی قریب نہیں کر سکتا۔ اور جس چیز کو تو قریب کردے اسے کوئی دور نہیں کر سکتا۔ اے اللہ! ہمارے اوپر اپنی برکتیں رحمتیں اور فضل و رزق پھیلا دے۔

اے اللہ! میں تجھ سے تادیر رہنے والی نعمت کا سوال کرتا ہوں۔ جو نہ ٹلے اور نہ ختم ہو۔ اے اللہ! میں تجھ سے فقر کے دن مدد کا اور خوف کے دن امن کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! جو کچھ تو نے ہمیں دیا ہے اس کے شر سے اور جو کچھ نہیں دیا ہے اس کے بھی شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ! ہمارے نزدیک ایمان کو محبوب کردے۔ اور اسے ہمارے دلوں میں خوش نما بنا دے۔ اور کفر، فسق اور نافرمانی کو ناگوار بنا دے اور ہمیں ہدایت یافتہ لوگوں میں کردے۔ اے اللہ! ہمیں مسلمان رکھتے ہوئے وفات دے اور مسلمان ہی رکھتے ہوئے زندہ رکھ۔ اور رسوائی اور فتنے سے دوچار کیے بغیر صالحین میں شامل فرما۔ اے اللہ! تو ان کافروں کو مار اور ان پر سختی اور عذاب کر جو تیرے پیغمبروں کو جھٹلاتے اور تیری راہ سے روکتے ہیں۔ اے اللہ! ان کافروں کو بھی مار جنہیں کتاب دی گئی۔ یا الٰہ الحق!" { بخاری، ادب المفرد؛ مسند احمد ۳/۴۲۴}

مدینے میں لشکر کی واپسی

سرِ شام رسول اللہ ﷺ مدینہ پہنچ گئے۔ جب وہ شہر کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہونے کے قریب تھا۔ گھر پہنچنے پر آپؐ کی بیٹی فاطمہؓ نے آپؐ کا زخم اس طرح دھویا کہ علیؓ ڈھال سے پانی ڈال رہے تھے۔ جب فاطمہؓ نے دیکھا کہ پانی کے سبب خون تو رک ہی نہیں رہا بلکہ مزید بڑھتا ہی جا رہا ہے تو چٹائی کا ایک ٹکڑا جلا کر چپکا دیا، جس سے خون رک گیا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی تلوار اُن کو دی۔ اور کہا: بیٹی! ذرا اس کا بھی خون دھو دو۔ اللہ کی قسم! یہ آج میرے لیے بہت صحیح ثابت ہوئی۔ علیؓ نے بھی اپنی تلوار آگے کی اور کہا: اس کا بھی خون دھو دو۔ واللہ! یہ بھی آج بہت صحیح ثابت ہوئی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم نے زبردست جنگ کی ہے تو تمھارے ساتھ سہلؓ بن حُنیف اور ابو دجانہؓ نے بھی زبردست جنگ کی ہے۔

صلوٰۃ العشاء اور زخموں کی مرہم پٹی

سورج غروب ہو چلا، مسجد میں مغرب کی نماز ادا کی گئی نماز کے بعد رسولؐ اللہ آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے اور اتنی گہری نیند سوئے کہ بلال کی عشاء کی اذان کی آواز نہ سن سکے۔ آج میدانِ اُحد میں اپنے قبیلوں کے چھیاسٹھ جوانوں کے خون کی قربانی دینے والے سردارانِ انصار کے دونوں سعدؓ، سعد ابن عبادہ سعد بن

معاذ رضی اللہ عنہما اور اوس خزرج کے دیگر سرداروں نے بنفسِ نفیس بذاتِ خود رات بھر رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے مسجد کے دروازہ پر باری باری پہرے کے لیے چوکیداری کی، اُنھیں خدشہ تھا کہ قریش مدینہ پر حملہ کے لیے واپس نہ لوٹ آئیں۔ کیا بات ہے انصار کی کہ عقبہ میں جو حفاظت کا وعدہ کیا تھا اُس کو اس طرح سچ کر دکھایا کہ تاریخ کبھی وعدہ وفا کرنے والوں میں اُن کا حریف نہ پیدا کر سکے گی!

جب مجاہدین اپنے گھروں میں واپس پہنچے تو انہوں نے خود یا اُن کے گھروں کی خواتین نے ان کے زخموں کی مرہم پٹی شروع کر دی۔ اُحد میں کون ایسا صحابیؓ تھا جو زخمی نہ ہوا ہو۔ اکثر تو زخموں سے چُور چُور تھے۔

اُحد کے دن جب مسلمانوں میں بھگدڑ مچی تو ثابت بن الدحداحؓ نے زور سے پکارا "یا معشر الأنصار إلیّ إلیّ، إن كان محمد قد قتل فإن الله حي لا يموت، فقاتلوا عن دينكم" اے انصار کے لوگو، میرے ساتھ آؤ، اگر محمدؐ قتل ہو گئے تو کیا ہوا، اللہ تو یقیناً ہمیشہ زندہ و قایم رہنے والا اور کبھی نہ مرنے والا ہے، پس اپنے دین کی بقا کے لیے قتال کرو، چناں چہ انصار کی ایک جماعت اُن کے ساتھ مشرکین سے قتال کے لیے جم گئی، جس کو خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور عکرمہ بن ابی جہل کی ایک بٹالین نے اپنے نشانے پر لیا۔ خالد بن ولید کے تیر سے ثابت بن الدحداحؓ شہادت پا گئے اور اُن کی پکار سُن کر لبیک کہہ کر آنے والے باقی تمام بھی اپنے دین کی خاطر شہید ہو گئے۔ [واقدی]

زخمی حالت میں اُحد سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ کی الوداعی دعا

اللهم لك الحمد كله، اللهم لا قابض لما بسطت، ولا باسط لما قبضت، ولا هادي لمن أضللت، ولا مضل لمن هديت، ولا معطي لما منعت، ولا مانع لما أعطيت، ولا مقرب لما باعدت، ولا مبعد لما قربت. اللهم ابسط علينا من بركاتك ورحمتك وفضلك ورزقك اللهم إني أسألك النعيم المقيم، الذي لا يحول ولا يزول. اللهم إني أسألك العون يوم العيلة، والأمن يوم الخوف. اللهم إني عائذ بك من شر ما أعطيتنا وشر ما منعتنا. اللهم حبب إلينا الإيمان وزينه في قلوبنا، وكره إلينا الكفر والفسوق والعصيان، واجعلنا من الراشدين. اللهم توفنا مسلمين، وأحينا مسلمين، وألحقنا بالصالحين، غير خزايا ولا مفتونين. اللّهم قاتل الكفرة الذين يكذبون رسلك، ويصدون عن سبيلك، واجعل عليهم رجزك وعذابك. اللهم قاتل الكفرة الذين أوتوا الكتاب، إله الحق. { بخاری ، ادب المفرد؛ مسند احمد ۳/۴۲۴}

اے اللہ ! تیرے ہی لیے ساری تعریفیں اور شکریے ہیں۔ اے اللہ ! جس چیز کو تو کشادہ کر دے اسے کوئی تنگ نہیں کر سکتا۔ اور جس چیز کو تو تنگ کر دے اسے کوئی کشادہ نہیں کر سکتا۔ جس شخص کو تو گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اور جس شخص کو تو ہدایت دے دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ جس چیز کو تو روک دے اسے کوئی دے نہیں سکتا۔ اور جو چیز تو دے دے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ جس چیز کو تو دور کر دے اسے کوئی قریب نہیں کر سکتا۔ اور جس چیز کو تو قریب کر دے اسے کوئی دور نہیں کر سکتا۔ اے اللہ ! ہمارے اوپر اپنی برکتیں رحمتیں اور فضل و رزق پھیلا دے۔ اے اللہ ! میں تجھ سے تا دیر رہنے والی نعمت کا سوال کرتا ہوں۔ جو نہ ٹلے اور نہ ختم ہو۔ اے اللہ ! میں تجھ سے فقر کے دن مدد کا اور خوف کے دن امن کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ ! جو کچھ تو نے ہمیں دیا ہے اس کے شر سے اور جو کچھ نہیں دیا ہے اس کے بھی شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ ! ہمارے نزدیک ایمان کو محبوب کر دے۔ اور اسے ہمارے دلوں میں خوش نما بنا دے۔ اور کفر، فسق اور نافرمانی کو ناگوار بنا دے اور ہمیں ہدایت یافتہ لوگوں میں کر دے۔ اے اللہ ! ہمیں مسلمان رکھتے ہوئے وفات دے اور مسلمان ہی رکھتے ہوئے زندہ رکھ۔ اور رسوائی اور فتنے سے دوچار کیے بغیر صالحین میں شامل فرما۔ اے اللہ ! تو ان کافروں کو مار اور ان پر سختی اور عذاب کر جو تیرے پیغمبروں کو جھٹلاتے اور تیری راہ سے روکتے ہیں۔ اے اللہ ! ان کافروں کو بھی مار جنہیں کتاب دی گئی۔ یا الٰہ الحق !"

باب#۱۴۵

غزوہ اُحد - ۱۱: جشنِ فتح

دشمن کا تعاقب - حمراءالاسد میں جشنِ فتح [تقریبِ شکر و فتح]

نبی عربی ﷺ ہفتے کا دن گھمسان کی خوں ریز جنگ میں گزارنے اور جگری دوستوں، جاں نثاروں اور اپنے اور اُن کے عزیزوں کو دفنانے کے بعد زخمی حالت میں زخمیوں کے ہمراہ سرِ شام واپس اپنی مسجد آ گئے تھے، آج تو ستر ساتھیوں نے آخری غسل اپنے خونِ رگِ گلو سے کیا تھا، باقی کو نمازِ ظہر کے لیے پانی ملنا بھی دشوار ہوا تھا اور چوں کہ امیر المؤمنین، رحمۃ اللعالمین ﷺ خود کافی زخمی تھے بیٹھ کر ظہر کی امامت فرمائی تھی تو سارے مقتدیوں نے بھی آپؐ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی تھی [یاد رہے کہ کرسیاں نہیں تھیں، سنگلاخ زمین پر بیٹھ کر] اُن میں سے بیشتر آپؐ کی مانند زخمی تھے، عصر راہ میں ہوئی تھی، مغرب تک اپنی مسجد میں تھے۔

مشرکین کا جاسوس مدینے میں

اُحد کے خاتمے پر مسلمانوں پر جنگِ اُحد کے اثرات کا جائزہ لینے کے لیے مکے کا ایک جاسوس، معاویہ بن مغیرہ مدینے میں رسول اللہ ﷺ کے داخلے سے قبل ہی داخل ہو گیا تھا مگر جب اسلامی لشکر واپس مدینے میں آ گیا تو اسے نظروں سے چھپے رہنے کی کوئی جائے پناہ نہ نظر آئی تو یہ اپنے چچیرے بھائی عثمان بن عفانؓ سے ملنے آیا۔ سیّدنا عثمانؓ نے اس کے لیے رسول اللہ ﷺ سے امان طلب کی۔ آپؐ نے اس شرط پر امان دے دی کہ اگر وہ تین روز کے بعد پایا گیا تو قتل کر دیا جائے گا، لیکن جب دوسرے روز رسولؐ اللہ اُحد میں شریک قریش کے تعاقب میں مجاہدین کو لے کر روانہ ہو گئے تو یہ شخص قریش کے لیے جاسوسی کی غرض سے تین دن سے زیادہ ٹھہرا رہا۔

مشرکین کہیں واپس آ کر مدینے پر حملہ نہ کر دیں!

رسول اللہ ﷺ عشا تک کچھ آرام کے بعد کم و بیش ساری رات ذکر و فکر میں مصروف رہے ہوں گے، جنگ سے پیدا شدہ صورت حال آپؐ کے ذہنِ رسا کی توجہ کا مرکز تھی۔ یہ بہت واضح تھا کہ جس اللہ نے آتشِ نمرود کو ابراہیم علیہ السلام کے لیے سرد کیا تھا اور دروازے پر ننگی تلواریں لیے اور ایک نہ دو، پورے بارہ

خوں خوار دشمنوں کی بصارت سلب کرکے اپنے نبیؐ کو اُن کے درمیان سے گزار دیا تھا، اُسی پروردگار نے مسلمانوں کو اور اُن کے اہل وعیال کو اور اُن کے شہرِ مدینہ کو مشرکین کے شر سے بچانے کے لیے ابوسفیان اور اُس کے مشیروں کی عقلوں پر نہ صرف پتھر ڈالے بلکہ حالات کے دباؤ میں اتنا مجبور کیا کہ وہ میدانِ جنگ میں مسلمانوں کے قِتالِ بے دریغ پر حاوی و برتر ہو جانے کے باوجود، دشمن کی کمزوری سے کوئی فائدہ اُٹھائے بغیر، اور بلا سوچے سمجھے ہاری ہوئی فوج کی مانند نہیں بلکہ گلی کے ناکارہ کتوں کی مانند جو ایک پتھر پھینکنے سے بھاگتے ہیں، بھاگے چلے جا رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے سوچا کہ کچھ دور نہیں تو کچھ زیادہ دور جا کر انھیں یقیناً اپنی حماقت اور موقع سے فائدہ نہ اُٹھانے پر حیرانی و پشیمانی ہو گی۔ اور چہ عجب کہ وہ راستے سے پلٹ کر مدینے پر دوبارہ حملہ کریں! اس لیے آپؐ نے فیصلہ کیا کہ خواہ یہ کام زخموں سے چور اور عزیزوں کے سوگ میں ڈوبی فوج کے لیے کتنا ہی مشکل اور صبر آزما کیوں نہ ہو مکی لشکر کا تعاقب کیا جانا چاہیے۔

اے معزز قاری! ذرا زخمی [علیہ الصلوۃ والسلام] کی جرأت و ہمت کو دیکھیے کہ صبح اُٹھ کر نماز کے بعد اعلان کر دیا کہ دشمن [کو مارنے کے لیے اُس] کے تعاقب میں چلنا ہے۔ آپؐ نے مزید فرمایا کہ ہمارے ساتھ چلنے کی سعادت اب صرف اُس ہی کو مل سکتی ہے جو گزشتہ کل اُحد کی لڑائی میں شریک تھا۔ عبد اللہ بن اُبی نے اجازت چاہی کہ آپؐ کا ہم رکاب ہو، مگر آپؐ نے صاف منع کر دیا، [نام کے کلمہ گو مسلمانوں کا جہاد سے کیا] کام! غزوے میں شریک زخموں سے چور اور عزیزوں کے بچھڑ جانے کے غم سے بے حال مسلمانوں نے ایک لمحے کے توقف اور کسی ڈر و خوف کے بغیر بلا چون وچرا تعمیل حکم کے لیے سرِ تسلیم خم کر دیا، صرف ایک جابر بن عبد اللہؓ کے معاملے میں رعایت دی گئی، وہ اُحد میں شریک نہیں تھے، جب انھوں نے یہ کہہ کر اجازت چاہی کہ یا رسول اللہ ﷺ میں چاہتا ہوں کہ آپؐ جس کسی جنگ میں تشریف لے جائیں میں بھی حاضر خدمت رہوں۔ اور چوں کہ کل والی جنگ میں میرے والد نے، جو شہید ہو چکے ہیں مجھے بہنوں کی دیکھ بھال کے لیے گھر پر روک دیا تھا، میں نہ جا سکا یوں اللہ نے میری تمنا کے باوجود شہادت کے لیے میرے والد کو مجھ پر ترجیح دی، لہٰذا اب آپؐ مجھے اجازت دیں کہ میں بھی آپؐ کے ساتھ چلوں [بہنوں کی اللہ حفاظت فرمائے گا] اس حسنِ طلب پر آپؐ اُنھیں کیسے منع فرماتے؟ آپؐ نے انھیں اجازت دے دی۔

مسلم سپاہ کفار کے تعاقب میں

علی الصبح [Saturday] رسولؐ اللہ کی طلبی کا اعلان سنتے ہی مجاہدینِ اُحد اپنے زخموں کی جیسے تیسے مرہم

پٹی کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مالک رضی اللہ عنہ اور شماس رضی اللہ عنہ اس قابل نہ تھے کہ وہ اپنی جگہ سے ہل بھی سکیں مالک رضی اللہ عنہ انتہائی نقاہت کے عالم میں تھے اور ان کا گھرانا اُن کی دیکھ بھال میں لگا ہوا تھا۔ شماس رضی اللہ عنہ کا مدینے میں کوئی رشتہ دار نہ تھا اس لیے انھیں عائشہؓ کے حجرے میں ٹھہرایا گیا تھا لیکن ام سلیمہؓ نے ان کو اپنے قبیلے کا فرد قرار دیتے ہوئے ان کی نگہداشت کی ذمہ داری سنبھال لی، ان کے زندہ بچنے کا بظاہر کوئی امکان نہیں تھا اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ مر جائیں تو انھیں مدینہ کی بجائے اُحد میں دیگر شہداء کے پہلو میں دفن کیا جائے گا، واہ رے مقدّر کہ شماس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے مدینے سے نکلتے ہی اس فانی دنیا سے کوچ کر گئے اور اُن قبروں میں سے ایک قبر پا گئے جس کے مل جانے کی خود رسولؐ عربی [فداہُ ابی و امی] کو تمنا رہی اور تادمِ مرگ وہ مردِ مجاہدؐ کا ہے، گاہے، وہاں جا کے یادِ رفتگاں مناتا رہا!

کفار کے تعاقب میں روانہ ہونے کے لیے نبی ملاحم ﷺ سب سے پہلے تیار ہوئے، حالاں کہ آپؐ کی حالت یہ تھی کہ دایاں کندھا اتنا درد کر رہا تھا کہ آپؐ اُسے ہلا بھی نہ سکتے تھے۔ بڑا ہی مبارک تھا کہ اس کندھے نے سر پر کیے گئے وار کو سرنگوں کیا تھا۔ جب طلحہؓ کوچ کے بارے میں پوچھنے آئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آپؐ مسجد کے دروازے پر گھوڑے پر سوار تھے آپؐ کا لوہے کا ہلمٹ چہرے پر گرا ہوا تھا اور آنکھوں کے سوا کچھ نظر نہیں آرہا تھا یہ دیکھ کر طلحہؓ اپنے زخموں کو بھول گئے، معذوری ختم ہو گئی، فوراً واپس گئے اور تیار ہو کر آپؐ کے ہم راہ چل نکلے۔

ایمان کی قوت جسمانی معذوریوں پر غالب آگئی

قارئین ذرا چشمِ تصور میں لائیں کہ قبیلہ بنو سلمہ کے جو اصحابؓ آپؐ کی معیت میں روانہ ہوئے ان میں سے چالیس زخم خوردہ تھے ان میں سے بعض تو ایسے تھے جن کے جسم پر دس دس گھاؤ تھے۔ جب آپؐ نے روانگی کے موقع پر صفوں کا معائنہ کیا تو ان بے حال زخمیوں کی ایمانی اور جذباتی استقامت کو دیکھ کر بہت مسرور و مطمئن ہوئے۔ یقیناً یہ انتہائی خوشی کی بات تھی کہ دو برس کے عرصے میں ہجرت کر کے آنے والے نبی ﷺ کی صحبت میں انصار کی ایسی زبردست تربیت ہو چکی تھی کہ ایمان کی قوت تمام جسمانی معذوریوں کو بے رحمی سے کچل رہی تھی، آپؐ نے دعا فرمائی: یااللہ! بنو سلمہ پر رحم و کرم فرما۔

مسلم سپاہ حمراء الاسد میں خیمہ زن

تکبیر و تحمید [اللہ کی بڑائی، تعریف اور شکریے] کے نغمے الاپتا ہوا زخموں سے خونچکاں مجاہدین کا لشکر

پیدل ہی ایمان کی طاقت سے رواں دواں رہا یہاں تک کہ وہ مدینہ سے آٹھ میل دور حمراء الاسد پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر آپؐ کو اطلاع ملی کہ بس کچھ فاصلے پر دشمن پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔ آپؐ نے مسلمانوں کو روک کر اسی جگہ خیمہ زن ہونے [کیمپ لگانے] کی ہدایت دی۔ اغلباً یہ ظہر کے بعد کا وقت رہا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ وہ اس علاقہ میں دور تک پھیل کے جتنی بھی ہو سکیں سوکھی لکڑیاں اکٹھی کریں اور ہر صحابیؓ انفرادی طور پر لکڑیوں کا ایک ڈھیر تیار کرے۔ رات ہونے تک انہوں نے دور تک پھیلے ہوئے علاقے میں پانچ سو سے زیادہ ڈھیر تیار کر لیے تھے۔

مغرور قریشیوں کا مدینے کی جانب واپسی کا منصوبہ

گزشتہ کل سہ پہر کو جنگ کے بعد قریش مکہ کی طرف بھاگے تھے، وہ بھی زخموں سے چور تھے مگر مسلمانوں کو اُن کے کیمپ کی طرف پسپا ہونے پر مجبور کرنے اور بہت زیادہ جانی نقصان پہنچانے کے باوجود نہ جانے کیوں وہ مسلمانوں کی جانب سے ایک انجانے خوف میں تھے۔ چوں کہ قریش اونٹوں پر سوار تھے شام ہونے سے قبل دس بارہ میل نکل گئے ہوں گے، کچھ ستانے، کھانے پینے اور مرہم پٹی کے لیے رکنا تو تھا ہی۔ پھر شام ہوئی تو رات کے لیے پڑاؤ ڈال دیا ہوگا۔ تھکے ہارے دوسرے روز دیر تک سوتے رہے ہوں گے۔ صبح ہوئی، کچھ کھایا پیا، کچھ عقل ٹھکانے آئی تو مشرکین مدینے کی طرف پلٹنے کی سوچنے لگے۔ آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یارو! ہم لوگوں سے کیا حماقت ہوئی، حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تو کچھ کیا ہی نہیں۔ انھیں یوں ہی چھوڑ دیا، مدینے پہنچ کر اُن کی شوکت و قوت کو توڑا ہی نہیں حالاں کہ ابھی ان کے اتنے سر باقی ہیں کہ وہ تمھارے لیے پھر دردِ سر بن سکتے ہیں۔ لہٰذا واپس چلو اور انھیں جڑ سے صاف کر دو۔ یہ باتیں سن کر صفوان بن امیہ جو جنگ کی تیاریوں اور ساری جنگ میں پیش پیش تھا اِس بات کی شدید مخالفت کرنے لگا۔ اور کہا: لوگو! ایسا نہ کرو۔ مجھے خطرہ ہے کہ جو مسلمان کل جنگ میں نہیں آئے تھے وہ بھی اب تمھارے خلاف جمع ہو جائیں گے۔ لہٰذا اِسی حالت میں واپس چلے چلو کہ فتح تمھاری ہے۔ ورنہ مجھے خطرہ ہے کہ مدینے پر پھر چڑھائی کرو گے تو معاملہ الجھ جائے گا، لیکن اکثر نے یہ رائے قبول نہ کی اور سوچتے رہے کہ مدینے پر حملہ کرنا چاہیے۔ اب وہ نہ آگے مکہ کی طرف جا رہے تھے اور نہ مدینے کی طرف بڑھ رہے تھے، سرِ شام تک یہ مباحثہ جاری رہا اور سورج ڈھلنے کے قریب آ گیا۔ رات وہیں گزارنے کا فیصلہ کیا گیا کہ کل صبح تک کسی نتیجے پر پہنچ کر کوئی فیصلہ کر پائیں گے، ویسے بادی النظر رائے یہی بن رہی تھی کہ فتح بہت

ادھوری ہے اور ہمیں ضرور مدینے پر حملہ کرنا چاہیے۔ وہ خیالوں میں مست ہو گئے کہ [خاکم بدہن] کل مدینے میں خون کی ندیاں بہائیں گے، شہر کی اینٹ سے اینٹ بجائیں گے اور اپنے اعلان کے مطابق بہت سے غلام اور لونڈیاں لے کر ہی مکے واپس جائیں گے۔

مشعلوں والی جنگ یا جشن فتح

آیئے دیکھیں کہ چند میل پرے مدینے کی جانب مشرکین کے تعاقب میں آنے والا مسلمانوں کا لشکر کیا کر رہا ہے۔ جوں ہی اتوار اور پیر کی درمیانی شب کا اندھیرا ہوا اور لوگ کھانے پینے سے فارغ ہو گئے تو ہر صحابیؓ نے نمازِ عشا سے فارغ ہو کر اپنے لکڑیوں کے ڈھیر کو رسول اللہ کی ہدایت پر آگ لگا دی، پانچ سو الاؤ روشن ہو گئے جن کی روشنی میلوں دور تک پھیل گئی۔ میلوں دور سے دیکھنے والے گمان کرتے کہ کوئی بہت ہی بڑی فوج ڈیرہ ڈالے ہوئے ہے۔ کفارِ قریش کے دل اِس الاؤ کو دیکھ کر یقیناً ہول کھاتے اور پریشانی میں مبتلا ہوئے ہوں گے کہ کہیں اُن کے تعاقب میں کوئی بڑی فوج تو نہیں آ رہی ہے۔

مجاہدین کو جلد صحت یاب ہونے کے لیے کامل قلبی اطمینان و خوشی چاہیے تھی سو وہ نبی اکرم ﷺ کی صحبت میں اور اُن یاروں کی خوش بختی پر خوش ہونے میں مُیَسَّر آگئی تھی، جو جنت نشیں ہو گئے تھے۔

اُنھیں آرام بھی درکار تھا، سو ایک رات منتظر تھی جس میں ہر خوف سے بے نیاز، گھوڑے بیچ کر وہ سونے کے لیے تیار تھے، اللہ نے اُن کے لیے ایک ایسی ہر تھکان و فکر و غم کو مٹا دینے والی نیند تیار کر رکھی تھی جو دلہن بنی شہزادیوں کو شبِ اوّل میں بھی نہ میسر آتی ہو، خالی اطمینان اور نیندِ کامل بھی کافی تھے۔ گزشتہ موسم میں پھلوں کی فصل بہت زبردست ہوئی تھی اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے تیس اونٹوں پر خرمہ لاد دیا تھا ان کے علاوہ قربانی کے دوسرے اونٹ بھی تھے مناسب غذا نے قانع اور صابر و شاکر طبیعتوں کے اطمینان و آرام کو ایسا سہ آتشہ کیا کہ صحرا کا نشیمن گویا سیون اسٹار ہوٹل ہو، جس میں ٹھہرنے کی تمناؤں میں آج نام نہاد مسلم ممالک کے سربراہان یورپ و امریکا کے سفر کی تمناؤں میں مرتے ہیں۔

خزاعہ اور بنو ہاشم کے درمیان دوستی و تعاون کا حلف

قریش دوسرے روز اتوار [Sunday] کو اس طرح اُٹھے ہوں گے کہ ساری رات قریب میں منتظر الاؤ روشن کرنے والی کسی فوج کے خوف سے کروٹیں ہی بدلتے رہے ہوں گے کہ دشمن کہیں کوئی شب خون نہ

ماردے۔ صبح کے معاملات اور کھانے پینے سے ابھی جیسے تیسے فارغ ہی ہوئے ہوں گے کہ 'فاتح' فوج کی شکست خوردوں کے انتقام کے خوف سے حالت خراب تھی اور بھوک مٹی تھی، قسمت کے ماروں پر ایک اور مصیبت نازل ہوگئی، اُن کے پڑاؤپر سے بنو خزاعہ کے ایک فرد معبد بن ابی معبد خزاعی کا گزر ہوا، یہ باوجود یکہ بت پرست تھے، مگر اِن کو قریش سے پر خاش کی بنا پر اُن کے مخالفین یعنی مسلمانوں سے یک گونہ ہم دردی تھی، خاص طور سے بنو ہاشم سے کیوں کہ خزاعہ اور بنو ہاشم کے درمیان دوستی و تعاون کا حلف تھا۔ ابوسفیان نے اُس سے اہلِ مدینہ کا حال پوچھا تو اُس نے اُنھیں خوف زدہ کرنے کے لیے چھوڑنی شروع کی کہ پورا مدینہ انتقام کے لیے ان کے تعاقب میں نکل آیا ہے اور اب ان کے ساتھ وہ لوگ بھی شامل ہوگئے ہیں جو کل کی جنگ میں شریک نہیں ہو پائے تھے، یہ لوگ اپنے تمام حلیفوں سمیت تمھارے پیچھے چلے آ رہے ہیں۔ وہ جو کچھ ضائع کر چکے ہیں اس پر سخت نادم ہیں۔ اور تمھارے خلاف اس قدر غیض و غضب میں ہیں کہ میں نے اس کی مثال نہیں دیکھی۔ ان کی جمعیت اتنی بڑی ہے کہ میں نے ویسی جمعیت کبھی دیکھی ہی نہیں۔ اس نے کہا کہ واللہ، [میری بات مانو اس سے] قبل کہ کہیں تمھیں ان کے رسالے کے گھوڑوں کے سر نظر آنے لگیں یا مسلمانوں کے لشکر کا ہراول دستہ اس ٹیلے کے پیچھے نمودار ہو جائے۔ اور تم کو یہاں سے بھاگنے کا موقع تک نہ ملے، جتنی جلد ممکن ہو یہاں سے بھاگ نکلو۔ وہ اس طرح کی باتیں بنا کر قریش کو خوف زدہ کر کے مدینے پر حملہ کرنے سے باز رکھنا چاہتا تھا۔ اپنے کام میں وہ ماشاء اللہ ضرورت سے زیادہ ہی کام یاب رہا، کیوں نہ ہوتا، قریش پہلے ہی سے خوف زدہ تھے، اُس کی باتوں نے تو محض جلتی پر تیل کا کام کیا، اور کیا ہی خوب کیا!

حرم پر ناجائز قابضین کے محمد ﷺ سے ڈر کر بھاگنے کا حجاز میں شہرہ

معبد خزاعی کی باتیں سن کر قریش کے سر برآوردہ سرداروں کا مدینہ پر حملہ کرنے کا سودا سر سے نکل گیا اور حرم آباد کرنے کی آرزوئیں ہمیشہ کے لیے دم توڑ گئیں۔ انہوں نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ جتنی سرعت کے ساتھ ممکن ہو مکہ واپس جایا جائے اسی اثنا میں کہ افراتفری میں بھاگنے کی تیاریاں زوروں پر تھیں، ابو سفیان کے پاس سے قبیلہ عبد القیس کا ایک قافلہ گزرا، ابو سفیان نے کہا: کیا آپ لوگ میرا ایک پیغام محمد [ﷺ] تک پہنچا دیں گے ؟ اگر آپ ایسا کر دیں تو آپ لوگ جب مکہ آئیں گے تو عکاظ کے بازار میں آپ لوگوں کو اتنی کشمش دوں گا جتنی آپ کی اونٹنی میں اٹھانے کا دم ہو! اِن لوگوں نے رسولؐ اللہ تک یہ پیغام پہنچا یا کہ ابو سفیان نے کہا ہے کہ ہم نے محمد [ﷺ] کی اور ان کے رفقاء کی جڑ ختم کر دینے کے لیے دوبارہ

پلٹ کر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور ہم چین سے نہ بیٹھیں گے جب تک کہ باقی بچنے والوں کو صفحہ ہستی سے نہ مٹا دیں۔ ابو سفیان کا خیال تھا کہ یہ پیغام مسلمانوں کی ہمت توڑ دے گا اور وہ تعاقب میں آگے نہیں بڑھیں گے اور معافی تلافی کے لیے بن ابی کو بیچ میں ڈالیں گے، جب ان سواروں نے ابو سفیان کا پیغام رسول اللہ ﷺ کو پہنچایا تو آپؐ نے اس کے جواب میں سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰن کے کچھ اجزا پر مشتمل حال ہی میں نازل ہونے والی وحی کی آیت تلاوت کی جس میں کہا گیا تھا کہ ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے [حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ]۔

مسلمانوں کا آگے بڑھنے کا کوئی پروگرام تھا ہی نہیں وہ تو قریش کو ڈرانے اور مدینے سے دور رکھنے کے لیے آئے تھے سو وہ اُس میں خوب کامیاب ہو چکے تھے، اب تو اُن کا صحرا میں سہ روزہ مزید قیام ایک صحت افزا اور شادمانی کا قیام تھا تا کہ دور و نزدیک سارے حجاز کو معلوم ہو جائے کہ قطع نظر مقتولینِ جنگ کی تعداد کے؛ ...... کون اپنے ارادوں اور جنگ کے مقاصد میں سو فی صد کامیاب ہوا ہے؟ ...... اور صحرا میں جشنِ فتح منا رہا ہے اور کون اپنے مقاصد کو حاصل نہ کر سکا ہے اور مارے خوف کے گدھوں کی مانند دُولتّیاں جھاڑتا دشمن کو پیٹھ دکھا کر گھر کی جانب دوڑ لگا رہا ہے۔

جسم کے زخم اور جنگ کے زخم دونوں ہی بھر گئے

اتوار کا سورج ابھی چڑھا نہیں تھا کہ قریش اپنا پڑاؤ اُٹھا کر دور نکل چکے تھے۔ رسول اللہ اپنے اصحابؓ کے ساتھ بدھ تک یہیں حمراء الاسد میں رُکے رہے۔ اس مقام کے نام کی وجہ سے آپ کے اس مسلح سفر کو جس میں جنگ کی نوبت نہیں آئی غزوۂ حمراء الاسد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ دن ایسے تھے کہ زخمیوں کو آرام و سکون اور کھانے پینے میں فراغت کی سخت ضرورت تھی۔ اللہ نے یہاں ہر چیز کا آرام مہیا کر دیا تھا، کھانے کو وافر مقدار میں کھجوریں مہیا تھیں، اور کیا چاہیے! کوئی خوف نہ تھا۔ عرب میں آہستہ آہستہ یہ بات پھیلتی جا رہی تھی کہ مدینے کی فوج نے پیچھا کیا اور قریش دم دبا کر بھاگ گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے لشکر نے ہر رات روشنی کے الاؤ جلائے تا کہ آتے جاتے قافلوں کو اہلِ مدینہ کی فتح کی خبر رہے اور وہ جب اپنے اپنے مقاموں پر پہنچیں تو اس کا تذکرہ دور و نزدیک ہو جائے، الاؤ جلانے کے اعتبار سے غزوۂ حمراء الاسد کو 'مشعلوں والی مہم' بھی کہا جاتا ہے۔

مشرکوں کا گوّیا پکڑا گیا اور مارا گیا

جمعرات کو آپؐ مدینے واپس روانہ ہوئے، واپسی کے سفر میں ابو عزہ جمحی کو جو اپنی سستی اور کاہلی کی بنا پر پیچھے رہ گیا تھا، مسلمانوں نے پکڑ لیا۔ یہ قریش کا ایک بڑا شاعر تھا بدر کی جنگ میں گرفتار ہوا تھا اور وہاں وہ مسلمانوں کے سامنے اپنی غربت کی بنا پر اپنی لڑکیوں کی سرپرستی کا واسطہ دے کر بغیر فدیہ دیے رہائی کی بھیک مانگ رہا تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے صرف اس بنا پر کہ اس کی لڑکیاں اس کی منتظر ہوں گی اور اس وعدے پر کہ آئندہ کسی اسلام دشمن سرگرمی میں حصہ نہیں لے گا، اُس کو ازراہِ احسان بغیر معاوضے کے رہا کر دیا تھا۔ غزوہ بدر کے انتقام کے لیے ایک ہونے والی جنگ کی تنظیم میں مصروف سرداران قریش نے اُسے آمادہ کر لیا کہ وہ اہلِ مکہ ہی کو نہیں ارد گرد کے تمام قبائل کو اپنی دل پذیر شاعری کے ذریعے مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کا کام کرے اور اُس سے یہ وعدہ کیا گیا کہ اگر وہ لڑائی سے بچ کر زندہ و سلامت واپس آ گیا تو اسے دولت کے انباروں سے نوازا جائے گا اور اُس کی غربت ایک افسانہ بن جائے گی اور وہ رئیسانِ مکہ میں شمار ہو گا، اور اگر کام آ گیا تو وہ [صفوان] اُس کی لڑکیوں کی کفالت کرے گا۔ چناں چہ احسان فراموش، مشرک نامراد ابو عزہ نے رسول اللہ ﷺ سے کیے ہوئے وعدے کو بھلا کر انتقامی جذبات، غیرت اور قومی حمیت کو سینوں میں بھر دینے والے اشعار کے ذریعے قبائل کو بھڑکانا شروع کر دیا۔ اپنے اشعار کے ذریعہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف لوگوں کے جذبات ابھارتا۔ پھر مسلمانوں سے لڑنے کے لیے خود بھی جنگِ اُحد میں آ گیا۔

شاعر تھا، بد مست، پیچھے رہ گیا اور گرفتار ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو کہنے لگا: اے محمد [ﷺ]، میری غلطی کو معاف کر دو۔ مجھ پر احسان کر دو اور میری لڑکیوں کی خاطر مجھے چھوڑ دو۔ میں عہد کرتا ہوں کہ اب دوبارہ ایسی حرکت نہیں کروں گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اب یہ نہیں ہو سکتا کہ تم مکے جا کر اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرو، اور کہو کہ میں محمد [ﷺ] کو دو مرتبہ دھوکا دینے میں کامیاب رہا۔ مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا ہے۔ اس کے بعد سیّدنا زبیرؓ نے نبی ﷺ کے حکم پر اس کو قتل کر دیا۔

شماس رضی اللہ عنہ کی قبر کشائی اور میدان اُحد میں تدفینِ ثانی

اتوار کو قریش کے تعاقب میں آپؐ کے مدینہ سے نکلتے ہی شماسؓ کی وفات ہو گئی تھی۔ نامعلوم وجہ پر انھیں مدینہ ہی میں دفن کر دیا گیا، رسول اللہ ﷺ نے واپسی پر ان کی میت کو بھی اُحد لے جا کر دفن کرنے کا

حکم فرمایا اور آپ کی لاش کو نکال کر شہدا کے پہلو میں دفن کرنے کے لیے اُحد کی وادی میں بھجوا دیا۔ یاد رہے کہ شماسؓ وہ ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ پر تلواروں کے برسنے سے پہلے اُس کے آثار کو محسوس کیا اور آپؐ کے جسم کو اپنے جسم سے مکمل طور پر ڈھانپ دیا اور شماسؓ کے جسم نے ساری تلواروں کو سہہ کر رسول اللہ ﷺ کے جسم کو اُن تلواروں کی خراش سے بھی بچا لیا:

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن   الٰہی رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

قریش کا جاسوس قتل کر دیا گیا

مدینہ پہنچتے ہی اطلاع ملی کہ مکے کا جاسوس، معاویہ بن مغیرہ جس کو تین دن کے لیے امان ملی تھی ابھی تک مدینے میں ہے اور اب بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے، آپؐ نے زید بن حارثہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ اس شخص کا تعاقب کریں اور معاہدے کے مطابق تلوار سے اس کا علاج کر دیں، دونوں نے اپنا کام بخوبی انجام دے دیا۔

منافقین کی بدزبانی پر اُن کو قتل کرنے کی تجویز رد کر دی گئی

اُحد سے واپسی کے بعد عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہؓ کافی دیر تک رات میں اپنے زخموں کو داغنے میں مصروف رہے تھے جب کہ ان کا باپ عبداللہ بن ابی اس جنگ میں اُن کی شمولیت پر اعتراض کرتا رہا اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اللہ کی قسم ایسا لگتا تھا کہ جو کچھ بھی ہونے والا ہے مجھے اس کی پہلے سے خبر تھی۔ وہ دراصل اپنے بیٹے کو سمجھانا چاہ رہا تھا کہ مدینے میں رہ کر جنگ نہ کر کے غلطی کی، مجھے معلوم تھا کہ باہر نکل کر جنگ کا یہ انجام ہونا ہے۔ بیٹے نے جواب دیا اللہ نے اپنے رسول اور مسلمانوں کے حق میں جو بہتر تھا وہی کیا۔ ابن ابی نے کہا کہ جو لوگ قتل ہوئے اگر وہ ہمارے ساتھ ہوتے تو قتل ہونے سے بچ جاتے۔ اِس کا جواب اللہ کی جانب سے آنے والی وحی میں آچکا تھا جسے ہم اگلے باب نزولِ سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰن میں زیرِ گفتگو لائیں گے۔ اسی طرح یہودی بھی یہ کہنے سے باز نہ آئے کہ محمد [ﷺ] صرف تخت و تاج حاصل کرنے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں کسی نبی کو کبھی ایسی شکست کا سامنا نہیں ہوا، وہ خود بھی زخمی ہوئے اور اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کروایا۔ اِس یاوہ گوئی کے نتیجے میں اِن کہنے والوں کا بھی وہی انجام ہونے والا ہے جو بنو قینقاع کا غزوہ بدر کے بعد ہوا تھا، غزوہ اُحد کے چند ہفتوں بعد غزوہ بنو نضیر اِن کے دماغ درست کرنے کے لیے تاریخ کے ایوانوں میں سجی کھڑی ہے۔ اس کی تفصیل بھی آپ کو اسی کتاب میں اِن شاءاللہ مل جائے گی۔ [دیکھیے باب #۱۵۰، زخمی شیر کا جوابی حملہ]

منافقین اور یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ اور اصحاب رضی اللہ عنہم کے بارے میں جو کچھ فضول باتیں کیں وہ مشغلوں والی مہم [مذکورہ غزوۂ حمراالاسد] سے واپسی کے بعد جب عمر بن الخطابؓ کے علم میں آئیں تو اُنھوں نے رسولؐ اللہ کو شر انگیزی پھیلانے والوں کو قتل کرنے کی تجویز دی۔ لیکن آپؐ نے اس بات کو پسند نہیں فرمایا کہ اللہ خود اپنے دین کو غالب کرے گا اور وہی اپنے رسولؐ کو قوت بخشے گا [گویا ہمیں بغیر زیادہ الجھے اور طیش میں آئے ہوئے اور انھیں کافر کہہ کر مارنے کے بجائے صبر کے ساتھ نام نہاد کلمہ گو لوگوں کو مسلمان سمجھتے ہوئے رہنا ہو گا] آپؐ نے مزید فرمایا، "اے خطاب کے فرزند آج کے بعد قریش ہم پر کبھی غالب نہیں ہوں گے اور ہم اُس گوشے [جہاں حجر اسود نصب] کی زیارت حاصل کریں گے [جس کے لیے مہاجرین کے دل مچلتے ہیں]۔"

رئیسُ المنافقین کی اپنے دوستوں کے ہاتھوں "عزت افزائی"

عبداللہ بن ابی نے مسجد نبوی میں نماز جمعہ کے موقع پر ایک باعزت مقام سنبھالا ہوا تھا غزوہ بدر کے بعد اُس نے بھی اسلام کا غلبہ دیکھ کر اسلام کا کلمہ پڑھ لیا تھا۔ ہر جمعے کو جب رسولؐ اللہ خطبہ دینے کھڑے ہوتے تھے تو ابن ابی اپنے مخصوص مقام پر کھڑا ہو کر لوگوں سے کہتا اے لوگو یہ اللہ کے رسولؐ ہیں ان کے واسطے سے اللہ تم پر رحمتیں نازل کرے اور تمھیں قوت عطا فرمائے تم اِن کی مدد کرو اور اِن کی توقیر کرو، جو کچھ وہ کہتے ہیں اسے سنو اور اس کی تعمیل کرو، اس کے بعد وہ اپنی جگہ پر بیٹھ جاتا۔ ایک عرصے سے سوسائیٹی میں اس کے مرتبے کے پیشِ نظر صحابہؓ نے بھی مسجد میں اس مقام پر اس کے قابض ہونے کو گوارا کیا ہوا تھا لیکن غزوہ اُحد کے بعد جب پہلا جمعہ آیا اور اُس نے اپنا ڈرامہ اپنے رٹے رٹائے جملے اپنے مقام خاص سے کہنے چاہے تو اس کے دائیں بائیں بیٹھے انصاری صحابہؓ نے اُسے اپنے ہاتھوں میں جکڑ لیا اور زور سے دبا کر یہ کہتے ہوئے بٹھا دیا کہ اُو اللہ کے دشمن، بیٹھارہ جو کچھ تو کر چکا ہے اس کے بعد تو یہ سب کچھ کہنے کے قابل نہیں رہا!

اپنی اس 'عزت افزائی' پر ابن ابی مسجد کی صفوں میں سے الٹا سیدھا راستہ بناتا ہوا باہر چل دیا دروازے پر ایک صحابیؓ نے اُس سے کہا کہ واپس جاؤ اور رسولؐ اللہ سے مغفرت کی درخواست کرو لیکن عبداللہ بن ابی نے کہا واللہ میں نہیں چاہتا کہ وہ میرے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ بھی نام نہاد کلمہ گو مسلمانوں کی مغفرت نہیں کرنا چاہتا، یہ بات اُس وقت لوگوں کو معلوم ہو گئی جب یہ مرا اور رسول اللہ نے باوجود عمر بن الخطابؓ کے مشورہ دینے کے کہ اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھائیں، آپؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی

تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی کہ ایسوں کے لیے اگر ستّر مرتبہ بھی اللہ کا نبی ﷺ مغفرت کی درخواست کرے تو بھی مغفرت نہیں کی جائے گی۔ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٨٠﴾ [سُوْرَةُ التَّوْبَة] ان کے لیے تو استغفار کر یا نہ کرے۔ اگر تو ستر مرتبہ بھی ان کے لیے استغفار کرے تو بھی اللہ انھیں ہرگز نہ بخشے گا یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ سے اور اس کے رسول سے کفر کیا ہے ایسے فاسق لوگوں کو رب کریم ہدایت نہیں دیتا۔

کون جیتا، کون ہارا؟ حقائق کا تجزیہ

قریش کے جنگی مقاصد	⇔	مسلمانوں کے جوابی اہداف
❶ محمد [ﷺ] کو قتل کرنا	⇔	رسول اللہ کی زندگی کی حفاظت کرنا
❷ جنگِ بدر کی شکست کا انتقام لینا	⇔	اِس بار جنگِ بدر سے بڑھ کر اتنی مار لگانا کہ شکست تسلیم کرلیں
❸ نئے دین [اسلام] کے جھنجھٹ سے نجات پانا	⇔	مشرکانہ جاہلیت کو ختم کرنا
❹ تجارتی شاہراہوں کی بحالی	⇔	مکے اور حرم کعبہ کے دروازے مسلمانوں پر کھلوانا
❺ مدینے کی اینٹ سے اینٹ بجانا	⇔	ہر زندہ قوم کی طرح اپنی حدود مملکت کی حفاظت کرنا

ذیل میں ہم ترتیب سے اِن مقاصد اور اِن کے مقابل مسلمانوں کے اہداف کا ایک تجزیہ پیش کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ جنگ کتنی نتیجہ خیز تھی اور کس نے جیتی اور کس نے ہاری تھی۔

❶ پہلے مقصد میں قریش انتہائی کوشش کے باوجود ناکام ہو گئے، یوں بنیادی طور پر ناکامی اُن کا مقدر بنی اگرچہ مسلمانوں کو اُنھیں ناکام کرنے کے لیے بہت بڑی قیمت دینا پڑی، مگر سودا مہنگا نہیں تھا۔ پچھلی مرتبہ بدر میں مسلمان اُن کے سربراہ، ابوجہل ہی کو نہیں ساری صفِ اوّل کو قتل کر چکے تھے۔ اس مرتبہ مسلمانوں کے سردارِ اوّل تو کجا، سوائے حمزہ رضی اللہ عنہ اور مصعب رضی اللہ عنہ کے وہ کسی صفِ اوّل کے لیڈر کو قتل نہیں کر سکے۔

❷ دوسرے مقصد میں قریش ایک حد تک کامیاب رہے کہ بدر کے ستّر کے مقابلے میں اِس مرتبہ انھوں نے مسلمانوں کے ستّر مجاہدوں کو ضرور شہید کر دیا، لیکن ابھی گنتی پوری نہیں ہوئی کہ دونوں جنگوں میں

قریش کے مجموعی ۱۰۰ سے زائد مارے گئے، جب کہ مسلمانوں کے دونوں جنگوں میں مجموعی طور پر ۷۹ شہید ہوئے۔ قریش کے لیے اس حد تک کی کامیابی اس قیمت پر تھی کہ وہ تین سو کلو میٹر سے ایک مرتبہ ۱۰۰۰ اور دوسری مرتبہ ۳۰۰۰ کی نفری لائے تھے، کل ۴۰۰۰، جب کہ مسلمان ایک مرتبہ ۳۱۳ اور دوسری مرتبہ ۷۰۰ آئے تھے، کل ۱۰۱۳؛ ٹہلتے ہوئے مدینے کے نواح میں نکلے تھے۔ بدر میں قریش کے نضر بن حارث، سہیل عمرو اور عباسؓ جیسے نامی گرامی افراد سمیت ستّر قیدی زندہ گرفتار ہوئے اور اس مرتبہ قریش انتقام میں لاشوں کی بے حرمتی تو کر گئے لیکن ایک بھی زندہ مسلم سپاہی کو نہ پکڑ سکے۔ مسلمان جنگ میں اپنے ہدف کو پا رہے تھے، اِس بار جنگِ بدر سے بڑھ کر ایسی مار لگائی تھی کہ ایک کے بعد ایک دس کے دس علم بردار قتل کر دیے تھے اور نوبت بہ ایں جا رسید کہ مسلمانوں نے مالِ غنیمت پکڑنا شروع کر دیا تھا۔ ایک حادثہ تھا جس نے فتح کو شکست کا رنگ دیا لیکن ایک بڑی تعداد تھی جس نے شہادت کی سعادت حاصل کر لی۔

3. اسلام کو تو وہ کیا ختم کریں گے، خود قریش کا وقار اور رعب و دبدبہ ختم ہو رہا ہے، مشرکانہ تمدن [۲۶] ایک گرتی ہوئی دیوار ہے جسے مسلمان جلد ہی احزاب میں ایک دھکا لگائیں گے اور حدیبیہ میں فتح مبین حاصل کر لیں گے۔
4. تجارتی شاہ راہ اُسی طرح مسلمانوں کے قبضے میں ہے۔
5. اِس معاملے میں تو قریش کو کاملاً ناکامی ہوئی اور خوف زدہ ہو کر مدینے سے باہر ہی باہر ہی بھاگنا پڑا۔

قریش جن پانچ مقاصد کو لے کر آئے تھے اُن میں سے کتنوں میں ناکام اور کتنوں میں اُن کو اُلٹے، لینے کے دینے پڑ گئے، وہ اوپر دیے گئے حقائق سے صاف ظاہر اور عیاں ہے کہ ہر چند اہلِ ایمان نے بڑی جانی قربانیاں اللہ کے حضور پیش کیں لیکن وہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہو گئیں اور مسلمانوں نے قریش کو منہ کی کھلا دی سودا مہنگا نہیں رہا۔

۲۶ وحی کی ہدایت سے فرار اور عقلِ انسانی اور اُس کے تجربے پر اعتماد کے ذریعے نظامِ زندگی کی استواری۔

ضمیمہ: اُحد میں شریک تمام سردارانِ مشرکین کا قبولِ اسلام

غزوہ احد کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ اس کی ساری منصوبہ بندی کرنے والی ٹیم میدانِ بدر میں مارے جانے والے سردارانِ قریش کی دوسری نسل تھی، جو عرب روایات کے مطابق انتقام لیناضروری اور تقاضائے شرف و منزلت سمجھتی تھی اور مدینے پر فوج چڑھا کر لائی تھی۔ بے نتیجہ ختم ہو جانے والی اُحد کی جنگ اگرچہ کہ نتائج کے اعتبار سے مشرکین کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکی تھی اور ریاستِ مدینہ کو بھی ہر گز زیر نہیں کر سکی تھی مگر مسلمانوں کو اِس طور بڑی مہنگی پڑی تھی کہ اُن کے ستّر مجاہدین اس جنگ میں کام آ گئے تھے جن میں حمزہ بن عبد المطلب اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما جیسی عظیم المرتبت شخصیات شامل تھیں۔ بدر میں جن مجاہدین نے مشرکین کو قتل کیا وہ مشرکین کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض تھے اور اُن سے بدلہ لینے کی کوشش کی گئی لیکن جن مشرکین اور مشرکین کے آئمہ [سرداروں] نے سب سے آگے بڑھ کر اس جنگ کی منصوبہ بندی کی، فنڈز مہیا کرے، عملاً حصہ لیا اور بے دردی سے مسلمانوں کو قتل کرنے سے ماسوا لاشوں کی بھی بے حرمتی کی، وہ مسلمانوں کے غضب کا کبھی نشانہ نہیں بنے۔ وہ تمام کے تمام ایمان سے بہرہ ور اور شرفِ صحابیت سے ہمکنار ہو کر تا قیامت اہلِ ایمان کی آنکھوں کے تارے بن گئے اور وہ جو اِن کے ہاتھوں جنت پہنچ گئے وہ بھی اِن کے پیچھے رہ جانے والوں کے لیے، اس سعادت کو مہیا کرنے والے محسنین خیال کیے گئے۔ اللہ، اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کا یہ طرزِ عمل اُن کے رسول ہونے کی شہادت دیتا ہے و گرنہ ایک عام احساسات و جذبات کا انسان ہر گز اس درجے کی معافی اور درگزر سے کام نہیں لے سکتا ورنہ ہی اپنی ٹیم کی ایسی تربیت کر سکتا ہے۔ اُحد کی آگ لگانے والی مشرکین کی ٹیم میں درج ذیل سر برآوردہ لوگ شامل تھے، جن کا مختصر تذکرہ اگلی سطور میں مقصود ہے۔

۱. جبیر — جس کے چچا عدی بدر میں مارے گئے تھے
۲. صفوان — امیہ بن خلف کا بیٹا تھا جو بدر میں مارا گیا تھا
۳. ابو سفیان — حرب کا بیٹا اور عتبہ بن ربیعہ کا داماد، عتبہ جو بدر میں پہلے مقابلے میں حمزہؓ کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔
۴. عکرمہ — ابو جہل کا بیٹا، ابو جہل جو میدانِ بدر میں مشرکین کی فوج کا سالارِ اعلیٰ تھا۔
۵. ہند — جس کا باپ، چچا، سگا بھائی اور بیٹا بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔
باپ عتبہ بن ربیعہ، چچا شیبہ بن ربیعہ اور سگا بھائی ولید بن عتبہ اور سوتیلا بیٹا۔۔۔

بن سفیان بن حرب۔ یہ ابو سفیان کی بیوی تھی اور بڑی قائدانہ صلاحیتوں کی مالک، مسلمانوں سے ایک انتقامی جنگ کی سب سے بڑی علم بردار

۶. عمرو بن العاص — عاص بن وائل کا بیٹا، جو خود سرداران قریش میں سے ایک تھا، قریش کی جانب سے نجاشی کے دربار میں سفارت میں ناکامی کے داغ کے بعد بدر میں قتل ہونے اور گرفتار ہونے بچ جانے والا ناکام فوج کا ایک اہم رکن، اپنی دونوں ناکامیوں پر انتہائی طیش میں ہونے کے ساتھ مایوس بھی۔

۷. خالد بن ولید — یہ ولید بن مغیرہ کا بیٹا تھا، جو اسلام کی مخالفت میں آگے آگے تھا۔ ولید بن مغیرہ ابو جہل کا چچا بھی تھا۔ خالد بن ولید کا بھائی ہشام بن ولید جنگِ بدر میں گرفتار ہوا تھا،

- **جبیرؓ** نبی کریم ﷺ کے محسن مطعم بن عدی کے بیٹے تھے جنھوں نے طائف سے واپسی پر آپ کو مکہ میں داخل ہونے کے لیے پناہ (جوار) مہیا کی، نبی ﷺ نے اِن کا ہمیشہ خیر سے ذکر کیا۔ ننگی تلواریں لیے ہوئے جبیر اپنے بھائیوں کے ساتھ آپ کو حرم میں اپنی پناہ میں لائے تھے۔ جبیر نے اپنے چچا کے انتقام کے لیے اپنے غلام وحشی سے حمزہ بن عبدالمطلب کو شہید کروایا تھا۔ عائشہؓ کی نبی ﷺ سے پہلے اِن سے بات طے تھی جو نکاح تک نہ جا سکی۔ حدیبیہ کے بعد ایمان لائے۔
- **صفوانؓ**، دشمن دین امیہ بن خلف کے بیٹے تھے جو بلالؓ کے سینے پر پتھر رکھ کر گرم ریت پر گھسیٹتا تھا۔ بدر کے بعد عمرو بن وہب کو نبی ﷺ کے قتل کے لیے مدینہ بھیجا تھا، کوشش ناکام رہی اور عمرو ایمان لے آئے۔ جنگِ احد میں مشرکین کے درمیانی دستے کا سالار تھا، خالد بن ولیدؓ کی بہن اس کی بیوی تھیں۔ فتح مکہ کے بعد ایمان لائے۔
- **ابوسفیانؓ** ابو جہل کے بعد فتح مکہ تک مسلمانوں کے ساتھ تمام جنگوں میں مشرکوں کا لیڈر تھا، نبی کریم ﷺ کا سسر اور کاتبِ وحی امیر معاویہؓ کے والد۔ ایمان لانے کے بعد پورے جوش سے جہادوں میں شرکت کی۔
- **عکرمہؓ**، ابو جہل کا بیٹا، بہت بہادر اور زیرک تھا، فتح مکہ کے بعد ایمان لائے، متعدد جہادوں میں شرکت کی۔
- **ہندؓ**، ابوسفیان کی بیوی، اہلِ مکہ میں سب سے زیادہ بدر کے انتقام پر اُبھارنے والی خاتون، شریکِ جنگ تھی۔
- **عمرو بن العاصؓ**، سردارانِ قریش میں سے ایک انتہائی متمول اور زیرک انسان تھے۔ غزوہ خندق کے بعد نجاشی کے سمجھانے پر ایمان کی طرف مائل ہوئے اور حبش سے مدینے کو چلے راستے میں خالد بن ولید کو بھی مدینے جاتا پایا وہ بھی ایمان قبول کرنے مدینے نبی ﷺ کے پاس جا رہے تھے۔ فاتح مصر اور مصر کے گورنر رہے۔
- **خالدؓ** عظیم جنگجو، ولید بن مغیرہ کے بیٹے، اُحد میں متعدد مسلمانوں کو شہید کرنے والے نے اللہ کی تلوار کا لقب پایا، خالد بن ولید نے ۱۲۵ جنگوں میں حصہ لیا، کہیں شکست نہیں کھائی۔ موتہ میں آپ کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں۔

☆☆☆☆☆

من انصاری الی اللہ!

انصارِ مدینہ ، اخلاص و وفا کے وہ پیکر تھے جنھوں نے اللہ کے رسولؐ کو اُس وقت پناہ دی جب اُس کے قبیلے اور اُس کے شہر والوں نے اُسے ٹھکرا دیا تھا اور قتل کی سازشیں کر رہے تھے۔ یہ انصار تھے، جو صرف جنت کے وعدے پر آپؐ کا ساتھ دینے پر آمادہ ہوئے اور آپؐ کی حفاظت کا بیڑہ اُٹھایا، دنیا میں انھوں نے اپنا کوئی اجر طلب نہیں کیا، اسلام میں خالی ہاتھ آئے اور دنیا سے خالی ہاتھ چلے گئے۔ تا قیامت اللہ کے رسولؐ نے اِن سے محبت کو ایمان کی نشانی قرار دیا۔ ہر دور میں انصار ہی ہوتے ہیں جو دین کے قیام و احیاء کا کام خاموشی سے کر کے اپنے مالک کے پاس چلے جاتے ہیں۔ آج بھی فضا میں یہی نعرہ گونجتا ہے، **من انصاری الی اللہ!**........ (دیکھیے صفحہ ۱۵۸)